دکھایا رنگ زمانے نے اوہی کیا کہا ہی
مرا کلام بھی جمشید کا پیالا ہی

دیوانِ جان صاحب

مع فرہنگ مفید

مرتبہ

نِظامی بدایونی

طبع ثانی کا تعارف

میر یار علی 'جان صاحب' کا دیوان اُن کی زندگی میں غدر سے بارہ برس پہلے زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکا تھا لیکن ان کے انتقال کے تیس پینتیس برس بعد جبکہ وہ دیوان معدوم نہیں تو کمیاب ضرور ہو گیا تھا اور سوا خاص خاص کتب خانوں کے اس کا وجود باقی نہ رہا تھا سب سے پہلے سنہ ۱۹۲۳ء میں نظامی پریس بدایوں نے نہایت آب و تاب سے ۲۰×۳۰/۱۶ کی خوبصورت تقطیع پر اس کو چھاپ کر شایع کیا اور آغا حیدر حسن صاحب دہلوی جیسے نامور ادیب نے جو اپنی بیگماتی طرزِ تحریر کی وجہ سے اُردو ادب کی دُنیا میں خاص طور پر مشہور رہیں اس کا مقدمہ لکھا جو بہت پسند کیا گیا۔ دیوان کا شایع ہونا تھا کہ اُن اصحاب نے جنھیں غریب جان صاحب ہی کے کلام پر کیا موقوف ہی سرے سے اُردو شاعری ہی میں کیڑے پڑے دکھائی دیتے ہیں نظامی پریس کو "گندہ لٹریچر" کی اشاعت کا ملزم ٹھہرایا۔ لیکن جن لوگوں کو اُردو ادب کے ادبی تبرکات کو محفوظ رکھنے کا خیال ہے اُنھوں نے اس کی اس کوشش کو سراہا۔ جان صاحب کے مولد شہر فرخ آباد کے اخبار "فرخ" میں ایک ریختی گو شاعر نے جو ہمارے زمانہ کے فرخ آبادی "جان" نہیں

"حیدر جان" ضرور ہیں اپنے ایک مضمون میں جو "جان صاحب" پر لکھا گیا ہے ہمارے مرتبہ "دیوانِ جان" کا ذکر بھی کیا ہے ۱۸۵۷ء کے مشہور ہنگامہ کے بعد ہندوستان کی بالخصوص مسلمانوں کی تمدنی و معاشرتی حالت تو بدل ہی گئی تھی لیکن محلوں کے اندر رہنے والیوں کی زبان پر بھی اس انقلاب کا اثر پڑے بغیر نہیں رہا جس کا رونا روتے ہوئے "حیدر جان" لکھتے ہیں :-

"قیامت یہ ہوئی کہ بیویوں کی زبان اور محاوروں کے نصیب بھی جل گئے مثنوی "طلسم الفت" اور "فسانۂ عجائب" سے نفرت اور مثنوی "حب وطن" اور "فسانہ آزاد" سے رغبت ہوگئی۔ دل میں رہ رہ کے خیال آتا تھا کہ ان لقندریوں کو **جان صاحب** نہیں تو اُن کا دیوان ہی دکھلادوں۔ سر مارا کہ دیوان مل جائے۔ نہ ملنا تھا پر نہ ملا۔ جس سے پوچھا معلوم ہوا کہ دیوان چھپنا بند ہوگیا ہے۔ خالق کی بے نیازی کے صدقے منگل منگل آٹھ۔ بدھ نو۔ آج دسواں دن ہے کہ خانم کے دولھا ایک کتاب لئے گھر میں آئے میں نے ہاتھ سے چھین لی اب جو دیکھا تو دل کا کنول کھل گیا۔ یہ "**جان صاحب**" کا دیوان تھا میں نے خانم سے کہا۔ لو بوا! تم سے کتنی دفعہ "جان صاحب" کا ذکر کیا ہے آج تمہارے دولھا اُنہیں کا دیوان لے آئے۔ خانم دوپٹا سنبھالتی خوشی خوشی میرے پاس آئیں میں نے دیوان دکھایا **نظامی کے چھاپہ خانہ** بدایوں میں چھپا ہے مولا مشکلکشا کے صدقہ میں ان کا چھاپہ خانہ ہزاروں میں ایک ہو دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔ اور **آغا حیدر صاحب** دہلوی جنھوں نے جان صاحب

کے دیوان کی "چہرہ کشائی"، کی ہے ان کو رونگٹا رونگٹا دعا دیتا ہے۔ بیوی کے بچّوں کے صدقہ میں اُن کی ہر مشکل آسان ہو انھوں نے تو بس دل موہ لیا ہے۔ اہاہا! غضب کیا ہے۔ ہو بہو جان صاحب کا چربہ اُتار لیا ہے۔ الٰہی ان آغا حیدر کی دلی ہر مراد پوری کیجیو"

جان صاحب کے کلام کی تنقیص کرنے والے اُسے چاہے جس قدر بُرا کہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ زبانِ اُردو اس کے احسان سے سر نہیں اُٹھا سکتی فرہنگ آصفیہ کے مؤلف کو چار ناچار بہت سے اُردو محاوروں کی سند اُسی کے اشعار سے دینا پڑی ہے۔

ریختی گو بننے سے پہلے جان صاحب کی شاعری کا وہی رنگ تھا جو اُن کے اردگرد کے شعرا کا تھا۔ وہ اسیر لکھنوی کے شاگرد تھے جیسا ان کے اس مقطع سے معلوم ہوتا ہے ؎

جان صاحب جو نہیں قائلِ اشعارِ اسیر
اس نے دیکھی ہی نہیں اہلِ ہنر کی صورت

فروری گزشتہ میں جب میں حیدرآباد میں تھا وہاں مجھے اپنے مکرم دوست آغا حیدر دہلوی کے کتب خانہ میں "گلدستۂ شعرا"، لکھنؤ کی پرانی جلدیں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اس گلدستہ میں شعرا کی طبع آزمائی کے لیئے جو مصرعہ طرح دیا جاتا تھا اس میں حروف تہجی کی ترتیب کے ساتھ ردیف کا لحاظ رکھا جاتا تھا مطلب یہ تھا کہ جو شعرا اس گلدستہ میں اشاعت کے لیئے اپنا کلام سلسلہ وار بھیجیں آخر میں ان کے پاس ہر ردیف کی غزل تیار ہو جائے۔ جو دیوان مرتب کرنے میں کار آمد ہو

جان صاحب بھی اپنا کلام اس گلدستہ میں التزام کے ساتھ بھیجتے تھے اس گلدستہ کی جو جلدیں ہمیں ملیں اُس میں اُن کی چوبیس غزلیں اور ایک قصیدہ دستیاب ہوئی جن کو ہم نے ردیف وار بطور ضمیمہ دیوان کے آخر میں درج کر دیا ہو۔ ان غزلوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہو کہ آخر زمانہ میں جان صاحب ریختی کے علاوہ غزل گوئی بھی کرتے تھے جس کا پایہ اس زمانے کے دوسرے شعرا کے کلام سے کسی طرح گرا ہوا نہ ہوتا تھا۔ وہ ریختی اور ریختہ دونوں کے لحاظ سے ایک قادر الکلام شاعر تھے۔ معلوم ہوتا ہو کہ جب مشاعرہ یا گلدستہ کی طرح ریختی لکھنے کے ڈھب کی نہ ہوتی تھی تو وہ ضرورتاً اُس طرح میں عاشقانہ رنگ میں غزل لکھ کر ریختہ گوئی کے جوہر دکھاتے تھے لیکن ایسی طرح انھیں دل سے نہ بھاتی تھی جس کا پتا ان کے اس شعر سے چلتا ہو ؎

رنگ رنڈی کا بندھے ایسی نہ کی کوئی طرح
مردوں نے اپنے ہی مطلب کی ہاں ہُں کی طرح

ضمیمہ میں جو غزلیں ہم نے درج کی ہیں ان میں زیادہ تر ایسی غزلیں ہیں جو ریختی میں نہیں بلکہ عاشقانہ رنگ میں لکھی گئی ہیں۔ جن میں فارسی ترکیبیں اور اضافتیں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ لفظی رعایتیں۔ استعارے تشبیہات کا استعمال ان کے یہاں کسی دوسرے لکھنوی شاعر کے کلام سے کم درجہ پر نہیں پایا جاتا مثلاً اس شعر کے آخر مصرع میں تین اضافتوں کا استعمال کیا ہو ؎

عجیب تیغ نے اس گل کی گل کھلائے ہیں
بہارِ گلشنِ جنت ہو زخمِ تن کی بہار

دوسرا شعر ملاحظہ ہو ؎

نظر آیا ہی جو شاہینِ نگاہِ صیاد
ہم صفیرانِ چمن خوف سے گھبرائے بہت

ایک دوسری غزل میں فرماتے ہیں ؎

دیکھ کر رویا جو داغ حسرتِ دیدارِ یار
یہ چمن آنکھوں سے سینچا زگستاں کی طرح

ایک مقطع ہو ؎

تیغِ قاتل نے گلِ زخم کھلائے ہی جان
روح کو ہی چمنِ جوہرِ شمشیر پسند

فارسی ترکیبوں کا استعمال نہایت خوبصورتی سے کرتے تھے

فرماتے ہیں ؎

بڑھ کے ہر وحشی سے ہی وحشت کا او لیلیٰ خواص
قیس سے پوچھ اس مے عشقِ جنوں زا کا خواص

آتے ہی فصلِ جنوں خیز- بنا دیوانہ
بھاگتے ہیں مرے اب سایہ سے ہمسائے بہت

بیاں جو حال غمِ داغ ہجراں سے کیا
چراغ پا ہوئے وہ سن کے ماجرائے چراغ

استعارہ اور تشبیہہ کی مثالیں بھی اُن کی عاشقانہ غزلوں میں موجود ہیں. فرماتے ہیں ؎

پامال کیا زخم نے شمشیر ادا کو
اس مہر کی جوتی لگی نہ کیونکہ ہو کرن سرخ

کیوں اپنا مرغ روح نہ پژمردہ دل رہے
دیتی ہی خار گلشن ایجاد کی ہوس

جان صاحب ہی یہ تنبر یا ہی کعبہ میں بلال
دیکھ کے کہتا ہوں روئے یار کے تل کی طرف

لفظی رعایتوں کے باندھنے میں جان صاحب اپنے کسی معاصر سے پیچھے نہیں رہے. لکھتے ہیں ؎

خضر کس بحر لطافت نے ہیں دھوئے اپنے ہاتھ
مچھلیاں دوڑی چلی آتی ہیں ساحل کی طرف
وہ گراں ہیں. ہوش آہنگر اُڑے. غش آگیا
دیکھتے ہی اے پری طوق و سلاسل کی طرف

ضمیمہ میں جو غزلیں ہم نے "ن" کی ردیف میں لکھی ہیں وہ جانصاحب نے نہایت مشکل طرح میں فی البدیہ کہی تھیں بالخصوص دوسری غزل ایسی بحر میں ہی جو زیادہ تر ہندی اوزان سے تعلق رکھتی ہی پہلی غزل" بحر کامل مثمن سالم"

میں ہی جس کے ہر مصرع کا وزن متفاعلن چار بار کہنے سے پورا ہوتا ہی دوسری
غزل کا وزن "بحر متدارک مثمن مخبون" ہی اور وزن کے لئے فعلن ہر مصرع
میں آٹھ مرتبہ آتا ہی حالانکہ عروض میں عموماً چار ارکان سے زیادہ وزن میں
نہیں آتے ہیں۔ لیکن جان صاحب نے اس بحر کے وزن کو ہندی کی تقلید
سے مضاعف کر دیا ہی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ جان صاحب معمولی
شعرا کی طرح فن عروض سے بے بہرہ نہ تھے اور ایک مکمل شاعر تھے۔ لیکن باوجود
اس کے نہایت منکسر المزاج واقع ہوئے تھے ایک موقع پر فرماتے ہیں ؎

جان صاحب یہ غزل گوئی بہت مشکل ہی
نہ پڑھو شعر کہ تم کھوتے ہو توقیر عبث

بعض ردیفیں مثلاً ص۔ ض۔ ط۔ ظ۔ ع۔ غ وغیرہ کی ایسی ہوتی ہیں کہ
جن میں شاعرانہ مضامین مشکل سے ادا ہوتے ہیں اور شعرا صرف دیوان کی
تکمیل کی غرض سے اُن کی خانہ پوری کر دیتے ہیں۔ جان صاحب نے اس
کمزوری کو اپنے ایک مقطع میں صاف ظاہر کر دیا ہی ؎

تُو شعر جان تم نے کہے وہ بھی سب بُرے
اچھا بندھا نہ ایک بھی پہلو سے ارتباط

میں اس مختصر تمہید میں جان صاحب کے کلام پر تنقید و تبصرے کا فرض
انجام دینا نہیں چاہتا نہ اس کی ضرورت کیونکہ آغا حیدر حسن صاحب اپنے
بسیط مقدمہ میں کافی طور پر تنقید کا حق ادا کر چکے ہیں۔ میں نے جو کچھ سطور بالا
میں لکھا ہی وہ ضمیمہ کی نئی غزلوں کا تعارف کرانے کی غرض سے بر سبیل تذکرہ

لکھ دیا ہی۔ امید ہی کہ وہ ناظرین کی دلچسپی کا سبب ہوگا اور اس نئے اڈیشن کو اپنے پیش رو سے ممتاز بنا دیگا۔ اگرچہ پہلا نسخہ بھی کچھ کم مقبول نہیں ہوا لیکن اس طبع ثانی میں جان صاحب کے جدید کلام کے اضافے اور میری اس مختصر تمہید سے۔ جو خصوصیت پیدا ہوگئی ہو وہ سچ مچ اس کو "درشنی ہنڈی" بنا دے گی جیسا کہ جان صاحب نے خود اپنے دیوانوں کے متعلق ایک موقع پر کہا تھا ؎

اک ہفتہ میں بک جائیں گے ہیں درشنی ہنڈی
مطبع سے تو نکلیں۔ ارے۔ یہ صاحبو۔ دو نو

خاکسار

نظامی بدایونی عفی عنہ

بدایوں

یکم اگست ۱۹۲۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ دیوان جان صاحبؔ

(جناب آغا حیدر حسین صاحب دہلوی کے قلم سے)

شکریہ | ہز اکسیلنسی نواب میر یوسف علی خاں بہادر (سالار جنگ) مولوی حبیب الرحمٰن خاں صاحب شروانی (صدر یار جنگ) حافظ جلیل حسن صاحب جلیل (فصاحت جنگ) مولوی لطیف احمد صاحب اختر مینائی (اختر یار جنگ) ناظم امور مذہبی، حضرت ولایت حسین خاں صاحب برجیس (شاگرد میر نفیس) مرزا حسین علی خاں صاحب پروفیسر نظام کالج، مستحق شکریہ ہیں، ہز اکسیلنسی نواب سالار جنگ بہادر نے اپنے کتب خانہ سے استفادہ کی اجازت دی، نواب حبیب الرحمٰن خاں شروانی صدر الصدور امور مذہبی نے مفید مشورہ دیا، اور اس ہیبت کو دور کیا، جو کہ عام طور سے دیوان جان صاحب کی طرف سے ریاکار نوجوانوں کے دلوں پر بیٹھی ہوئی ہے۔ نواب فصاحت جنگ بہادر نے جان صاحب کے دوستوں کی زبانی سُنی چند روایات بیان فرمائیں، میرے ایک محترم شفیق نے جو اپنا نام کسی خاص مصلحت سے نہیں ظاہر کرانا چاہتے، باوجود اپنی مصروفیتوں

کے "ڈی تاسی" کے فرانسیسی تذکرہ میں سے جان صاحب کا حال، انگریزی میں ترجمہ کردیا، نواب اختر یار جنگ بہادر نے، جو دو ایک مشاعروں میں جان صاحب کو پڑھتے سُنا تھا، اس کا چشم دید حال سُنایا، اور اپنے کتب خانہ سے ایک نسخہ دیوان جان صاحب، مطبوعۂ مطبع "بلیبی صاحب" مستعار دیا، حضرت بہمیں صاحب نے، جو جان صاحب کے ہمعصر ہیں اور اکثر مشاعروں میں جان صاحب کو سُنا ہی، سترہ بہتر ہونے کے عذر کو پیش کرکے چند باتیں یاد پر زور ڈال جان صاحب کے متعلق بتائیں اور مرزا حسین علی خاں کے انگریزی کتب خانہ کو میں نے اپنا سمجھ کر، ان کی موجودگی، اور غیر موجودگی میں استعمال کیا۔ ان کا، انگریزی جدید ادب کے متعلق کتب خانہ ان کی خوش مذاقی کی دلیل ہو اور پڑھنے کے قابل کتابیں اس میں مل سکتی ہیں۔

تمہید مولوی نظام الدین حسین صاحب نظامی مدیر "ذوالقرنین"، بدایوں نے "قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند" کو مجھ پر صحیح کر دکھایا، بڑے بڑھاوے چڑھاوے کے خط لکھے، کہ میر یار علی جان صاحب کے دیوان پر مقدمہ لکھوں۔ حیران کہ الٰہی کیا کروں، مقدمہ کو چاہیئے وقوف، جان صاحب کے نام سے تو ہر ایک آشنا لیکن بڈھوں بڈھوں سے پوچھو، تو یہ کوئی نہ بتا سکے کہ جان صاحب سے خود ملا، اور پڑھتے سُنا زیادہ سے زیادہ کوئی پینتیس چھتیس ہی برس، جان صاحب کو مرے ہوئے ہوں گے کہ ان کے متعلق عجیب و غریب روایتیں مشہور ہوگئیں، کوئی کہتا ہی کہ میرٹھ کے رہنے والے تھے

کسی نے کہا فرخ آباد کے، کوئی لکھنؤ کا بتاتا ہے۔ "ڈی ٹاسی" تو ان کے کلام سے
اتنا متاثر ہوا، کہ اس نے تو ان کو میر اَمّن، کی بیٹی ہی بنا دیا، اور نواب
عاشور علی خاں بہادر کی شاگردی کا جھومر رکھ۔ بیچاری بچی کو فارسی کی گلستاں،
بوستاں اور بہارِ دانش پڑھوا کے شعر شاعری کے ڈھرّے پر لا ڈالا۔ محسن کے
حوالہ پر سارا زور باندھا، اسی فرانسیسی تذکرہ نویس نے، یورپ میں بچارے
میر یار علی، کو اچھے بچھے مردوئے سے عورت مشہور کرا دیا، کہ جب ہیولاک
ایلیس نے صنفیات پر، کتابیں لکھیں، تو ہم صنفی الفت میں غریب جان صاحب
کو پیش کیا، اور ان ہوئی باتوں کالم ان کے سر دھرا، مولوی نظامی صاحب
نے بڑی پخ یہ لگا دی، کہ مقدمہ بیگماتی زبان میں ہو، مجھے فکر ہوئی کہ
عورتوں کی بولی میں لکھا جائے تو پہلے فسانہ کی صورت اختیار کی جائے،
اور ایک عورت اس میں ایسی لائی جائے، جو بڑی چتر گیانی پڑھی لکھی،
عالمہ، فاضلہ، ہو اور وہ سب حال، جان صاحب کا بیان کرے، اپنی
زبان اس کے منہ میں دوں، اور رتی رتی پوچھ لوں، لیکن اس سے مجھے
گھن آئی، آخر اللہ توکلی یوں ہی لکھنا شروع کر دیا، خدا کرے سب کو
بھائے۔ جو میری محنت سہل ہو۔

مقدمہ

اللہ میاں میرے کیسے اچھے ہیں، کہ نبی جی کی اُمّت میں پیدا کیا،
اور کرشن جی کی محبّت دل میں ڈالی، صدقے اپنے نبی جی کے جس نے
کسی سے محبّت کرنے کو نہ ٹوکا، اور پڑھنے لکھنے کی وہ قدر کی، کہ چین تک
علم کی خاطر جانے کی صلاح دی، اللہ میاں کی سب چیزیں اچھی ہیں برا ہی
تو اپنا آپا یہ اچھوں سے بُرا ہو جائے، اور بُروں سے اچھا، کسی چیز کو بُرا
کہیں، ہمارا کیا منہ. شاعروں کو کوئی اچھا کہتا ہی، کوئی بُرا. اچھے ہوں یا بُرے
ان کے اعمال ان کے ساتھ، اس کا بھید. تو اللہ ہی جانے لیکن بات اتنی ضرور
ہی، کہ ہوتے یہ بیچارے بھولے ہیں، دُنیا والے، واہ واہ ہی کرکے. ان
نگوڑوں کا پیٹ بھر دیتے ہیں، بھوک لگتی ہی تو چلاتے ہیں. زمانے کی شکایت
کرتے ہیں، امیروں کی ڈیوڑھی کی، نیوتک کی ٹٹی، باپ. باپ کے چاٹ جاتے
ہیں کسی نے ذرا زور دے دیا، لے مگن ہو بیٹھ رہے. کھایا اُڑایا، پھر آن
موجود، بڑا ہو یا چھوٹا، پیٹ سب کے ساتھ لگا ہی، بیسیوں، یہی رونا روتے
مر گئے، اور پوتھ پورا نہ ہوا، میر یار علی، جن کا تخلّص ''جان صاحب'' ہی، ایسے
زمانہ میں پیدا ہوئے جبکہ لکھنؤ میں عیش عشرت کی کوئی انتہا نہ تھی، جب کسی

قوم کی تہذیب عروج پر پہونچ جاتی ہی، اور پھر ہوتا ہی، اس کا زوال شروع، تو مردوں میں رنگینی اور بانکپن، وضع داری، زیادہ آجاتی ہی، مرد عورت کونسا ایسا، ملک یا قوم ہی، جس میں نہ ہوتے ہوں، اور جہاں مردوں میں زیادہ حسن، اور عورتوں میں زیادہ دلربائی، نہ پائی جاتی ہو، عورت کی بات چیت میں وہ نمائی، ہوتی ہی کہ بڑے، بڑے سورما، خراٹ دونوں کو موہ لیتی ہی، لیکن چوٹی کا شرف تو اللہ میاں نے اُردو بولنے والیوں ہی کو دیا ہی۔ ان کی زبان، میٹھی، مثال انوکھی، خیال اچھوتے، مردوں کی تو باہر[۱] والوں میں کٹتی ہی، ان کی خوبو، ان میں رچ، بس جاتی ہی، لیکن عورتیں پردے کے کوٹ میں، ایسی اللہ کی حفاظت میں ہیں، کہ ان تک بُرائیوں کی رسائی نہیں ان کی زبان باہر والوں کے حملے سے محفوظ رہتی ہی۔ اُردو میں شاعری سینکڑوں برس سے ہوتی آئی ہی، لیکن عالی گوہر، شاہ عالم بادشاہ کے زمانہ میں، ایک مردوئے نے اپنے آپ کو رنگین کر، پردے والیوں کی بہت سی باتیں چرا، مردوؤں میں آنکارا کیں، مرزا حیرت نے چراغ دلی میں، اس کی ایجاد کا سہرا میر محمدی[۲] مائل کے سر باندھا ہی۔ جس کو غلطی سے سوز لکھ گئے ہیں، انشا تو بالکل خ تھا ہی، اس نے بھی بہتیری دھریاں اُڑائیں راحت، مرزا علی بیگ نازنین

---

[۱] باہر والا۔ گنوار۔ بدتمیز دلی کی فصیل سے جو باہر بسا ہوا ہو وہ باہر والا ہی، اپنا نیوں کا باہریا: دونوں کا باہر والا ایک ہی معنی رکھتے ہیں ۱۲ [۲] ریختی کا موجد ہاشمی دکنی ہی جو نصرتی کا ہمعصر ہی اس کا ایک دیوان ہی اور ایک مثنوی یوسف زلیخا ہی دکنی اُردو میں ہی یہ دونوں چیزیں کمیاب ہیں اس کا ایک شعر ہدیہ ناظرین ہی۔ رضا اگر مجھ کوں دیتے ہو گردی گھر میں جانے دو ؛ اگر چہ بیٹھنے کی فرصت صبح پھر آؤنگی چھوٹو

ماخوذ از تذکرہ شعرائے دکن۔ آغا حیدر حسن

اور بیسیوں پل پڑے، اور جان صاحب تو موا ہاتھ ہی دھو کے پیچھے پڑ گیا وہ
بکھان بکھانے اور آن کہنی کہہ گیا، کہ سُننے، تراہ تراہ، پکارتے تھے لکھنؤ سے
شہر میں! جہان جہان کا آدمی بھرا پڑا تھا، اور کسی نہ کسی سرکار سے متوسل
تھا، جان صاحب، بدنصیب کی بُری ہی کٹی، یہ نہیں کہ میر یار علی، جان صاحب
غیر مشہور رہا، کوئی نہ جانتا ہو، ۱۲۶۲ھ مطابق ۱۸۴۵ء میں پہلا دیوان چھپ چکا
تھا سارے ہندوستان میں، شہرت ہو چکی تھی، لیکن، سرکار دربار سے
راتب، روزینہ مقرر نہ ہوا، علامہ گارڈن ڈی تاسی، جس نے اُردو کے
شاعروں کا تذکرہ اپنی زبان فرانسیسی میں لکھا ہے، اس نے تو بچارے جان صاحب
سے بھوپال اور اورنگ آباد کے پتھر ڈھلوائے ہیں، لالہ سری رام نے ۱۲۶۴ھ
مطابق ۱۸۴۷ء اپنے "خمخانہ جاوید" میں تلاش معاش کے لیئے، دلّی کھینچ بلوایا،
اور پھر بھوپال بھجوایا، لیکن قسمت سب جگہ ساتھ رہی۔ ہر پھر کے پھر لکھنؤ پہنچے
جہاں جائے بھوکا، وہیں پڑے سوکھا، لکھنؤ کی شاہی سیاہ بر چڑھی،
تباہی آئی، لکھنؤ کا آخری تاجدار، نواب واجد علی شاہ تھا، نواب کی رنگ
رلیاں مشہور خاص و عام ہیں، نواب عورتوں کا ایسا شیدا تھا، کہ فنا فی النسا
ہو کر رہ گیا، کہنے والے، کہتے ہیں کہ جب معزولی کا حکم آیا نواب چھپر کھٹ
میں زچہ بنا پڑا تھا، حکم دیکھ، دھاڑیں دھاڑ رونے لگا، ارے صاحبو! تین
دن کی بچی زچہ پہ بھی، یہ ستم ٹوٹتے سُنے ہیں، سلطنت کی تباہی، اور اپنے
گھر کی بربادی نے، دُکھے دل سے یہ بول نکلوا ہی دیئے "میں تو دیتی ہوں پنجتن
کی دوہائی، موری لکھلؤ نگری"۔ جو نواب، خود اس فن میں کامل ہو، وہ بچارے

جان صاحب کی خبر نہ لے، اس کو کرموں کا کھوٹ نہ کہا جائے، تو کیا کہا جائے؟

جان صاحب کا پہلا دیوان جو ۱۲۶۲ھ کا چھپا ہوا ہی، اس کے مطالعہ سے انقلاب سے پہلے جو لکھنؤ کی تہذیب و معاشرت تھی، اس پر کافی روشنی پڑتی ہی اس زمانہ میں یہ دیسی کپڑا لکھنؤ میں پہنا جاتا تھا، پھولام، محمودی، شبنم، آب رواں، تن زیب ٹانڈا، جامدانی، شربتی، شفق، قلندری موتی چھینٹ رادھانگری، گلبدن، کمخواب، مشجر، چارخانہ، نینوں، نین سکھ، گاڑھا، اور گزی، ولایتی کپڑا بھی لوگ پہننے لگے تھے، جیسے گاچ، کاملیٹ، لنکلاٹ اور لمدراز لکھنؤ کے دو تین نواب، فرنگیت میں بہت بڑھے چڑھے تھے، نصیر الدین حیدر کو فرنگی سجاوٹ، آرائش و زیبائش کا، بڑا زعم تھا، فرنگی کا فرکی پہنتا، اور خواصیں، ناسوتیں سہیلیاں حرم میں اکثر فرنگنیں اتھیں، جب سر کے سرہرے کا یہ حال ہو تو رعیت تو جو نہ کھل کھیلے تھوڑے ہیں جان صاحب اپنے رسم و رواج اور اپنی تہذیب و معاشرت کی، پائمالی دیکھ دیکھ کر پیچ و تاب کھاتا، اور جوں جوں، فرنگی لکھنؤ میں چلتے پھرتے دکھائی دیتے ووں ووں، کو ٹلوں پر لوٹتا ایک جگہ تنگ کے کہتا ہی:-

گُلّو نظر آنے لگے، اب لاکھوں ہی گورے

زر گور ہوا لکھنؤ کمپو سے زیادہ

اکثر مسلمان رئیس، گھروں میں، فرنگنیں ڈالنے لگے، بھلا جانصاحب سے اس للموئی ڈاین کی سوتیا ڈاہ، کب سہی جاتی، جل کے کہتے ہیں:-

مجھ کو توڑ ڈالا گھر میں، فرنگن کے ہو مرید
مسجد بنائی آپ نے، گرجا کے سامنے

جان صاحب، گلبدن، سنگی کے بر کے پائچوں کا پائجامہ، گھیتلی جوتی، شربتی محمودی، تن زیب کا انگرکھا پہنتے تھے، اور ٹانڈے کی جامدانی کی، پیچ گوشیہ ٹوپی اوڑھتے، اس بچارے کو یہ انٹی ٹاٹ کی کافر کرتی، کب خوش آتی، کیونکہ نواب کے ساتھ اس کے اکثر مصاحب فرنگی چپکو ال پہست وردی پہننے لگے تھے، کسی نے سچ کہا ہے:-

"آدمی کو دیکھ آدمی ڈھنگ پکڑے، خربوزے کو دیکھ، خربوزہ رنگ پکڑے"

جان صاحب سے نہ دیکھا گیا کہ اچھی خاصی صورت بھلے مانسوں کی سی ہوا بنالی، تو کہتے ہیں:-

پہن کے کپڑے انگریزی میاں خوش رو نکلتے ہیں
نئے موتی محل سے بن کے اب لو نکلتے ہیں

حویلیوں میں جب لال منہ کی فرنگنیں گھسنے لگیں، "آسیکھ پڑوسن مجھ سی ہو" تو ان کی دیکھا دیکھی، اچھی بھلی بیویاں، محرم کرتیاں چھوڑ، جاکٹیں اور فرنگی ترکش کی کمریاں وغیرہ پہننے لگیں، بنائو سنگھار، مانگ پٹی میں بھی فرنگیت کا عمل دخل ہوا۔ "کوا چلا ہنس کی چال، اپنی بھی بھول گیا" جان صاحب کی فرنگی بیزاری نے اس لباس کے ملبوسوں کو ابی شادی بنا دکھا دیا، کہتے ہیں:-

کپڑا انگریزی نہ میں پہنوں گی، موتی خانم
ماں جو لولو ہو تو کیا بیٹی بھی لولو ہو جائے

محل دو محلے، حویلیاں، بارہ دریاں، چھوڑ چھوڑ کے، اُلٹی خصلت لوگ کوٹھیوں، بنگلوں میں، فرنگیوں کی طرح، جنگل ویرانوں میں جا رہنے لگے، نئی نئی فرنگی معاشرت جو اختیار کی تھی، تو فرنگیوں سے اس کے لوازمات سیکھنے کے لئے ان میں گھستے، اور اپنا قبلہ و کعبہ سمجھتے، بھلا جان صاحب کو یہ گورے نجاست کے بورے، کالوں اللہ کے پیاروں کے مقابلہ میں کب بھلتے تو جو لوگ چھاؤنیوں میں نئی کوٹھیاں بنا کے رہنے لگے تھے، ان پہ چوٹ کرتے ہیں:-

جا کے کمپو میں بھی اک گورے کے ہیں ہاں رہی
وہ نہ تھا اس میں مزا، جو کہ ملا کالوں میں

دیس پرستی کا یہ عالم تھا جوان کے اکثر اشعار سے ظاہر ہو چکا۔ کہ کس قدر سودیشی کے جان صاحب حامی تھے اس زمانہ میں جب کہ نہ مہاتما گاندھی جی تھے، اور نہ لالہ لاجپت مہاراج۔

ہندو مسلم اتحاد پر جان صاحب کا یہ شعر دال ہے:-

گو آبرو مرزا کی ہے گنگو سے زیادہ
اسلام ہے رغبت مجھے ہندو سے زیادہ

اب کہو کہ نفس واقعہ بیان کرتے ہوئے پھر ہندو کی محبت کا دم بھریں۔ ان کو، نہ تو سروجنی نائڈو نے سکھایا اور نہ میاں محمد علی شوکت علی ہی سکھانے گئے اگر جان صاحب آج کو زندہ ہوتے تو قومیات میں، ان کو اونچی کرسی ملتی۔ کیونکہ وہ اب سے پہلے ہی عدم تعاون کے حامیوں کو نصیحت

کر گئے، دیکھو خبردار، تم معافی مانگ کر، قومی تحریک کو خاک میں نہ ملانا۔

کیوں پاؤں پہ سر رکھتے ہو، تم ہاتھ نہ جوڑو
کولھا، اجی کیا کاٹے گی اسرکار تمہارا

پھر غیرت دلاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ "تھالی کے بیگن نہ بننا، کہ کبھی حُر اور کبھی استبدادی کبھی پہنی کھادی اور کبھی جی حضوری، مستقل مزاجی کی تعلیم دیتے ہیں۔

جب اوکھلی میں سر دیا، دھمکوں سے کیا ڈر
سب کو خدا دے ایسا دیا ہی جگر مجھے

ایسا نہ ہو کہ قید خانے، جرمانے اور قیچیوں سے ڈر جاؤ، بہت سی جگہ، اپنے زمانے کی نذر و نیاز کا تذکرہ کیا ہی، جاگتی نوبت کا کونڈا ایسے موقع پر کیا جاتا کہ جب کوئی اپنا پیارا کہیں چلا جاتا تو اس کے اصل خبر سے سلامتی کے ساتھ واپس آنے کی منت مانتے، اور رت جگا کر کے، کونڈا بھر کے نیاز دلاتے تھے، اسی کو جان صاحب کہتے ہیں:

آملا بچھڑا سجن، مانا تھا میں نے بیگما
سو نہ جانا، جاگتی نوبت کا ہی کونڈا کیا

سید جلال کے بھی کونڈے بھرے جاتے تھے، اس کا پتہ جانصاحب یوں دیتے ہیں۔

ہمسائی مرے سر کی قسم، آئیو ضرور
کونڈا کروں گی جمعہ کو سید جلال کا

جب فال میں بدفالی ہوتی، تو بی راسا کے نام کا چھلّہ دھو کے اُٹھایا جاتا، اس سے شاید نیک فالی کا شگون لیتے ہوں، جان صاحب نے اسے اس طرح بتایا ہے:-

نکلی ہے کھوٹ شیخ کی گہ فال میں بوا
چھلّہ اُٹھاؤ دھو کے بی آسا کے نام کا

جس کسی کی چیز چوری چلی جاتی، اور ملنے کی کوئی صورت نہ ہوتی، چرانے والا ہوتا پکّا چور کہ کسی عنوان چیز نہ اُگلتا، تو جس کی چیز چوری جاتی، وہ بروں کی جان پر صبر کر کے اللہ کے گھر میں چُرانے والے کا نام لیکر، اس کے نام کی اینٹ، اُلٹ کر رکھ دیتا، اور یہ عقیدہ رکھتا، کہ چرانے والے کی اینٹ سے اینٹ بج جائے گی، جان صاحب اپنی ہمسائی کی جان پر صبر کر کے، اپنی دوگانا سے کہتے ہیں:-

رکھیں ہمسائی مرا مال چرا کے گھر میں
اینٹ اُلٹوں گی دوگانا میں خدا کے گھر میں

جس مکان کی کڑیاں چرچر کرتیں، وہ مکان منحوس سمجھا جاتا، اس کی نحوست دور کرنے کو دہی کے چھینٹے کڑیوں پر دیئے جاتے تھے، اور ٹوٹکے کیئے جاتے اور خیال کیا جاتا کہ کڑیوں کا چرچرانا سنا ونی یا کسی رہنے والے کی مرگ کہانی کو بتاتا ہے، اس لیئے اس حصّہ مکان کی بود و باش، ترک کر دیتے تھے، جانصاحب نے بھی ڈر کر وہاں سے اُٹھنے کو کہا ہے:-

بی! بولنا منحوس ہے اس چھت کی کڑی کا   کب سے تھے پہ رہو آکے یہ دالان کرو ترک

اسی طرح دولھا، دلھن کے سہرے کی لڑی ٹوٹنے کو بدشگنی سمجھتے اور اس سے سہاگ کو دیرپا نہ جانتے :-

ہو خبر، دلھن دولھا کی، ماتھا مرا ٹھنکا
اچھا نہیں، یہ ٹوٹنا سہرے کی لڑی کا

راگنیوں کے وقت اور بے وقت الاپنے پر بھی بڑا عقیدہ تھا، جان صاحب کو چونکہ موسیقی سے ایک طبعی مناسبت تھی جس کو دبی زبان میں اس طرح قبولتے ہیں :-

ہے شوق گانے بجانے کا جان صاحب کو
جو گھر میں ان کے یہ چنگ و رباب رہتے ہیں

بھاس کے بے وقت گانے کو منع کرتے ہیں، کیونکہ اس کے بے وقت الاپنے سے لڑائی ہو جاتی ہے اس لیے جتاتے ہیں :-

جان صاحب! کہیں نہ قصہ ہو
گانی بے وقت ہو، بھاس خواص

آب خورے سے سر پر پانی ڈالنا برا سمجھا جاتا تھا اور خیال تھا ایسا کرنے سے بال اتر جاتے ہیں، اور بال خورہ ہو جاتا ہے، جان صاحب بھی نصیحت کرتے ہیں :-

نہ آب خورے سے ڈلواؤ سر پہ پانی تم
اسی سے اے بوا! ہو جاتا بال خورہ ہے

اکثر گھرانوں اور خاندانوں میں بعض چیزوں کی مار سے دبلے ہو جانے کا

اندیشہ کیا جاتا، یا کسی روگ کے کھڑے ہو جانے کا خوف ہوتا، مثلاً اگر کسی کے جھاڑو لگ جاتی تو وہم کرتے کہ سوکھے کی بیماری لگ جائے گی، اس لیے جھاڑو کی تیلیوں کے سرے توڑ کر تھتکار دیتے، اگر یہی جھاڑو، کُتّے، بلّی کے لگ جاتی تو وہم کرتے کہ انھیں کھانسی ہو جائے گی اس لیے اس کے توڑ کو تیلیاں توڑ تھتکار دیتے، پھر ٹہنی سے بھی نہ مارتے اور وہم کرتے تھے، پھکنی سے مارنے تو خیال کیا جاتا کہ آدمی موٹا ہو جاتا ہے، کفگیر سے اگر مارتے، تو جانتے کہ پٹنے والے کو ہوکا ہو جائے گا، اس قسم کے توہمات ہیں، دنوں اور وقتوں کو بھی دخل تھا اس لیے جان صاحب کو ہول اٹھا، اور وہ پکار اُٹھے:-

منگل کا دن ہے صاحب! ہو جائے گی وہ دُبلی
بچّی کو مہری دیکھو، مارو نہ تم ٹھہرے

ایک جگہ، زنانخی کو سمجھایا گیا ہے:-

نہ کر رات کو کنگھی، سر میں تو اپنی
زنانخی! بہت دل پریشان ہوگا

وہ بچّہ، جو پاؤں کے بل پیدا ہوتا تھا، اُسے پائل کہتے تھے، اور ٹونے ٹوٹکے میں اس سے بہت کچھ مدد لیتے تھے، کمر میں چک آجاتی تو یہ ٹوٹکا "ایک پر ایک" سمجھا جاتا کہ پائل کی ٹھوکر لگوائی جائے، اس لیے جان صاحب کہتے ہیں:-

پائل ہو دوگانا، ذرا ٹھوکر تو لگا جا
چک آئی ہے، اُٹھا نہیں جاتا ہے کمر سے

جب بچّہ کسی سے اُپراتا، کسی طرح اُس کا ہڑکا دور نہ ہوتا تو قبر کی مٹی

چٹاتے، تاکہ وہ ہل جائے، اور گیئے کا ہڑکا نہ کرے، جان صاحب، نے اُس کو اس طرح بتایا ہی:-

بے طرح پچی ہی، کندن سے، ہلی ای صاحب!
قبر کی مٹی، چٹانا اسے اکسیر ہوئی

بلی، اگر کسی کا رستہ کاٹ جاتی، تو خیال کرتے، کہ جہاں جانا ہوگا وہاں بدمزگی پیدا ہوگی اس لیئے اگر کوئی، گھر میں داخل ہوتے ہی جھگڑا نکالتا تو کہتے کہ بلی تو لانگ کے نہیں آئے، جان صاحب، لکھنؤ کی زبان میں اس کو اس طرح ادا کرتے ہیں:-

غرّاؤ نہ ای شیر خاں! لو ہوش کے ناخون
تم آئے ہو، بلّی تو نہیں نانگھ کے گھر سے

یہاں دلّی والوں کی لانگ کی بجائے نانگھ برتی ہی. اکثر الفاظ ایسے ہیں جو دلّی والوں کے خلاف محاورہ ہیں مثلاً دھڑکا بجائے خوف کے مرادف ہونے کے دھڑکن کے معنوں میں استعمال کیا ہی. مچھی جس کو دلّی والے بپّی اور باہر والے مٹھو کہتے ہیں. بوسے کے معنوں میں لی ہی. دلّی والوں کا بازاری لفظ "لگّو"، جس کے معنی آشنا یا دھگڑے کے ہیں. جان صاحب نے لکھنؤ والوں کی تقلید میں لگوار باندھا ہی جیسے:-

اُجڑا ہوا جو بس گیا گھر بار تمہارا
لگوار ہی شاید کوئی زردار تمہارا

خبر ہوا بمعنی واقف ہوا:-

نامرد ہی نہ جورو سے ابتک خبر ہوا
قربان اس حیا کے بوا سال بھر ہوا

سہپہری بجائے سہ پہر کے۔ ڈولی کا کرایہ جس کے لئے دلّی پیاری میں کوئی مفرد لفظ موجودہ زمانے میں استعمال نہیں ہوتا جان صاحب کا اس کے لئے کہاری[۵۱] موجود ہی۔ لیکن دلّی میں کہار کی جورو کو کہاری کہتے ہیں۔ ڈولی کے کرایہ کو نہیں، اسی طرح "قرق بٹھانا" دھونس بٹھانے کی بجائے برت گئے ہیں۔ اور "قرق کرنا" حکومت کرنے کے معنوں میں لیا ہی۔ "چاندی کا پہرا" نیک قدم اور "سونے کا پہرا" سبز قدم کے بدلے استعمال کیا ہی "باد کا گھوڑا" ہوا کے گھوڑے کی جگہ باندھا ہی سختی کرنے کی بجائے "کوڑا کرنا" لگایا ہی عقل کام میں لانے کے بدلے عقل کام فرمانا، کام میں لائے ہیں "کتے لگ جانا" نیک لگ جانے کی جگہ لائے ہیں "ستم جوتنا" غضب ڈھانے یا ستم توڑنے کے موقع پر کہ گئے ہیں "مرچی[۵۲]" مرچ کی جمع استعمال کی ہی۔ مثلاً کہتے ہیں۔

اس پہ تو کرتی ہی یہ چرب زبانی باندی
مرچی منگوائی ہیں کیا خوب الے سی بازار سے تیز

۵۱؎ رنگین نے اپنے ہاں کہاری کرایہ ڈولی کے معنوں میں استعمال کیا ہی رنگین کے ہاں یہ استعمال یا تو لکھنؤ والوں کا اثر ہی یا اس زمانے میں شائد دلی میں کبھی انھیں معنوں میں استعمال ہوتا ہو (آغا حیدر حسن)

۵۲؎ مرچی حیدرآباد میں مفرد ہی اس کی جمع مرچیاں ہی۔ اور اہل لکھنؤ مرچ کی جمع مرچیں استعمال کرتے ہیں۔

دلی جانی میں اس کی جگہ مرچیں استعمال کرتے ہیں لیکن حیرت ہو کہ حیدرآباد میں مرچ کی جمع مرچی ابتک بجنسہ مروج ہو شاید گارسان دی تاسی نے جو اپنے تذکرے میں جان صاحب کو اورنگ آباد تک پہونچا دیا ہی تو شاید یہ دکنی مرچی یہیں سے باندھ کر بیچارا لکھنؤ لے گیا ہو۔ دکن کی سیر کا ان کے ایک شعر سے بھی پتہ چلتا ہی لیکن کچھ ایسا گھم میں کر گئے ہیں۔ کہ وہ چیستاں اور معمہ ہو کے رہ گیا۔

پتلیاں بھانمتی آنکھیں ہیں یہ حیدرآباد
ایک عالم کا دکھاتی ہیں تماشا دونوں

پتلیوں کا بھانمتی ہونا اور آنکھوں کا حیدرآباد۔ کچھ عجیب ہی بات ہو اگر بھانمتی اس سفلی جادو کے معنوں میں لیا جائے۔ جس کا رواج سارے دکن میں عام ہو۔ اور جس کی مدد سے پتلا بنا کر انسان کو گھر بیٹھے جو چاہیں کر دیتے ہیں۔ تو بھی کچھ مطلب حل نہ ہوا۔ غرض بہت سے الفاظ اور محاورات ایسے ہیں کہ دلّی والوں کے لیئے بالکل انوکھے اور اجنبی ہیں۔ جیسے رومال ہونا۔ بروٹ کا آزار۔ انگول کر۔ کلور۔ قورمٹھو وغیرہ جو انھوں نے اپنے مندرجہ ذیل اشعار میں برتے ہیں۔

دُکھ نہیں نے مجھے بھابی کو سکھپال ہوا	میرے سر ڈھکنے سے بھیا کو بھی رومال ہوا
خبر نہ لی مری۔ رکھوا کے پیٹ بھڑوے نے	الٰہی اس کو بھی آزار ہووے بروٹ کا
بی بی کا دانہ کھائے گی انگول[1] کر ضرور	بنّو اگر نہیں ہو نہانے کی احتیاج

[1] انگھول ہندی لفظ ہی بنڈا کھنگالنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہی۔ (آغا حیدر حسن دہلوی)

رہ رہ کے غصے آتے ہیں ماما کی گھور پر — کیا رنڈی سا ہو کا رے مرتی ہے چور پر
بچھیا سے شیخ کا نہیں بن نے کیا نکاح — چھوڑوا یا بوڑھا بیل ہے گائن کلور پر
رنگیں کی ریختی ہے سخن میر اریختہ — فیتے کو فوق کیوں نہ ہو باجی قور پر

دلوایا شب برات میں مُردوں کا فاتحہ
ٹوٹے گھڑے پہ بدھنی پہ مٹکے متھور پر

دلی میں فاتحہ مونث ہے مذکر نہیں ۔ خصوصاً عورتیں تو فاتحہ دلوائی ہی کہتی ہیں سوائے قور کے باقی الفاظ پوربی معلوم ہوتے ہیں. جو اہل لکھنؤ کی بولی کا ایک بڑا جزو ہیں. متھور شاید کلھڑے آبخورے کے معنوں میں لیا ہے ۔ اگر ان اختلافات کا جو دلی والوں اور اہل لکھنؤ کی زبان میں ہے. دیوان جان صاحب سے اقتباس کیا جائے ۔ تو ایک علیحدہ مستقل مضمون ہو سکتا ہے لکھنؤ میں چونکہ کمپنی کا بالفاظ اہل لکھنؤ سونے کا قدم بہت پہلے آچکا تھا ۔ انگلستان کے ہزاروں آوارہ گرد ۔ فقیر ۔ بھوکے ننگے ۔ یہاں کی دولت کے فسانے اور نوابوں کی داد دہش سن کے آن مرے تھے اور فرنگی جلاہے اپنے ساتھ لمدراز ۔ لنکلاٹ ۔ کامبیٹ ۔ اور گاچ کے تھان اور گٹھے کے گٹھے لے آئے تھے ۔ اپنے مال کو ٹانڈے کی جامدانی اور بنارس کے کمخاب گلبدن کے مقابلے میں لوگوں کی آنکھوں میں دھول دے کے کھپاتے تھے ان اجنبیوں کی گڈامڈ بولی سے یہاں کی زبان نہ بچ سکی ۔ جان صاحب نے بہت بہادری سے مقابلہ کیا ۔

جان صاحب نہ ہوا اس پہ اسد خاں نے کیا — ایک رفل شیر بچہ ایک تمنچہ خالی

انھوں نے اس کے جواب میں تیر برسائے:-

رہے نہ آنکھوں کے ترکش میں تیر پلکوں کے

بوا بھوؤں کی کماں کا گمان نہیں باقی

جب ہار گلے کا ہار رہوئی تو تبدیل لباس کی ٹھانی محرم کا زمانہ لال پشواز جو آئی تو جل کے کہتے ہیں:-

منگوائی گون سبز تھی وہ لائے ہین سرخ

قطامہ بنوں پہنوں محرم میں ہین سرخ

(یہاں ہین مصدر پہنا کا لباس کے معنوں میں استعمال ہوا ہی) آخر التجا کی گئی:-

سو رہو کمرے میں اب منہ پر روپٹہ تان کر

اس میں بہتر ہی کہا میرا کریں منظور آپ

ایک جگہ سوکن کے جلنے بھننے پر کہا ہی:-

سوت چھپا میری انگاروں پہ یہ لوٹے ہی

کیا مرے ہاتھ سوالاکھ کا ہی بل آیا

اب ذرا کمپو میں ان کمپنی والوں کی عدالت اور کمپنی لوٹ کے جوہر دیکھئے جو اس طرح کھولے ہیں:-

انگریزی رہے قیامت تک

دے نہ ایک دن کہیں خسارا نوٹ

جان صاحب نوٹ کو لوٹ سمجھے تھے انگریزی بمعنی انگریزی حکومت

اور اس کے قیامت تک کے قیام کی دُعا اس لوٹ کے خسارے کے دھڑکے
کے ساتھ کس بلا کی شوخی لئے ہوئے ہی۔ اب عدل کی طرف رجوع کرتے ہیں
پنے جو کوڑی نہیں تو اپنا سا مُنہ لیکر لوٹتے ہیں:-

پہلے ہی چاہئیں اسٹام کے کاغذ کو سوپے
ہو کے نادار چلے کرنے ہیں فریاد عبث

اس میں "پہلے ہی چاہئیں" نے تاجر حکمرانوں کے ہاں جنس عدل و انصاف
کی آڑت کے گٹھر بڑی بولی والوں کے حوالے کرنے اور اس کی عام خرید فروخت
کو خوب بھرے بازار دکھایا ہی۔ نہ رہا گیا تو ایک جڑ ہی دی:-

اپنا گھر بھرنے کا اس وقت کے حاکم کو ہی دھیان
ملک چھن جاتی ہی۔ اب ملتی ہی جاگیر کسے

انہی گڈامی لفظوں کے چسکے میں ایک جگہ اپنے کوچے سے بھٹک گئے
ہیں اور بڑی پاکیزہ تشبیہہ و استعارے اُٹھا کے لائے ہیں۔ جو اس سے پیشتر
کسی کو میسّر نہ آئے تھے:-

مثل ارگن کے ہی اس طفلِ مغنی کا گلا
نور کی تانیں ہیں کیونکر نہ ہو تحریر پسند

طفل مغنّی اور پھر ارگن۔ خیر آرگن ہو۔ بل ہو۔ کماں ہو۔ یار فل ان لے
سے مفر ناممکن۔ اسٹام کی مجبوری۔ لوٹ کا لالچ۔ یہ بھی معاف ہوئے لیکن حجر
اور بارہ دری کو تنج کے کمرے ہیں جو اٹھوائی کھٹوائی لیکر پڑیں اور لیٹو از کو
دیا سلائی دکھا گو ںسے جو گونا کریں یا بدھیا بن کے اُٹھائیں تو یہ کس خدا نے

بتایا تھا۔ لیکن زمانے نے جان صاحب سے یہ سب کچھ اُٹھوایا۔ مرتا کیا نہ
کرتا اس زمانے میں لکھنؤ کی ہوا ہی بگڑی ہوئی تھی۔ بد رنگی دیکھ دیکھ کے
جھیرتے تھے۔

بنیئے تلنگے اب وہ محل پھاندنے لگے
ہوتا فرشتے خاں کا جہاں سے گزر نہیں

یہ سب بدعنوانیاں دیکھا کیئے۔ لکھنؤ جیسے شہر میں ان کی جیسی قدر
ہونی چاہیئے تھی نہ ہوئی۔ پیسے کی کشش اور پیٹ کی مارنے مارے ہی کھا
اپنی پریشانی میں کہتے ہیں:-

جو فکر ہوتی ہے روٹی کی شعر لکھنے میں
بُرا بھلا یونہی اے جان ہے لکھا جاتا

نہیں یہ تو غلط کہا ہے کیونکہ بھوکا گُدھم خوب لڑتا ہے۔ اور بھوکی شامت
خوب آسکتی ہے۔ اس روٹی کی ہوہو نے جان صاحب کو بھی بہت کچھ نئی سجھائی
ہے۔ کہتے ہیں:-

حلوائی کی دُکان کی پھبتی نہ کیوں کہوں
دن رات آسمان مٹھائی کا تھال ہے
ہے چاند اندرسا تو ستارے ہیں گولیاں
شاخیں کرن ہیں اور یہ سورج سہال ہے

اس کا مقابلہ بھی ذرا آرنلڈ کی جیب سی سے کرو جس کو خالی پیٹ میں

ٹموانا پوکارہنے والا؟

بوا یہ آٹھ میدے کی بنائی نافتائیں ہیں | جو کوئی چاند سورج کی طرف کرتی اشارا ہی
روا ہی گر کہوں رزاق کی سینی فلک کو میں | بوا میدے کا پیڑا دیکھو ہر ایک تارا ہی

زناخی چاند پہلی کا تو روٹی کا کنارا ہی

چودھویں کی چاندنی رات ہو اور چندا ماموں سر پر آ گئے ہوں۔ اور بی ہوائی دیدہ مہتابو جنھیں نہ جن کا ڈر ہو نہ بھوت کا اکیلی مہتابی پر چڑھی ہوں کہ پرچھائیں بھی ساتھ نہ ہو۔ پیروں تلے چھپ گئی ہو۔ اس ساری کیفیت کو کیسی شوخی سے ادا کیا ہی:۔

کوٹھے پہ چڑھی رات کو مہتاب اکیلی
سایہ بھی ہوا بھاگ گیا ایسی نڈر سے

بیساختگی اور بھولپن ذرا ملاحظہ ہو:۔

دیکھی جو اپنی چوٹی کی پرچھائیں رات کو
ہنسی سمجھ کے بھاگی ہیں اک چیخ مار کے

اپنی ہی چوٹی تک کی پرچھائیں سے چمکنا اور اس کو سانپ سمجھ کے رم کرنا کیا کچھ کم حلاوت بخش ہی اور پھر رسی نے جو وسعت معنوں کی باریکی میں پیدا کر دی ہی۔ اس کی ابھنی الگ اور درازی الگ رہی۔ اس تشبیہ کی پھنساوٹ ملاحظہ ہو:۔

کٹوری گیج کی پہنے ہو بھر گویاں کہوں پھبتی
اناروں پر لگا با آن کر مکڑی نے جالا ہی

صنائع بدائع اور لفظی و معنوی رعایات کا استعمال پرانی لکیر کے فقیر شاعروں کے ہاں واہ واہ حاصل کرنے کا سب سے سہل لٹکا تھا۔ اس لیئے جان صاحب کا سارا کلام اول سے آخر تک اس کی نذر ہوا۔ اب ایک محاورہ ہے "جوہر کھلنا" اس کو شعر میں کھپانے کے جو جو لوازمات مہیّا کیئے ہیں ملاحظہ ہوں:۔

سب سنتے تھے سیفو کو جس وقت کھلے جوہر
ایک اس کی حماقت پر فولاد بہت رو یا

جوہر کی رعایت اور سیف کی مناسبت سے سیفو نامی عورت کا لانا اور فولاد کو اس کی حماقت پر رولانا یہ سارا تمبا اسی بلا کے لیئے مول لیا ہے مشکل ہی سے کوئی شعر اس قسم کی رعایات لفظی و معنوی سے معرّا ہوگا۔

جان صاحب نے اپنے کلام میں جو نام مردوں اور عورتوں کے لکھے ہیں۔ وہ ایسے ہیں جو خانگیوں کسبیوں۔ امیروں کے گھر بڑی عورتوں خواصوں۔ نوکروں۔ لونڈیوں۔ غلاموں اور ادنیٰ طبقے والوں میں عام ہیں جیسے مہتاب۔ خسرو۔ موتی خانم۔ ستارا جان۔ مہرن۔ کلّو۔ چنپا۔ لولو۔ بچھیا وغیرہ عورتوں کے۔ اور چاند خاں۔ مہتاب خاں۔ گنگو۔ اسد خاں۔ فولاد وغیرہ مردوں کے امیرزادیوں۔ بیگموں۔ رئیسوں۔ نوابوں کے نام سارے دیوان میں کہیں نہیں آتے۔ یہ جان صاحب کی شرافت تھی کہ اُنھوں نے بڑوں کے نام تک کی اتنی حرمت کی۔ اب چونکہ نام ادنےٰ طبقے کے تھے۔ اس لیے ان کے لیئے بولی بھی انھیں کی لازم رکھی گئی۔ اور اسی طبقے کے خیالات کی ترجمانی کی گئی۔ اس طرح جان صاحب نے ایک سیرت نگار کی تعمق نظر اور وسعت

معلومات کا پورا پورا ثبوت دے کر اپنے صاحب کمال ہونے کی سند حاصل کر لی ہے۔ انہیں لوگوں کے اکثر نسخے چٹکلے بھی لکھ گئے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں :-

دوگانا جان تمہیں آن گنا مہینہ ہے
نہ کھاؤ گرم نگوڑا اچار ہوتا ہے

آگے ایک چھتیسی سو گھر گھالی کو کنواری بالی بنانے کا چٹکلہ بتاتا ہے :-

ہے خانم تو ہو نہیں پروا کچھ اے ہا — ملکر کسیس جونکیں لگا دوں گی تین چار
خانم کو اس طرح سے میں کنواری بناؤں گی

دوسری جگہ ایک اور نسخہ درج ہے :-

بودار جلا کر نہ اگر اس میں بھرو گی
دکھ دے گی زناخی یہ بہت چیز تمہاری

خون خرابے ہو گئے ہوں۔ تو خون روکنے کی ترکیب آپ بیتی کے طور پر بتائی ہے :-

کڑوی تونبی کے لیپ کر کے چار — سینکی میٹھے سے دن میں سو سو بار
نہ تھمی اس پہ بھی لہو کی دھار — دائی لالن نے ہو کے تب لاچار
کیا کہوں میں کہ کیسا کام کیا
گندے پانی سے آگے دھار دیا

اس کے آگے کے بند میں اس شرمناک رسم کو بیان کیا ہے کہ جس کا

اظہار بھری برات میں سُرخ رو سرخ چونڈا بناتا ہی۔ انھیں باتوں سے جل کر مولوی سید احمد صاحب مرحوم مولف فرہنگ آصفیہ نے اپنی فرہنگ میں "ج" کی تقطیع میں جب جان صاحب کو لیا ہی۔ تو یہ لکھ کر "جان صاحب نے ریختی گوئی میں اپنی اوقات عزیز کو رائیگاں کھویا" بیچارے کے سب کیئے دھرے پہ پانی پھیر دیا ہی۔ لیکن مولوی صاحب نے ناانصفی سے یہ رائے قایم کی ہی۔ حالانکہ انھوں نے اپنی تالیف میں صدہا الفاظ کی سند جان صاحب سے پکڑی ہی اور بیسیوں الفاظ ایسے ہیں جو ان کی لغت تک میں نہیں ملتے۔ جان صاحب نے اپنی شاعری کی بدولت بہت سے لفظ اور محاورے محفوظ کر دیئے جو زمانہ کی دست برد سے اپنے سیکڑوں دوسرے بھائی لفظوں کی طرح نیست و نابود ہو جاتے۔ اور یہ بڑا احسان جان صاحب کا اُردو زبان پہ ہی۔ خانما کا حال ہی نہ کھلنا کون خمپارا ہی۔ ع کچھ بھی کسی کی کچھنیا میں جا چھپتی لیکن اسی شعر نے بیچارے کو ادھر اُدھر نہ ہونے دیا۔

وہ کسبیوں کو دکھاتے ہیں اپنی جھب تختی
کچھ ہم بھی لوگوں کے آگے اُلٹے پھرتے ہیں

پ۔ ڈال۔ واؤ کی ردیف میں جو کہا ہی ایک ایک گالی پانچ پانچ من کی دے ڈالی ہی کہ جو نہ رکھی جائے نہ اُٹھائی جائے۔ اس ساری کی ساری غزل کو (اس دیوان کے) مولف کی مولویت نے نکلوا دیا ہی۔ جوانی کی ناپائداری پر جو رھم بھوگ سنائے ہیں وہ (اسی ردیف کی غزل سے)

پرشاد کے طور پر پیش ہیں۔ نقل کفر کفر نباشد:-

بے مروت کوئی ایسی نہیں دنیا میں نال
پھر نہیں آتی ہے یہ جا کے جوانی......

اپنے ہموطنوں کو خوش کرنے کو میر یار علی نے ہر طرح کے جتن کر ڈالے جس کا سارا پیرا نتیجہ یہ ہوا کہ راجہ نان پارے کے ہاں سے روٹی کا سہارا ہو گیا۔ اُس کا جان صاحب نے اس طرح گن مانا ہے:-

خدا دیتا ہے ٹکڑا نان نفقے کا سہارا ہے
وہ راجہ مجھ پہ مرتا ہے کہ جس کا نان پارا ہے

جان صاحب کی "قناعت" ملاحظہ ہو۔ اپنی روکھی سوکھی پہ اکتفا کی اور ہمہ نعمت سمجھ کر اسی پر گزران کی۔ کسی کی چکنی چپڑی دیکھ کے اپنی نیت نہ ڈانواڈول کی:-

اس کو قربان کروں اپنی گزی گاڑھے پر
میری جوتی سے میسر ہے اگر تاش تمھیں

دیکھو جان صاحب نے گاڑھا گاندھی جی کی حرص میں نہیں پسند کیا اور نہ اس میں کوئی اور مقصود مخفی نظر آتا ہے:-

ایشیا میں بادشاہ ظل اللہ سمجھا جاتا ہے۔ اور ہندوؤں میں تو ایک فرقہ ایسا تھا کہ وہ بادشاہ کے درشن بغیر ان جل نہ چھوتا۔ بادشاہ کی ایک جھلک نحوست بد نصیبی کو دور کرنے والی خیال کی جاتی۔ یہی عقیدت بادشاہ کے خاندان والوں اور سرکار دربار سے تھی۔ چنانچہ اس کا پتا جان صاحب نے

جو دربار کے داخلے پر فخر کیا ہی اس سے کچھ کچھ چلتا ہی:-

جاآن صاحب کا اجی ہو گیا کچھ اور دماغ
جب سے جانے لگے دربار میں شہزادوں کے

دوسری جگہ ولیعہد کی یاد فرمائی پر پھولوں نہیں سماتے۔ شادوں شاد اور نہالوں نہال ہو کے کہتے ہیں:-

جاآن صاحب میرا دل شاد نہ کیونکر ہو جائے
ہی ولیعہد بہادر نے کیا یاد مجھے

حاکم کے حکم احکام کی بجا آوری ہندوستانی کے خمیر میں ہی۔ جانصاحب نے کیا تڑت پھرت اس کی متابعت میں دکھائی ہی:-

ایسی ہی ایک لکھنی کہ جان صاحب اولے بھی
حکم آیا ہی میرے نواب کی سرکار سے

لیکن نہ یہ دربار ہی سازگار ہوئی نہ ولی عہد بہادر کی یاد فرمائی کام آئی۔ "دھاؤ دھاؤ جو کرموں کا لکھا ہی سو پاؤ" اس ناقدری سے تنگ آ کر بیچارا گالی گلوچ پہ اُتر آیا۔ شہر آشوب میں سب کی خوب ہی جی کھول کر دھجیاں اُڑائی ہیں۔ البتہ بادشاہ کو بچا گئے ہیں۔ سارا چھڈہ محکمۂ اخبار پہ رکھا ہی کہ وہ بادشاہ کو ان بدعنوانیوں کی کانوں کان خبر نہیں ہونے دیتا۔ اس کو یوں ادا کیا ہی اور قصیدے کا سا زور اس میں پیدا ہوتے ہوتے رہ گیا ہی:-

بادشا میرا نمازی متقی پرہیزگار	ای دوگانا رحم دل عادل سخی اور دیندار
سچ خبر پہنچے نہ جب حضرت کو لوگو زینہار	کیا کریں وہ یہ خطا اخبار کی ہی آشکار

کم ہی ہم پر جتنی ہو ہر شی کی شدّت آج کل

اسی شہر آشوب میں گلہ کار اطلاع دینے والے کے لیئے استعمال کیا ہی۔
کار کی ترکیب جو سادہ کار وغیرہ میں مروج ہی۔ "گلہ کار" میں لکھنؤ والوں کی
سبد کاری ہی[۱]:۔

جب کسی نے کچھ دیا دلایا نہیں تو بیچارا جان صاحب جلے پھپھولے
پھوڑنے لگا۔ اور گالیاں دے کر دل کی بھڑاس نکالنے لگا

بھڑوے نے فیضوں کے آگے جانصاحب اب نہ پڑھ
قدر کچھ کرتے نہیں ہیں ریختی کہنا عبث

اپنے قدر دانوں کا گلہ کس سادگی اور بیکسی سے کیا ہی:۔

جو قدر دان اپنے تھے ای جاؔن چل بسے
جب تو ہمارا ان دنوں یہ حال ہو گیا

زمانے کی ناواقفیت سے جو پراگندہ دلی و پریشان خاطری ہوئی
ہی اس نے کچھ سٹھیا سا دیا ہی۔ اس حالت کو کیسے سیدھے سبھاؤ ادا کیا ہی:۔

جاؔن صاحب نہ رہے جبکہ کسی بات کی قدر
جو ہنر یاد مجھے تھے وہ ہنر بھول گئے

اس موقعہ پر اس شعر کا موازنہ خوب ہو گا:۔

پہلے آتی تھی حال دل پہ ہنسی
اب کسی بات پر نہیں آتی

---

[۱] سبد:۔ لفظ سبد کاری کے معنی لفظوں کی گھڑنت۔

یہاں تو صرف ہنسی ہی رکی منہ بھنھا کے الگ بیٹھ رہو۔ لیکن جو ہنر یاد تھے وہ جب بھول بسر جائیں۔ تو کیسے گزر ہو۔ اس تنگ دستی اور حالت یاس میں کیا عالمگیر نظریہ کمال کا بیان کیا ہی۔ اور کس طرح ۲ وہ لفظوں میں:۔

جان صاحب رہا وہ تنگ سدا
جس کو حاصل کوئی کمال ہوا

بعض عقیدت مندوں کی الہامی کتاب میں ایک مضمون ہی جس میں نخل مادیت نے گہری گہری جڑیں جما کے مواصلت کی روحانی خوشی کو کافور کیا ہی اور بجائے اس کے کہ دوست کی آمد میں تن من دھن کسی کی سُدھ نہ رہتی بوریئے بدھنے کی فکر دامنگیر ہوئی۔ معتقد سر بسجود ہوں۔ فرماتے ہیں:۔

ہی خبر گرم ان کے آنے کی
آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا

اس مادّی احساس نے مالی مشکلات کی صورت اختیار کر کے یار کے آنے کی ساری خوشی کو ملیا میٹ کر دیا اور اختر بختر کے جھکنڈوں میں ڈالا۔ حالانکہ اس شعر میں اپنی بے سروسامانی کا اعادہ اور حالت یاس میں اس کا اظہار مقصود ہی۔ جانصاحب کے ہاں اس کی کیفیت بالکل متضاد ہی۔ آنیوالے کو خود فکر ہی۔ جانو رہے ہیں اس مست مولا دولا کے ہاں۔ دیکھیئے کوئی کھٹیا وٹیا پڑ رہنے کو بھی ملتی ہی۔ کہتے ہیں:۔

میں کیا جانصاحب کے گھر سونے جاؤں
سوا خاک کے چارپائی نہ ہوگی

بل بے وقوف یارا اور اللہ رے بے سر و سامانیِ میر یار علی۔ وید مقدس کی ہم سری تو جان صاحب کا کلام کر نہیں سکتا۔ حسنِ عقیدت الہامی مہر لگوائے۔ تو شرع توڑے والے زبان گدی کے پیچھے سے کھینچ نکالیں۔ اتنی ہمت نہیں جو کم از کم گرنتھ صاحب ہی کا مماثل قرار دیا جائے۔ اکثر لوگ ان کے کلام پر اعتراض کر بیٹھتے تھے۔ کس خوبی سے ان کی غلطی پر انہیں آگاہ کیا ہے۔ کہ اپنے گریبان میں منھ ڈالیں۔ اور کی پھلی نگھارتے ہیں اپنا ٹینٹ سوجھتا نہیں:-

کرتے بہت ہیں غیر کے کہنے پر اعتراض
اپنا کلام سوجھتا ہے جان کم غلط

جان صاحب کے کلام میں اخلاقی نصیحتیں بھی ہیں۔ "پر کو کنواں کھودو آپ ہی ڈوب ڈوب مرو" خضر اور پانی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اس کہاوت میں اس کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنی نظم میں کہا ہے:-

ہے مثل آپ ہی گرتا ہے وہ اس میں خضرؑ
کھودتا اور کی خاطر جو کنواں رہتا ہے

دنیا کی برائیوں پر چشم پوشی کرنے اور یہاں کی خرابیوں کے دیکھنے سے مواخذہ میں گرفتار ہونے کے خوف سے تمنا کی ہے۔ کہ دنیا کی کوئی بدی نظر نہ آئے تاکہ معصوم صفت اٹھ جاؤں:-

انکھ مندی اٹھ جاؤں باجی تو گنا ہوں کیوں
کھول کر انکھیں جو دیکھا او ہی دنیا خواب ہے

دو جوروؤں والے کے لئے لیئے ہیں:-

خصم دو جوروؤں کا ای بوا چوسر کا پانسا ہی
بدی جس سے کرے گا سامنا ہوئیگا ذلت کا

برائی سے بھلائی کو فروغ ہی اور نیکی کی قدر بدی کے مقابلے میں ہوتی ہی:-

اگر دوزخ نہ ہوتی فکر کرتا کون جنت کی
ہی رتبہ سوم کی خست سے حاتم کی سخاوت کا

اس میں دوزخ کے ڈر سے جنت کی فکر غور طلب ہی۔ پارساؤں کی پارسائی پر پانی پھیر دیا ہی۔ گنڈے تعویذ سے استغنا ظاہر کیا ہی اور ان پر اعتقاد رکھنے کو منع کیا ہی:-

یہ قول ہی مردوں کا خدا پر ہے ای جان
تعویذ کا قائل ہو نہ بوٹی نہ جڑی کا

تعویذ گنڈے تقدیر کے لکھے کے سامنے کچھ نہیں کر سکتے:-

جو کہ تقدیر کا لکھا تھا ہوا وہ باجی
کام آیا کوئی گنڈا نہ کسی کا تعویذ

راضی برضا رہنا اور ٹونے ٹوٹکوں کو نہ گردانتا۔ اس مطلب کو بتانے کے لئے جادو ٹونوں اور پری کی رعایت سے اس طرح نظم کیا ہی:-

سنو باجی پری خانم خدا پر اپنے شاکر ہوں
نہ ٹونوں کو سمجھتی ہوں کسی کے میں نہ جادو کو

سے گئے گزرے وقت میں بھی یہاں وہ روپیہ کی ریل پیل تھی کہ اٹھائے نہ اُٹھتا اور خرچ کیئے نہ خرچ ہوتا۔ ذرا سا بہانہ میل جول رشتے کنبے والوں کو اکھٹا کرنے کا ڈھونڈا جاتا۔ جب کوئی اپنے بال بچوں کا کلج نہ ہوتا۔ اور ارمان اُبلے پڑتا۔ تو گُڈے گُڑیوں ہی کا بیاہ رچا بیٹھتے۔ جانوروں کے پالنے کا بھی اس زمانے میں بیویوں کو بہت شوق تھا۔ لال۔ توتیاں۔ نرگس۔ اگن۔ پہبئی۔ شامہ۔ دیڑ۔ توتے۔ مینا۔ اپنی پیاری پیاری بویوں کے لیئے پالے جاتے بلّیاں بھی بیویاں پالتیں۔ اور ان کے بیاہ آپس میں کرتیں۔ ان کے بچّے ہوتے تو چھٹی چلّے کیئے جاتے۔ گلہری کے بچّے پالتیں۔ اپنے ہاتھ سے دودھ پلاتیں۔ اور انھیں ہلا لیتیں ان کے گلوں میں چھوٹے چھوٹے کارچوبی پٹے قیتون کی ڈوری پڑی اس کا سرا حرمر کی چڑیا سے بندھا۔ یا کیری کی زنجیر میں پڑا۔ گلہری کا بچّہ کبھی پکھوے میں بیٹھا۔ کبھی شانے پر چڑھا۔ شادی مہمانی میں بھی وہ دم کے ساتھ رہتا دستر خوان پہ ساتھ بیٹھ کر کھاتا۔ چونچل متنیاں جب آپس میں ملتیں۔ تو شادی بیاہ کا اشغلہ اُٹھتا۔ وہیں آپس میں اس کا نسبت ناتا طے کرائیں اور بڑی دھوم دھام سے شادی کرتیں۔ غرض اس قسم کے صدہا مسرفانہ کھیل دلّی لکھنؤ کی ارمان بیٹیاں کھیل کے اپنے ارمان نکالتیں امیروں کے چونچلے تھے۔ غریبوں کے اس میں پیٹ پلتے تھے۔ جان صاحب نے ایک خیلا جان بیلا کو جو ٹلھا اُٹھا ہی اسے یوں ظاہر کیا ہی:-

کرونگی دھوم سے شادی یو نسبت تو ٹھہری ہی
گلرا ہی مرا اور منجھلی بھابی کی گلہری ہے

سیج کی ساجھی کسی کو نہیں سہاتی۔ ہندوستان کی عورت کے خمیر میں سوکن کا جلاپا ہی۔ قصّے کہانیاں، ہولیاں، ٹھمریاں۔ سونیا ڈاہ سے بھری پڑی ہیں۔ جانصاحب نے سوکن کو پار لگا دیا ہی۔ لیکن وہ بلا کی کھٹک ہی کہ جو دور ہوئے پہ بھی دور نہ ہوئی:-

مر گئی سوت مگر غم نہیں بھولا مجھ کو
جانؔ صاحب نہ کبھی دل سے یہ کانٹا نکلا

جان صاحب کے کلام کی جیسی قدر ہونی چاہیے تھی۔ ان کے زمانے میں ان کے حسب دِل خواہ نہ ہوئی۔ جان صاحب نے ہندی اور پنجابی میں بھی کہا ہی۔ تمام اصناف سخن میں طبع آزمائیاں کی ہیں اور خوب خوب جولانیاں دکھائی ہیں۔ لیکن جدّت طرازی اس میں بھی کی ہی۔ قصیدے کو عورت بنا کے قصیدی کہا ہی۔ خمسے کی خمسی کی لیکن خود مرد بننے کا شوق آخر دم تک رہا ہر مقطع میں اپنے کو مرد ہی لکھا ہی۔ اور عورتوں سے خطاب کرایا ہی:-

ای جانؔ خوب کہتا ہی تو ہر زمین میں
تیرے ہی شعر سب کے ہوئے دلپذیر ہیں

اُستاد امانت نے جان صاحب کی توڑ پر دو گرگے عصمت اور ہدایت تیار کیے تھے۔ ان سے اکثر دُوؤ چونچیں ہو جاتیں۔ یہاں شاید جان صاحب نے انھی پر کانٹا مارا ہی یا کسی اور ہمعصر حریف پر چوٹ ہی:-

تمام عمر نہ آئے گی ریختی اس سے
کہے وہ ریختی ای جانؔ ہس کا منہ کیا ہی

نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ اپنے تذکرہ گلشن بیخار میں جان صاحب کی نسبت لکھتے ہیں کہ "اُس کا کلام نوجوانوں میں مقبول ہی" اور یہ فقرہ گویا جان صاحب کے دعوے کی دلیل ہی کیونکہ جان صاحب کو خود اس کا علم ہی اور خود کہتے ہیں:-

قدر کیا نامرد جانیں مردوئے جو مرد ہیں
جانؔ صاحب شاد ہوتے ہیں ہی سُن کر مجھے

عام شعرا جس طرح ردیف قافیہ سے تنگ نہ ہوتے تھے۔ اور وزن بحر سے نہ نکلتے تھے اور اسی پر مٹے ہوئے تھے۔ ریختی گو شعرا نے اس بوجھ کے علاوہ اپنے پر اور قیود عاید کر لیں۔ ریختی میں اضافت اور عطف کو حرام کر لیا۔ فارسی ترکیبیں جن میں اضافت او عطف سے گریز محال تھی ریختی اشعار میں لانی اہل کمال کی بے کمالی پہ دال تھی۔ اس لیئے اس قسم کی ترکیبیں اچھوتی کا لُگا بنی رہیں۔ اور ریختی گو شعرا نے ان کو چھونے سے کانوں پہ ہاتھ دھرا۔ مشاعرے میں اگر اس قسم کی کوئی طرح دی جاتی۔ تو ریختی گو بہت کنیاتے۔ جان صاحب نے بھی اس پر بہت تاؤ کھایا ہی:-

رنگ لے نڈی کا بندھے ایسی نہ کی کوئی زمیں — مردوؤں نے اپنے ہی مطلب کی ہاں ہاں کی طرح
فارسی کے قافیوں سے ریختی کو کام کیا — جان صاحب اُف ہی کیا کہتی بھلا ہاں کی طرح

تنگدستی اور ناقدری کے باعث برداشتہ خاطر رہتے تھے آخر کہتے ہیں:-

ای جانؔ لکھنؤ سے نکل جاؤں گی میں اب
اوقات مجھ نبختی کی ہوتی بسر نہیں

پہلا دیوان اُنھوں نے لکھنؤ ہی میں مرتب کیا ہی۔ جب یہاں رہتے رہتے

بیزار ہو گئے۔ تو دلّی چلے آئے۔ یہاں دال نہ گلی تو بھوپال چلے گئے۔ وہاں بھی کوئی پالنہار میسر نہ آیا۔ تو اورنگ آباد کی طرف رُخ کیا۔ یاں کیا کوئی تخت پہ بٹھا دیتا جہاں گئے قسمت ساتھ رہی۔ ہر پھر کے پھر لکھنؤ چلے آئے۔ گارڈن دی تاسی اور لالہ سری رام نے اپنے اپنے تذکروں میں ان کا حال لکھا ہے۔ مرزا قادر بخش نے اپنے تذکرہ گلشن سخن میں جس کو بعض صہبائی سے منسوب کرتے ہیں کہ صاحب عالم نے ستر روپے دے کر صہبائی سے لکھوا لیا تھا۔ جان صاحب کے دلّی آنے کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔ ہاں جان صاحب کی تعریف بہت کی ہے۔ شاید جان صاحب سے ملاقات بھی ہوئی ہو۔ کیونکہ مرزا صاحب بنارس میں رہا کرتے تھے۔ اور اکثر لکھنؤ میں آنا جانا رہتا تھا۔ جان صاحب اب لکھنؤ میں جم کے بیٹھے اور غدر کے کوئی پانچ چھ برس بعد ان کا دوسرا دیوان چھپا۔ اس میں پہلے کی نسبت پختہ کلامی زیادہ ہے۔ پہلا دیوان دل سے اُتر گیا ہے خود ہی کہتے ہیں:-

پہلا دیوان سب غلط میرا
اس میں ظاہر یہ تین چار ہیں عیب

اور دوسرے دیوان کا بڑا اُوچاؤ ہے:-

لیتے آنا چوک سے مرزا کو ونگی میرے
جانؔ صاحب کا چھپا ہے دوسرا دیوان!

اسی دیوان کی تاریخ بھی خود کہی ہے:-

ایک ہفتے میں بک جائینگے ہیں زر سے نئی ہنڈی مطبع سے تو نکلیں بہار سے صاحب دونو

ہیں منشی جی مطبع کے سچّا مہتمم اچھے — تجویز یہ نسخے وہ کیئے صاحبو دونو
بی جان کہی جان نے تاریخ بھی اچھی — دیوان بہت خوب چھپے صاحبو دونو

جان صاحب کا پہلا دیوان مطبع مرتضوی میں چھپا ہوا۔ ہز اکسی لنسی نواب میر یوسف علی خاں سالار جنگ بہادر کے کتب خانے میں موجود ہی اور دوسرے چھاپے خانوں میں بھی چند غزلوں کی کمی بیشی کے ساتھ چھپا ہی جانصاحب نے اس کی تاریخ خود کہی ہی:-

اجی اس کی تاریخ بیت الشفا ہی
یہ دیوان چاہت کا نسخہ ہی باجی

۱۲	ھ	۶۲
۱۸	۶	۴۵

دوسرا دیوان کلیات کے طور پر مطبع بلبینی صاحب میں حافظ محمد باقر کے اہتمام سے ۱۲۷۹ھ میں چھپا۔ اس میں کوئی ۱۱۶ صفحے مع حاشیہ کے ہیں اور پہلے دیوان کے کوئی ۸۴ پچاسی صفحے ہیں۔ گارڈن دی تاسی نے ۵۰ صفحے لکھے ہیں دوسرے دیوان میں پختہ کلامی زیادہ آگئی ہی۔ اور عطف و اضافت کی ترکیبوں سے بھی پاک نہیں کیا ہی۔ غزلوں میں لکھنؤ کا رنگ نمایاں طور پر عیاں ہی۔ اس دوران قیام میں واجد علی شاہ بے گناہ کا ملک چھنتے دیکھا۔ اور حکومت ایسی ایکاایکی بدلی کہ روٹی توے پر پڑی تو شاہی میں اور الٹی تو کمپنی کا راج تھا۔ چھری مار نے ایسا چپکا مارا کہ اختر ہما پھر ابھر ا بھی نہ سکا۔ انگریزی عمل دخل ایسی سہولیت سے ہوگیا کہ کسی کی نکسیر تک نہ پھوٹی۔ اس کو مسلمانوں کی بد قسمتی نہ کہا جائے تو کیا کہیں۔ اس کو جانصاحب کے استاد بھائی غریب چرکین نے اپنی زبان میں

چرکا ہی:[1]-

ایاموں کی خرابی سے گدّی نکل گئی

جان صاحب کا بھی کلیجہ پک گیا ہی اور وہ الحذر الامان پکارتے ہیں:-

دِل نے مزے اُٹھائے ہیں جیسا گزر گیا

ایسا خدا دکھائے نہیں انقلاب اب

اس کے برس ہی بھر بعد غدر کا ہلّڑ مچا۔ لکھنؤ والے اپنے ملک کی خاطر خوب جان توڑ کر لڑے۔ اور مسلمانوں سے زیادہ ہندوؤں نے اپنے ولی نعمت کا حق نمک ادا کیا۔ ستارہ گردش میں تھا۔ حرزا بر جیس قدر کی اَنّائیں۔ ددائیں۔ سوزنی ڈال گود میں لے کے بھاگیں۔ لیکن قدم قدم اور چپہ چپہ زمین پر خون کی ندیاں بہاتے گئے۔ اور بیریوں کو ملک آسانی سے واپس نہ دیا۔ اس گولہ باری میں محلّے کے محلّے اور بڑے بڑے عالی شان جنگی محل گولوں سے چھلنی ہو نا س ہو گئے۔ رہے سہے فاتح فوج نے کھود زمین کے برابر کیئے۔ جان صاحب نے چٹکی کھائی ہی:-

گیا ہی گوروں نے جس دن سے لکھنؤ میں بزن

ہر ایک ہو گیا آسیب سے مکان خراب

اسی افراتفری اور لوٹ کے زمانے کی بدانتظامی اور ہا تھا چھانٹی کو یوں بتایا ہی:-

---

[1] چرکین اس واقعہ کے بہت قبل زیارت کربلا کو جاتے ہوئے سمندر میں ہی انتقال کر چکے تھے
آغا حیدر حسن (دہلوی)

نگوڑے مرد جو بھگدر میں بھی نہیں بھاگے
اُنھوں نے لوٹا محلّے کو کر دیا محتاج

غدر کے بعد جو بھگڈر پڑی تو جان صاحب نہ نکلے اور پائنچہ بھاری کیئے اپنے گھر ہی بیٹھے رہے۔ اپنے اسی جگرے پہ خود ڈینگ کی لیتے ہیں:-

وہ سورما رنڈی ہوں نہ گوروں سے ڈری میں
بھگڈر میں قدم شہر سے باہر نہ نکالا

انقلاب سلطنت کے بعد جو ملک والوں پہ ستم ٹوٹتے ہیں۔ امیر فقیر اور شریف ذلیل ہوتے ہیں۔ جابروں کی بے ناتھ فوج کے ہاتھوں جو شریف بہو بیٹیوں کی مٹی خوار ہوتی ہے۔ اس کو جان صاحب نے اپنے کلیجے پہ ہاتھ رکھ کر بیان کیا ہے:-

اس انقلاب نے ہر ایک کو کیا محتاج
زمانہ ہوگیا بھگدر سے اے بوا محتاج

نئے حاکموں کی احتیاط اور ہاروں کو نامرد بنانے کے گُپت بھید اس طرح بتائے ہیں:-

چاقو تک رکھنا نہ اب گھر میں بہادر مرزا
حکم سے ہوتے ہیں سرکار کے ہتھیار تلاش

جب قیصر باغ کا مالی جس کے دم قدم سے ہریالی تھی۔ پاپیوں کے پنجے پڑا۔ پی سے سہاگ ہے۔ دولت سے برات ہے۔ حاکم سے شہر کی، وہ نوں جانصاحب

---

[1] دلی میں بھاگڑ کہتے ہیں۔

کی گو نواب واجد علی شاہ تک رسائی نہ تھی۔ نہ سہی لیکن لکھنؤ سے جان عالم ہوا گئے اودھ کو رنڈ یا منڈیا کر گئے۔ یا کم سے کم لکھنؤ نگوڑے کی تو جان ہی نکل گئی تھی۔ ہر طرف پریشانی اُداسی اور ایک ویرانی تھی کہ پڑی برستی تھی۔ جان صاحب پر اس کا کیوں اثر نہ ہوتا۔ کہتے ہیں :۔

اے جانؔ لکھنؤ میں تو ریختی ہی پڑھتا

بلبل چہک رہا ہے اجڑے ہوئے چمن میں

آخیر ہیں دل اُچاٹ ہو گیا۔ اور لکھنؤ بھر چھوڑو۔ اب نہ دلّی تھی اور نہ لکھنؤ ڈو ٹھکانے مسلمانوں کے رہ گئے تھے۔ ایک حیدرآباد دکن۔ اس کی نسبت تو عام طور پر مشہور تھا "دکن گئے نہ باؤ رسے اور رہے چندیری چھاپئں" ہندھیا کو اُترنا بڑی بات سمجھی جاتی تھی۔ مہینوں کا رستہ ٹھگوں ڈاکوؤں کا خدشہ چندیری سے آگے بڑھنا ناممکن تھا۔ یہیں پر مسافر کھیت رہ جاتا۔ چندیری ہی کو کو اکثر عورتیں غلطی سے کہاوت کہنے میں چنبیلی کہہ جاتی تھیں۔ جب بیگم صاحب کا کسی پر خفگی خانہ اُترتا۔ تو تا دیبا کہتیں کہ سلو کو چنبل پار اُتروا دوں اور اُف نہ کروں۔ غرض دکھن کی راہ بڑی کڈھب کٹھن سمجھی جاتی تھی۔ پھر ایک طرح کی دُدا بھی دامنگیر "میاں گئے دکھن اور وہی کرم کے لچھن"، وہاں بھی پہچانہ لیں تو ذرا شاعر جس کا دل ننھا سا ہوتا ہے۔ وہ تو اتنے لمبے چوڑے سفر کا حوصلہ کاہے کو کرنے لگا تھا۔ البتہ رام پور دارالسرور۔ دلّی لکھنؤ کے بیچ میں تھا۔ یہاں سے جو صاحب کمال بھاگا۔ اس نے نواب رام پور کا آڑ تلہ لیا۔ دلّی، لکھنؤ کی بربادی کے بعد یہاں کے ہری جگ مصطفےٰ آباد (رام پور) جا جمے۔ غالب گئے۔ داغ پہنچے

امیر مینائی۔ جلال۔ امیر آئے۔ بیسیوں شاہی خاندان کے یہیں پرورش پانے لگے
جان صاحب بھی جب اُکتائے اور اپنی بدنصیبی سے عاجز آئے تو لکھنؤ کے رہنے
پر پچھتانے لگے:۔

لکھنؤ سے شہر میں دیکھا نہ پنپا آج تک
جان صاحب سے نہیں کوئی زیادہ بدنصیب

آخر بیچ کلیجے پہ پتھر رکھ نکل کھڑے ہوئے۔ رام پور میں آئے۔ نواب تک
رسائی ہوگئی۔ گزارا مقرر ہوا۔ دربار میں آنے جانے لگے۔ حضرت امیر مینائی
سے بھی میل جول تھا۔ گلشن ہند کے ترتیب دینے والے عبداللہ خاں مولانا
شبلی کی زبانی ایک روایت نقل کرتے تھے۔ کہ نواب رام پور کے دربار میں
بڑے بڑے شاعر جان صاحب کا پاس و لحاظ کرتے تھے۔ عبداللہ خاں
اس زمانے کے ابوالفضل فیضی تھے جہاں تک کہ یاد اور حافظے کا تعلق ہے
ان کو ہر ایک کتاب حفظ یاد تھی۔ اور صفحے کے صفحے عبارت کے از بر تھے۔ جو
دوران تقریر میں مع قید شمار صفحہ بتا جاتے تھے۔ آخر زمانے میں ان کی بینائی
جاتی رہی تھی۔ اور کوئی پچاس سال سے زیادہ عمر نہ پائی ۱۳۴۱ھ میں انتقال
کیا۔ پنجاب ان کا اصلی وطن تھا۔ چھٹپنے میں والدین سے لڑ کر نکل گئے۔ ملک ملک
کی خاک چھانی۔ حیدرآباد کے نادن پکڑ لیئے اور فرمان باڑی میں دفن ہو لیئے
اللہ مغفرت کرے۔ بڑے دوست پرست امرنجان مرنج تھے۔

جان صاحب فرخ آباد میں کوئی ۱۲۳۴ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کے
والد کا نام میر امن تھا۔ جان صاحب بچپنے ہی میں لکھنؤ چلے آئے۔ اور

نواب عاشور علی خاں بہادر کی شاگردی کی۔ حیرت یہ ہوتی ہے کہ نواب عاشور علیخاں کے دونوں شاگرد رنگین اور میر یار علی جان صاحب تو اس قدر مقبول ہوں اور ان کا کلام پڑھے لکھے تو پڑھے جاہل ان پڑھ تک کو یاد ہو۔ لیکن خود نواب عاشور علی خاں کا ایک مصرعہ بھی کسی کے مُنہ سے سننے میں نہ آئے۔

جان صاحب رام پور آئے ہیں۔ تو کوئی تین بیسی سے اوپر ہی ویر ہوں گے۔ حضرت امیر احمد مینائی کے "انتخاب یادگار" کی تالیف کے وقت تریسٹھ برس کی عمر تھی چودھویں صدی کے تین چار شروع کے سال دیکھے۔ مٹی رام پور ہی کی تھی۔ یہیں عزیز ہوئی۔ عبداللہ خاں کے بیٹے کرامت اللہ خاں گستاخ نے اپنے ہاں مشاعرہ کیا۔ اس میں جان صاحب بھی شریک ہوئے تھے رام پور میں یہ مشاعرہ بڑے زور کا ہوا تھا۔ ایک دفعہ جب عبدالحلیم شرر نثار حسین نثار، مالک پیام یار اور ریاض احمد ریاض۔ حضرت امیر احمد مینائی مرحوم کے مکان پر آئے تو امیر مینائی مرحوم نے جان صاحب کو ان صاحبوں سے ملانے کو بلایا۔ جان صاحب نے اپنا کلام ان کو سنایا۔ بڑے مزے سے مٹک مٹک کر پڑھتے تھے کہ سننے والے لوٹن کبوتر بن جاتے۔

مدرا قد۔ گندمی رنگ۔ دُبلے پتلے۔ اچھی خاصی صورت۔ داڑھی منڈی۔ مونچھیں لکھنؤ والوں کی وضع کی۔ برکا پیجامہ۔ گھیتلی جوتی پاؤں میں۔ پیچ گوشیہ ٹوپی سر پر انگرکھا گلے میں۔ پڑھتے وقت دوستوں کے اصرار سے دوپٹہ بھی اوڑھ لیتے تھے۔ اور اس طرح بھاؤ بتا بتا کے پڑھتے کہ مارے ہنسی کے پیٹ میں بل پڑ جاتے۔ خود کہتے ہیں:

ریختی پڑھ کے بڑھاپے میں مٹکتا ہی بوا
جاؔن صاحب کی اجی دیکھو حماقت نہ گئی

ایک مرتبہ کپڑے ذرا بوسیدہ تھے اور جاڑوں کا تھا زمانہ رضائی اوڑھے ہوئے ایک رئیس کے مکان پر مشاعرے میں گئے وہاں پڑھتے پڑھتے اس طرح سے بل کھائے کہ رضائی کھووں پر سے ڈھلک گئی۔ اور ان کی شکستہ حالی رئیس پر ظاہر ہوگئی۔ اس نے ان کے کپڑوں کا انتظام کر دیا۔ بیٹا کوئی جانصاحب کے ہاں ہوا نہیں۔ ان کے کلام سے پایا جاتا ہی کہ بھانجوں کو متبنے کر لیا تھا۔

جاؔن صاحب سے نہیں جلتے ہیں میرے دلسوز
بھانجے مجھ کو یہ بیٹوں سے سوا پیارے ہیں

روحوں اور جنوں سے بہت ڈرتے تھے۔ رام پور میں ملا ظریف کی بزریا میں رہتے تھے۔ مکان کی ڈیوڑھی میں کسی بزرگ کا مزار تھا۔ حکیم نذیر علی خاں رام پوری کے چھٹپنے کا زمانہ تھا۔ انھیں جو شرارت سوجھی دونوں وقت ملتے جب مغرب کی نماز سے جان صاحب واپس آرہے تھے۔ مزار کے قریب راستہ گھیر کر کھڑے ہو گئے۔ جان صاحب کی جان نکل گئی۔ اور گڑگڑا کر ہاتھ باندھ کہنے لگے۔ ”حضرت خدارا اپنا جمال جہاں آرا مجھے نہ دکھائیے،، لیکن کسی سے نہ ڈرتے تھے۔ اور بہت بہادر تھے۔ ان کا شعر ملاحظہ ہو:۔

اپنے اللہ سے ہردم ہی یہ بندی کی دعا
روز ہی مردوں کی کھلے پھر کہیں تلوار بندھے

اِس دعا میں عورت پنے سے نکل گئے ہیں۔ کیونکہ ہندوستان کی عورتیں تو

غدر سے پچاس ساٹھ برس پہلے ہی بڑی بودی ہو گئی تھیں۔ تلوار کی چمک کی تاب نہ لا سکتی تھیں اور اس کے دیکھنے سے لرزتی تھیں بجائے کہ وہ اُس کی دُعا کریں کہ خون خرابے ہوں اور تلواریں نکلیں۔ ان کی بہادری کا ایک قصّہ سننے میں آیا ہے۔ ایک دفعہ شام کو میر یار علی کسی درگاہ پر گئے۔ لکھنؤ کی آبادی تو اس طرح بے ترتیبی سے واقع ہوئی ہے کہ ابھی جنگل بیابان لق و دق میدان اور ابھی پھر محلے قریئے شروع ہو گئے۔ لوٹیتوںؔ[1] کو جو ایک ایسی جگہ سے گزر ہوا جہاں آر جارکم تھی۔ تو چند ڈاکوؤں نے گھیر لیا۔ یہ ذرا نہ گھبرائے۔ اور کہنے لگے کہ بھیا تم لوگ ہم کو لوٹو ہی گے اس لیئے جو ہم اپنی خوشی سے کل سامان تمہارے حوالے کریں تو کوئی ہرج تو نہیں۔ قبلہ آپ قطار باندھ کر کھڑے ہو جائیں میں حصّہ رسد موافق سب کو دیئے دیتا ہوں۔ یہ کہہ اور نکال پاؤں سے کھٹیلی جوتی جس میں جڑے تھے نال (نعل) وہ بنوٹ کے ہاتھ دکھائے کہ ایک ڈاکو جو آگے بڑھا تو وہ پڑا جوتی کا پڑا کہ بھڑوے کی ناک کٹ گئی۔ غرض جو آگے بڑھا وہ نعل چھندیا منہ یا کن پٹی پر پڑا کہ العظمت للہ یہ دیکھ جدھر جس کا منہ اُٹھا بوہلا کے بھاگا۔ کہ کس بلا کا سامنا ہے۔ جان صاحب یہ کہتے ہوئے۔ ارے بھیا کہاں جاتے ہو اپنا حصّہ تو لیتے جاؤ۔ صحیح سلامت گھر واپس آ گئے۔ لکھنؤ میں جان صاحب کا مکان شاید رستم نگر میں تھا۔ کیونکہ وہ ایک اشعار میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ غدر سے پہلے جو ہندو مسلمانوں میں اخلاص پیار تھا۔ وہ غدر کے بعد باقی

---

[1] لوٹیتوں:۔ دلّی میلدی کے کارخانہ داروں کا لفظ ہے شرفا اس کا استعمال نہیں کرتے (آغا حیدر حسن دہلوی)

نہ رہا۔ اور ہندو جو یار جانی جانے جاتے تھے یار نانی ثابت ہوئے مسلمان لالہ بھائیوں کو غدار کہتے تھے اور ہندو میاں بھائیوں کو فسادی جھگڑالو۔ غرض آپس میں کدورت بہت بڑھ گئی تھی۔ اور اغیار اس کی ٹرجھونری ہی کے درپے تھے۔ ایک دوسرے سے دل صاف نہ رہے تھے اور ایک کو ایک بے وفا مطلبی خود غرض سمجھتا تھا۔ جان صاحب بھی اس بے وفائی اور ساتھ چھوڑ دینے پر بولیاں چھولیاں چھلاتے ہیں کہ ان کی یاری کیا نولکھا ہار پہنا دے گی اور کونسا نہال کر دے گی۔

چنپا گلے کا ہار رہی جو باغباں کے
کیا دھوتی بناء نے کیا تجھ کو نہال ہی

جان صاحب بہت متقی پرہیز گار تھے۔ انھوں نے جو کچھ خرافات بکی ہی یا گندی باتیں لکھی ہیں وہ نرا منہ ہی کا پھکڑ ہی۔ اس میں اصلیت کچھ نہیں یا جوانی تو دیوانی مشہور ہی ہی اس حالت میں شاید انشاء کی اس تقریر کے مصداق ہوں جو دلی کے ایک میر صاحب دریائے لطافت میں دلی کی بھٹیاری نورن سے کرتے ہیں۔ اور سعادت یار خاں رنگین کو نوازتے ہیں۔ کہ شریفوں کی جوان بہو بیٹیوں کو اپنا مشتاق بنانے کے لئے ریختی گوئی اختیار کی ہی۔ جوانی جیسی بھی چاہے رہی ہو۔ لیکن آخر زمانہ تو عبادت گزاری میں گزرا۔ ذرا رندی ملاحظہ ہو:۔

اُٹھا ہی ابر باغ میں کعبے کی سمت سے
لازم ہی ساقیا بطمی کا نکار آج

اس میں کمال دکھایا ہی۔ رندی مضمون کی رنگینی۔ تشبیہ کی خوبی۔ فقروں کی بندش اور پھر اختصار قابل داد ہی۔ ایک تو باغ اور پھر مغرب کی دھواں دھار کالی گھٹا۔ اس میں سفید بطوں کی قطار۔ دل و دماغ کو کس خیالستان میں لیجاتی ہی۔ شوخی دیکھیئے۔ کہ مغرب کی بجائے کعبہ کہا زہد دیکھیے کہ نگوڑی بطوں کا شکار لازم ٹھہرایا ہی نوش جان کرنے کی صلاح نہیں ہی۔ کیونکہ اس کی کیا خبر کہ شکار حلال ہو یا مردار ہو جائے۔

جان صاحب کے کلام کا بہت سا حصّہ ایسا ہی جو اِن کے زمانے میں بھی نہ چھپ سکا۔ بلکہ لوگوں کو زبانی یاد ہی۔ یا اکثر لغتوں میں کسی لفظ کی سند میں پیش کیا گیا ہی۔ وہ اس طرح سے کچھ محفوظ رہ گیا۔ لکھنؤ میں جو اُنھوں نے قصیدہ بیان وغیرہ کہی ہیں وہ تو اب ملتی نہیں۔ ہاں حسین باندی کوئی لکھنؤ کی کسبی تھی۔ اس کے حسن و جمال کی تعریف میں جو قصیدہ کہا ہی۔ وہ جانصاحب کے کلیات مطبوعہ مطبع بلبینی صاحب میں موجود ہی۔ اس کے چند اشعار ہدیہ ناظرین ہیں

عالم کے دانت کھٹے کرتے ہیں نار پستاں	یا غنچہ حسن کا ہی سینہ حسین باندی
بازو نہیں ہیں تیرے دونوں بس موج آب کوثر	مضموں یہ ہاتھ کا ہی پایا حسین باندی
شفاف ایسا پایا پائے نگاہ پھسلے	عالم غضب شکم کا دیکھا حسین باندی
یوں ناف وہ ہی سیلی پانی سے نکلی ناگن	ہی کام اس کا ڈسنا دل کا حسین باندی
بے مثل دونوں کولے او رحسن کی ہیں ہیں	دو لوح نور دیکھے ایک جا حسین باندی
ہاتھوں سے اپنے تجھ کو بس صانع ازل نے	سانچے میں نور کے ہی ڈھالا حسین باندی
شمشاد قد وہ تو ہی اے نونہال خوبی	ہر ایک قمری دل سے شیدا حسین باندی

بوٹے سے قد پہ تیرے سو بار ہوں تصدق سرو رواں صنوبر طوبیٰ حسین باندی

مرزا محمد مرتضیٰ عاشق عرف مچھو بیگ لکھنوی نے اپنی تالیف بہار ہند کے صفحہ ۲۰۸ پر جان صاحب کے چند اشعار سنداً لیئے ہیں وہ پیش ہیں :-

کیا دور کنواں تھا کنکہ کا اور شاہ چھڑا کی اوبی گلی

اپنا مطلب کرتی ہو گی رنڈی ہے وہ ایک ولی

ڈھونڈھ کے لائے میرا تیر اجب تک دھگڑا رم کلی

آؤ ڈگا ناچ - پ کھیلیں بیٹھے سے بگار بھلی

رام پور میں جان صاحب نے جو کہا ہے وہ ان کا کلام بہت کم ملتا ہے بعض شائقین نے کچھ جمع کیا ہے۔ ایک صاحب نے ان مشاعروں کی غزلیں یکجا کی ہیں۔ جو رام پور میں اس زمانے میں ہوئے تھے۔ اس طرح اگر جان صاحب کے کلام کی تلاش کی جائے تو مل سکتا ہے۔ اور ایک جا ہو سکتا ہے بعض عمائدین ریاست کی شان میں جانصاحب نے قصیدے وغیرہ کہے ہیں وہ رام پور کے اکثر گھریلو کتب خانوں میں موجود ہوں گے۔ رام پور کے کہے ہوئے کلام میں سے کچھ ہدیہ ناظرین ہے :-

عجب ہے نور کی صورت خدا کی قدرت ہے

کلیم کلب علی خاں ہیں طور ہے ہاتھی

غفران مکان نواب کلب علی خاں مرحوم جن کا تخلص نواب تھا جانصاحب کے قدردان تھے۔ ان کی سرکار سے بیس تیس روپے ماہوار جان صاحب کو ملتے تھے انہی کی بدولت لکھنؤ چھوڑا رام پور بسایا تھا۔ مداح اور ممدوح دونوں

اللہ میاں کا جلوہ دیکھنے تھوڑے ہی فصل سے آگے پیچھے سدھارے:

تصدّق ان کے مے سر سبز ہوں پھلوں پھولوں
قصیدہ مرد ہیں کہتے قصیدی میں سنے کہی

اب گارڈن دی تاسی نے جو جان صاحب کے متعلق اپنے تذکرے میں لکھا ہے اس کا اُردو ترجمہ[1] کیا جاتا ہے۔ جو لطف سے خالی نہیں۔ اس تذکرے نے تمام یورپ میں جان صاحب کو عورت مشہور کر دیا ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ گارڈن دی تاسی سا محقق ایسی فحش غلطی کر جائے۔

"جان صاحب میر یار علی جان صاحب یا صاحب جان جیسے محسن ریختی کی شان کہتا ہے۔ غلطی سے کوئی جی صاحب اور جان صاحب کو ایک نہ سمجھ لے (جان صاحب) ریختی لکھنے والی عورت ہے۔ جو میر امّن کی بیٹی ہے اور فرخ آباد میں پیدا ہوئی۔ لیکن لکھنؤ میں جا رہی جہاں اس نے اپنی ادبی شہرت حاصل کی۔ اور نگ آباد۔ بھوپال میں رہنے کے بعد بچپن ہی سے اس نے اپنے آپ کو موسیقی اور ادب کے لئے وقف کر دیا تھا۔ اس نے فارسی سیکھی، گلستاں بوستاں اور بہار دانش پڑھی۔ مختصراً یہ کہ نواب عاشور علی خاں بہادر کے مشورے سے ہندوستانی شاعری اپنا شعار ٹھہرایا۔ کریم الدین اس کو اپنی استاد بتاتا ہے اور اپنے کلام میں اس سے اصلاح لی ہے اس کے کلام کا مجموعہ دیوان میر یار علی کے نام سے پچاسی صفحے کے متن اور حاشیے پر لکھنؤ میں ۱۲۶۲ھ مطابق ۱۸۴۵ء میں چھپا تھا۔ اس وقت اس کی عمر صرف چھبیس ۲۶ یا ستائیس سال کی ہوگی یہ مجموعہ بڑی سرعت کے ساتھ ہندوستان کے خوش مذاق معاصرین میں پھیل گیا

[1] ترجمہ از گارڈن دی تاسی جلد دوم صفحہ ۸۵ - آغا حسن دہلوی

جس سے مصنّفہ کی بڑی نام آوری ہوئی۔ یہ عورتوں کی اس شاعرانہ زبان میں لکھا گیا ہے جس کو ریختی کہتے ہیں۔ اور جو زنان خانوں میں بولی جاتی ہے۔ اس کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ شاعرہ نے شاعری کے تمام عنوانوں کی تذکیر سے تانیث کر دی ہے۔ مثلاً غزل کی بجائے غزلی اور ریختے کی جگہ ریختی وغیرہ۔ ان بیان میں سعادت یار خاں رنگین کے مذاق کی تمام خوبیاں اور رنگینیاں بھری پڑی ہیں۔ لیکن ان میں نفاست اور نزاکت زیادہ ہے۔ اس شاعرہ کا تذکرہ صرف کریم الدین ہی نے نہیں کیا بلکہ محسن نے بھی لکھا ہے اور اس کی بہت سی غزلیں نقل کی ہیں۔"

اس تذکرے کی بدولت تمام یورپ میں جان صاحب کے متعلق ایک عام غلطی پھیل گئی۔ بیل نے اپنی انگریزی لغت مشاہیر مشرق میں جان صاحب کو عورت بتایا ہے۔ جان صاحب نے موج میں آکر بے سوچے سمجھے یار دوستوں کو خوش کرنے اور ان سے داد لینے یا خانگیوں کسبیوں کے جلسوں میں ان پہ بولی ٹھولی چھانٹنے اور چھیڑ خانی کرکے دو دو چونچیں ہونے کو انہی کی زبان میں انھیں جیسیوں کے ساتھ آپس کے معاشقہ کا سڑے بساندے لفظوں میں اظہار کیا ہے۔ اصلیت کوئی نہیں ہے۔ صرف منہ سے پھاگ اڑایا ہے۔ عورتیں آپس میں طرح طرح کے رشتے بدتی تھیں۔ دلی کی مٹی میں اللہ میاں نے محبت گوندھ دی ہے۔ وہاں کی عورتیں بے حد ملنسار اور محبّت والی ہوتی ہیں۔ جب محبت کی روانوں پر ختم نہ ہوتی اور اپنے پڑتی تو چاہت بھریاں غیر عورتوں سے آپس میں طرح طرح کے رشتے بدتیں۔ اور مثل ماجائی بہنوں کے ایک دوسرے کا

مان گون کرتیں۔ آپس میں لین دین سگوں کا سا ہوتا۔ نہ کوئی بُرائی تھی نہ کوئی خرابی۔ جب ایک دوسرے کی خو بو سے واقف ہو جاتیں۔ اور ایک کا ایک کو سبھاؤ بھاتا۔ چھیڑ۔ دل لگی۔ مذاق۔ چہل شروع ہوتی۔ دوگانا۔ بادام۔ دوگانا کیلا۔ دوگانا آم۔ دوگانا سنگھاڑا۔ دوگانا پان یا دوگانا موتی کبھی دو بلکہ نگینہ بھی کسی چیز میں چھپا کر یا دھوکے دھڑی سے موقع دیکھ کر اور دوسری کو بہکا کر اس کے سیدھے ہاتھ میں دوگانی چیز دے کر کہتی "فراموش" اگر اس ننھی نادان الھڑ بھولی نے چوک کھائی اور چپکے سے دوگانی چیز لے لی تو فراموش ہو گئی۔ بعض کھلو یا ولیاں کسی دوجیا کا ہاتھ پکڑ کے فراموش کرتیں اور ڈھائی ہزار لونڈی غلاموں کی فرمایش کرتیں۔ اب اس کے عوض میں جب چیز سے فراموش ہوئی ہو وہ ڈھائی لاکھ سے لیکر ڈھائی سو تک اپنی اپنی حیثیت بساط اور اوقات کے موافق فراموش کرنے والی کو دینی پڑتی تھیں اس دن سے یہ دونو دوگانا بہنیں مشہور ہو جاتیں۔ شادی بیاہ مرنے جینے میں مثل حقیقی بہنوں کے سمجھی جاتیں اور اسی طرح ان کی آل اولاد اور کنبہ رشتہ۔ فراموش سے بچنے کے لیئے یا تو اُلٹے ہاتھ میں لیتے تھے۔ یا اگر سیدھے ہاتھ میں لیتے تو کہہ دیتے "یاد ہے" پھر فراموش یونہی رہ جاتی۔ ایک بہناپا ہمرنگی کا تھا۔ جب دو بیویوں کے دل آپس میں مل جاتے اور ایک کا مزاج ایک کو پسند آجاتا تو آپس میں بد لیتے کہ جس محفل میں دونوں ملینگے ایک رنگ کے جوڑے پہنے ہوں گے۔ مثلاً ایک بھنبلی کا لباس نافرمانی ہے تو دوسری بھی نافرمانی ہی پہنے گی۔ اگر بادامی ہے تو دونوں کا بادامی ہی ہوگا۔ خو خصلت عادت طبیعت ایک ہی سی بنانے کی کوشش

کرتی تھیں جو چاؤ چوچلے حد سے سوا ہوئے تو صبح ہوتے ہی ددا جان. بوبو جان مانی یا کوئی معتبر چھوکری آئی اور کہ گئی کہ آج ہماری سرکار ایسا ایسا گہنا۔ اس رنگ کا کپڑا۔ اس کٹائی کا جوڑا پہنیں گی. ہمرنگ بہن نے بھی وہی چولا اختیار کیا جب آپس میں دل ملنے شروع ہوتے تو دل جان کا رشتہ جوڑتیں آپس میں بہت پیار اخلاص ہو جاتا تو دو سہیلیاں جانمن کا رشتہ بدتیں اور آپس میں ایک دوسرے کو جان من کہہ کر بلاتیں. جب محبت کے پینگ حد سے گزر جاتے اور ایک لمحہ جدا ہونے کو جی نہ چاہتا۔ جدا ہوتے تو جان بے چین ہو جاتی ملتیں تو جدائی کے خیال سے تھرّاتیں. اُٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے ایک کے خیال میں ایک محو رہتی۔ تو یہ چاہت کی ماریاں مارے چاہ کے ایک کو ایک دشمن کہکر خطاب کرتیں بھری محفل میں جب اس رشتے کی دو بہنیں ملتیں تو ناز محبت سے آپس میں سنمکھ ہوتے ہی وہ مزیدار میٹھی میٹھی لچھے دار گالیاں شروع ہوتیں کہ سُننے والی بیویاں ان گالیوں کا رشک کرتیں اور حقیقت یہ ہو کہ غدر سے بچی بچائی بڑھیاں ٹھڑیاں جو دیکھنے میں آئیں اور جن میں یہ رشتہ تھا ان کی گالیوں پر سے آج کل کی سہالیاں قربان کی تھیں. ایک رشتہ الائچی کا تھا۔ یہ بہنیں آپس میں الائچیاں کھاتیں اور سوائے الائچی بہن کے کسی دوسرے کو الائچی نہ دیتیں. بعض تو اس کی پابندی اس سختی کے ساتھ کرتیں تھیں کہ ماں باپ اور شوہر تک کو ہاتھ سے الائچی نہ دیتیں. بلکہ تھالی یا کشتی میں رکھ کے پیش کرتیں۔ اس طرح کی زیادتیاں اور حد سے گزری باتیں بسا اوقات اپنوں میں شکر رنجیاں پیدا کر دیتی تھیں

روپٹہ بدل کے دوپٹہ بدل بہن بنتیں۔ ایک پیر کی مرید ہو پیر بہن کہلاتیں۔ مہمانی کر کنبے والوں کو اکٹھا کرتیں اور بھرے کنبے میں دینی بہن بنائی جاتی اس سے لین دین اپنوں ہی کا سا ہوتا۔ قلعے میں بعض اڑد ابیگنیاں مرد مار عورتیں چچا اور ماموں کے رشتے آپس میں برتیں۔ اور ایک عورت دوسری عورت کو "اماں چچا"، "اماں ماموں" کہکر پکارتی ایسے رشتے والیاں کھڑی بولی لبے سبے بولتیں دران کے اُٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے میں مردوں کا سا دبنگا پن اور سختی معلوم ہوتی۔ مُرغ یا کبوتر کے سینے کی ہڈی جسے زناخ کہتے ہیں۔ دو عورتیں مل کر توڑتیں۔ یہ آپس میں زناخی بہنیں کہلاتیں۔ ریختی کے شاعروں نے دوگانا اور زناخی کے بکھان بگھانے ہیں۔ دوگانا اور زناخی یہ دو رشتے جب دلی سے لکھنؤ میں گئے۔ تو وہاں اِن کو گندے معنی پہنا کر خاک میں ملا دیا۔ دلی میں یہ رشتے ہمیشہ پاک سمجھ گئے اور کنبے خاندان والوں نے ان رشتوں کی وقعت کی۔ دلی کے ریختی گو شاعروں نے جو دوگانا یا زناخی کا لفظ استعمال کیا ہی۔ وہ آمد سخن کے طور پر "بوا"، یا "بہن"، "بیوی"، یا "بنو"، کے معنی میں برت گئے ہیں۔ اس قسم کے باہر مردانوں میں جہاں کسبیاں خانگیاں مردوؤں کے پہلو بہ پہلو ہو کے بیٹھتیں اور اس قسم کی محفلیں اس زمانے میں عام تھیں۔ شاعران نامرادوں کے چھیڑنے کو اور ان کی گالیاں سُننے کو یہی ہی ٹکر لیس ہانک جایا کرتے۔ یورپ والوں کو جب اس قسم کے اشعار ملے تو اُنھوں نے اَنہوئے معنے پہنائے اور ہزار شاخسانے نکال بات کا بتنگڑ بنا کر کھڑا کر دیا۔ ہیوے لاک ایلس نے جب نفسیات صنف پر

کتابیں لکھیں اور علوم جدید کی روشنی میں جان کے جواہر پاروں کو الکاتو پرکھ پرکھا اس کو لیس باس کی یونانی شاعرہ سیفو-ایشیا کی آسودہ ترکن مہری اور گھگر یا پلٹن والوں کی پالن ٹارن کے برابر رکھ دیا- اور اس سادی کاری میں اپنی گلکاریاں کر کے کیا کے کیا معنے نکال ہندوستانی عورتوں کو بدنام کیا- اور فرنگستان کے ان مجرم شعرا کے زمرے میں جنھوں نے مرد ہو کر عورتوں کے ہم صنفی الفت کے جذبات کے راگ کو بڑی جسارت سے الاپا ہے- جان کا بھی ہاتھ پکڑ کھڑا کر دیا ہے- جان ان باتوں کو بہت بُرا سمجھتا ہے اور خانہ خرابی کی جڑ بتاتا ہے-

چپے لڑنے نے یہ آبادی کا چھڑوا ایام
بستی خانم! کیسا گھر آباد اُجڑا بد نصیب

انگلستان کا شاعر سون برن اپنے کلام کی پہلی جلد کی چند نظموں کی وجہ سے مجرم گردانا گیا فرانس کے لمرتین نے رسے جنیا میں کچھ بک دیا ہے- ورلین نے "پیرے رلل مان" میں کچھ الاپا ہے پیر لوئیس نے شال سُاں دِ بِلی تِس میں کچھ کہا ہے- جی چاہا کہ جان صاحب کی تخت کی رات کا بایرن کی مفروضہ اقبال دُھن سے موازنہ کیا جائے- اگر جان صاحب بایرن کا ہمسر نہ ہوتا تو کم از کم ایک فرنگی دماغ کی نتیجہ افکاری سے تو مقابلہ ہو ہی جاتا- مگر جان صاحب کو گورے پسند ہی نہیں- بایئرن کے ڈوُن جان میں ایک جگہ ہیڈی لب ساحل چاندنی رات میں آنکھیں چمکا رہی اور مزے اُڑا رہی ہے- کتاں پوش نہیں جس کے پرخچے اُڑ گئے ہوں-

نیم عریانی کا سبب کچھ اور ہی ہی۔ اس کا مقابلہ اگر جان صاحب کے شب زفاف سے کیا جائے تو لطف نہ آئے۔ کیونکہ اس میں یہی نگوڑی کا رونا ہی کہ سب کچھ ہوگیا کم بخت نے خوش کرنے کے سبھی جتن کئے۔ لیکن یہاں خاک بھاویں نہیں۔ لطف زندگی سے ایسی بیگانگی ہی کہ خفگی اور بدمزگی آخر تک دور نہ ہوئی ڈر خوف نے توبہ کرائی کان اٹھوائے۔ بھلا ایسی بلّلی بودّنی کو لنگڑے کی ہیٹی سے کیا نسبت۔

لیس باس والی سیفو جس کی حمد وثنا میں قدیم وجدید یورپ تقریباً ڈھائی ہزار برس سے رطب اللسان ہی اس کے کچھ کلام سے جان صاحب کا موازنہ کیا جائے۔ ادبی نکتہ زبان تو علحدہ رکھا جاتا ہی کہ دونوں میں بعد المشرقین ہیں۔ ہاں خیالات کو پیش نظر رکھ کر تولا جائے۔ اور دیکھا جائے کس کا پلہ بھاری رہتا ہی۔ پہلے مناسب معلوم ہوتا ہی کہ ہندوستان جو سیفو کے نام سے نابلد ہی اس کو اس سے آشنا کیا جائے۔

ایشیائے کوچک کے مغرب میں جو ساحل کے قریب جزیروں کا سلسلہ یونان تک چلا گیا ہی۔ اس میں ایک جزیرہ لیس باس ہی۔ حضرت عیسےٰ کی پیدائش سے چھ سات سو برس قبل یہاں کے شہر مٹی لین میں سیفو پیدا ہوئی عنوان شباب میں مرد کی صورت سے بیزار تھی عشق کا جوش اپنی ہم سن سہیلیوں اور لڑکیوں پر نکالتی۔ اس کی شاعری دوشیزگان لیس باس کی عشق و محبت سے

لہ بودنی:- بودی۔ کمزور۔ بزدل۔

مملو تھی۔ غیر عیسائی فرنگستان میں اس کا کلام بہت مقبول تھا۔ لیکن جب فرنگستان میں عیسائیت کا طوفان اُٹھا۔ تو وہ تمام پادریوں اور عیسیٰ کے پجاریوں کے ہاتھوں تلف کر دیا گیا۔ اب کہیں کہیں سے اس کے کلام کے نمونے جو اس کے ہمعصر یا مابعد کے یونانی اور لاطینی مصنفین نے اپنی اپنی تصانیف میں محفوظ کر لیے تھے وہ دستیاب ہوئے ہیں جس کا انگریزی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ اس میں وینس (زہرہ) اور فیان بہت مشہور ہیں۔ ایک زمانے میں سیفو کو شاعری میں ہومر کا ہم رتبہ خیال کیا جاتا تھا۔ اور اب بھی دُنیا کی سب سے بڑی اور سب سے پہلی شاعرہ مانی جاتی ہے۔ آخر زمانے میں فیان نامی ایک نوجوان کو دل دے بیٹھی اس کی جُدائی میں جو کچھ اس وقت کہہ گئی وہ آج تک فرنگیوں کے دلوں کو برماتا ہے۔ اور سارے فرنگستان میں سیفو راگ اپنی باجتی ہے۔ اس کا کچھ منترجمہ کلام جیمز رے ٹیوٹن نے مرتب کیا ہے۔ اس کے صفحہ اُنچاس پر سیفو کہتی ہے "دولت بغیر عصمت و عزت کے مخدوش مہمان ہے۔ اور جس کے قبضے میں یہ دل جل کے رہیں وہ بڑا بھاگوان ہے" جان صاحب نے استفہامیہ طرز میں اس کے مزے کو دوبالا کر دیا ہے:-

عزت سے سوا پیسہ ہے؟ اے کوڑ با خانم!
دمڑی کے لیے سُنتی ہو مردو کی باتیں

سیفو صفحہ ۹۴ پر کہتی ہے "بحر فنا میں تو غیر معروف غرق ہوگا اور تیرا نشان تک باقی نہ رہے گا" جان صاحب نے کنجوسوں کو کوسا ہے۔ ان کا سن لو:-

یا الٰہی لیسے زر داروں کے ہوں بیڑے تباہ
کرتے ہیں کنجوس مکھی چوس خالی واہ واہ

سیفو نے جو چاہت سے سیکھا عشق میں حاصل کیا اور محبت کی نذر کیا وہ سنیے، "عشق نے میرے اشکوں کو پر سوز و گداز اور متالم سروں میں نکلنا سکھایا اور میرے قلب کو پر درد مراثی کا ہم نوا کیا" اب جان صاحب نے ایک گھر گرہستنی کو اس آزار میں مبتلا کیا اس بیچاری کی آنکھیں کھلیں اور عقل آئی تو کہنے لگی:-

سچ ہی بی نوج مرے کوئی کسی کے اوپر
یاد رونا رہا گھر بار کا دھندا بھولا

پھر گھبرا کے عشق سے ڈر اس کے جوہر کھولتی ہی:-

یہ بلا ہی یہ بد بلا ہی عشق
پری خانم بہت برا ہی عشق

کس شرافت اور بھلمنسائی سے بہو بیٹیوں کی طرح عشق کی تعریف کی ہی اور بتلایا ہی کہ وہ کیا ہی:-

جھوٹ کہتی نہیں سچی یہ قسم کھاتی ہوں
آگ میں غم کی ارے لوگو جلی جاتی ہوں

کس مصیبت میں پھنسی ادہی میں گھبراتی ہوں
کیا کہوں کھول کے حال کو شرماتی ہوں

چین یک دم نہیں آتا ہی خدا خیر کرے
دل کا کچھ اور ہی نقشہ ہی خدا خیر کرے

یہ بیچاری ہندوستان کی پتامری عورت ہی- کوئی فرنگستان کی ادھاؤ ڈھینگڑی نہیں جو مرنے لے لے کے عشق کی لذتیں بیان کرے- صفحہ ۶۴ و ۶۵ پر سیفو سوز عشق کے جوہر بیان کرتی ہی: "میں جلتی ہوں میں جلتی ہوں

اسی طرح جس طرح ہوا (کے جھکڑ) سے پکے کھیت میں پھیلنے والے شعلے گھس پڑتے ہیں" سیفو کا مطلب یہ ہے کہ میں عشق کی آگ میں اس طرح جل رہی ہوں جس طرح کسی سوکھے ہوئے کھیت میں تیز ہوا شعلوں کو مشتعل کر دے اور وہ چاروں طرف سے جل اُٹھے۔ جہاں اس فرلمن گنواری کو کھیت دکھائی دیتے ہیں۔ وہاں جان صاحب کی شہریت نے شمع اور اسلام نے دوزخ کی آنچ دکھائی ہے۔ کہتے ہیں:۔

وہ لو لگی ہے شب انتظار میں دل کو
بنا پتنگ یہ شمع مزار کے باعث
مزار عاشق ناشاد ہجر جاناں ہیں
سقر ہے آہِ دل شعلہ بار کے باعث

صفحہ ۵۰ پر سیفو کہتی ہے "لیس باس کی جوان بالیاں جو کبھی میری پرخلا محبت کا نادر مقصود تھیں، اب میرے جوش اور ولولوں کو نہ اُٹھا سکیں گی"

یہاں سیفو ہم صنفی عشق کو چھوڑ کر غیر صنفی عشق میں گرفتار ہوئی ہے۔ عورت ذات کے عشق سے کنارہ کش ہو کر مرد ذات کے عشق میں پھنسی ہے اسی لئے فرنگستان کے ماہران صنفیات اس کو دو صنفی کہتے ہیں۔ یعنی وہ دل جو دونوں صنفوں پہ مائل ہو سکے۔ مرد ذات مرد ذات سے اور عورت ذات عورت ذات سے دل لگائے تو اس دل لگی کو ہم صنفی کہیں گے۔ اگر مرد ذات عورت ذات سے یا عورت ذات مرد ذات سے عشق کا ارتکاب کرے تو اس کو غیر صنفی عشق کا مرتکب کہیں گے۔ جان صاحب کہتے ہیں:۔

دیوانی جب سے ہوں پری خانم کے عشق ہیں
بندی کے بند بند کو ہے اب سن سے شوق

اور کہتے ہیں :-

کل سے گھر نہیں رہے دوگانا جو نہیں آتی ہے
دل ہے بے چین میری جان جلی جاتی ہے

ایک جگہ کہا ہے :-

اس کتابی منہ کی مجھی اے دوگانا جان دو
میں نہا دھو کے ہوں آئی چومنے قرآن دو

ایک جگہ کسی اختلاف پر جان صاحب سے کچھ خفگی ہو گئی ہو گی تو دوگانا سے کہا جاتا ہے :-

جان صاحب! اے دوگانا! اگر لگائے مجھکو ہاتھ
تیرے ہی سر کی قسم ایک حشر برپا میں کروں

ان اشعار سے ماہران صنفیات نے کچھ اور مطلب لیا ہے اور میراثن کی بیٹی کو ہم صنفی محبت کا حامی گردانا ہے۔ ایک جگہ گھلو مٹھو ہونے پر تنک کے کہا ہے :-

مجھ کو بھاتا نہیں ہے تیرا دوگانا اخلاص
جو کوئی سامنے آیا وہیں جوڑا اخلاص

اس کو فرنگیوں نے رقابت پر محمول کیا ہوگا اور ان اشعار سے تو گویا مدعا ہی ہاتھ آگیا۔

ج. پ. لڑی دوگانا اُڑا منھ کا رنگ روپ   سورج کی تیزی کم ہوئی دن لوگو ڈھل گیا

گھر ہی اکیلا ج. پ. لٹے ہیں ای دوگانا جان

ہو جائے دو گھڑی تو کسی طرح غم غلط

لڑ ج. پ. جان جاتی ہی راحت نہ رنج دے

ہاں ہاں یہ تیری خوش نہیں آتی نہیں مجھے

اس آخر شعر کے دوسرے مصرع میں جو ترکیب میں اضطراب اور لفظوں کی ترتیب میں اضطرار ہی۔ وہ جان صاحب کی بال کی کھال نکالنے پر دال ہی اور ان کی باریک بینی پر صاد ہی۔ اب تو جو جی چاہو اس پر عمارت اُٹھا لو۔

لو کہاں کی بات کہاں آن پڑی صفحہ ۶۵ پر سیفو کہتی ہی "اور تمام لفتیں صرف تیری ہی الفت میں ضم ہو جاتی ہیں۔ مجھ جیسی کے شعلہ (الفت) کی قدر نہ کرنے والے ہائے نوجوان! سیفو نے اپنے دلربا نوجوان سے گلہ گزاری کی ہی متذکرہ بالا سطور میں اس کا مطلب یہ پایا جاتا ہی کہ ساری محبتیں ایک طرف اور تیری اکیلی محبت ایک طرف تو کیسا ناگنا ناقدرا ہی کہ میرے سوز دروں کو ذرا نہ سراہا۔ تیری خاطر سب کو میں نے چھوڑا۔

پس ہاں کی لڑکیاں جن کے پیچھے میں ایک زمانے میں دیوانی تھی اب ذرا مجھے ان کی پروا نہیں۔ اب تو صرف تو ہی تو ہی۔ سب کو تیرے پیچھے تج چکی جان صاحب کی سن لو کہ وہ ایسی جگہ کیا کہتے ہیں:۔

جدائی اس کی تو اک دم کو نہیں گوارا ہی مجھکو لوگو

تمام کنبے کو چھوڑ بیٹھی میں جانصاحب سے دل لگا کر

فرق اتنا ہی کہ سیفو نے لیس باس کی لڑکیوں کو چھوڑا غیر تھیں۔ اپنی نہ تھیں اور یہاں اپنے کنبے کے جو جگر ہیں چھٹ گئے جان مال سب کچھ نثار کر دیا۔

اس کی الفت میں کریں اپنے ہیں قربان عزیز
مال کیا چیز ہی یوسف نہ کروں جان عزیز

سیفو کی لن ترانیاں سنو کیا ڈینگ کی لیتی ہی اپنی اور فیان کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملاتی ہی۔ فیان کی تعریف میں جو ہی اس میں کچھ سراپے کا رنگ پیدا ہو گیا ہی۔ اس کا مقابلہ جان صاحب کی واسوختی سے کیا جائے۔ خوف طوالت سے اسے مقدمے میں نہ لکھا۔ دیوان میں سے صاحبان ذوق خود پڑھ لیں فیان کی تعریف میں کہتی ہی "کون ہی جسے وہ تمام حسن کی بہاریں مسخر نہ کر دیں۔ وہ نورانی نگاہیں اور وہ پیاری طوفان بپا کرنے والی آنکھیں" پھر فیان کو یونانیوں کے سورما دیوتا فی بس سے بھڑاتی ہی "اگر تم فی بس کی بربط اور کمان لینی پسند کرو تو فی بس سے بھی زیادہ فیان تم جمیل نظر آؤ۔

یونانیوں کے ہاں عیش و عشرت کا دیوتا بےکس کہلاتا ہی۔ اس کی صورت بڑی شاندار ہی اور تنومندی بڑی ٹپکتی ہی۔ پھولوں کا سہرا سر پر سجا ہی۔ اُلجھی ہوئی داڑھی جس میں انگور کی بیلوں کی سی اُلجھاوٹ ہی۔ تاکستان میں ننگ دھڑنگ ساغر لئے بیٹھا مے نوشی کر رہا ہی۔ اس کی شان تعیش میں گندگی کا شائبہ ہی۔ اس کے برخلاف ہندوستان کے عیش و عشرت کا دیوتا

مدنموہن۔ رادھاپتی۔ نندلال۔ برج بہاری۔ گوپال۔ کومل چرن شیام برن مرگ نین۔ مرلی دھر۔ مادھو کی شوخیاں معصومانہ اور بے لوث ہیں یہاں کا عیش خوش وقتی اور خوشنودی خدا۔ اور وہاں کا عیش نفس پرستی اور اتباعِ خواہشات۔ سیفو کہتی ہے" اگر تم اپنے بالوں کو عشق پیچے کے سر پیچ سے سنوارو تو نے کس بھی فیہان تم سے ہم سری نہ کر سکے" پھر سیفو کہتی ہے کہ اگرچہ یہ دیوتا تھے اور مافوق الانسان تھے۔ لیکن عشق کے ہاتھوں ان کو بھی پناہ نہ ملی فی بس تو ڈیفنی پر فریفتہ ہوا۔ اور بے کس جزیرۂ کریٹ کی ایک لڑکی کا والہ۔ جس طرح یہ دیوتا صورت شکل میں میں تیری ہمسری نہیں کر سکتے۔ اسی طرح وہ دونوں دیوکنیاں شاعری میں میرے پاسنگ نہیں۔ ترجمہ اس طرح ہے"۔ تاہم فی بس نے چاہا اور نے کس اس کے (یعنی عشق) شعلوں سے مشتعل ہوا۔ ایک گو ڈیفنی نے جلایا اور دوسرے کو کریٹ (قربت) کی بال کنیا نے جس طرح اہیرا ہیں شاعری میں میرا مقابلہ نہیں کر سکتیں اسی طرح وہ دیوتا حسن و جمال میں تیرا مقابلہ نہیں کر سکتے فنون لطیفہ کی دیویوں نے مجھے تمام اپنے نازک تریں نغمے سکھائے اور یہ وسیع دنیا سیفو کی مدحت سے گونج اٹھی" جان صاحب کیا کہتے ہیں:۔

جیسا تمہارا نام ہوا ہے نہ ہوئے گا
ای جان کوئی لاکھ کہے اس زبان میں

کیا منہ ہے منہ چڑائے کوئی اس زبان کا   کس مردوے کو علم ہے میرے بیان کا

جمشید کا پیالہ میری فکر ہی ہُوا   مضمون آئینہ کیا سارے جہان کا

سیفو کی تعلّی اگر ذہن کو یونانی دیو مالا کی طرف منتقل کرتی ہی تو جانصاحب
بھی نظروں کے سامنے جام جم اور آئینہ سکندر دکھا کے ایران و یونان کے
طلسمات کی سیر کرا دیتے ہیں۔

صفحہ نمبر ۶۶ پر سیفو کہتی ہی "اگرچہ میرا قد چھوٹا ہی لیکن میرا نام عالم بالا اور
سارے دُنیا جہان میں پھیلا ہوا ہی"

جان صاحب کہتے ہیں:-

تو شاعروں میں نامی ہی آج جانؔ صاحب
ہی ملکوں ملکوں شہرہ اجڑے ترے سخن کا

یہاں جانصاحب سیفو سے ہیٹے رہے کیونکہ اس نے اپنا قد چھوٹا اور
نام بڑا بتایا ہی جو عالم بالا تک پہنچ گیا ہی۔ جان صاحب بھی ایک جگہ چھوٹے
قد ہونے کو تسلیم کرتے ہیں:-

گو پستہ قد ہو اوی بڑے فیلسوف ہو
اے جانؔ تم کو کیا ہی سکھانے کی احتیاج

اس شعر سے تفوّق ثابت ہوتا ہی۔ گویا جان صاحب از خود ہر فن مولی
ہیں۔ اور سیفو کا سارا علم و کمال دوسروں کا عطیہ کہ دیویوں سے سیکھا دیوتاؤ
سے جھپٹا۔

ایک جگہ سیفو جب اپنی خوش وقتیوں اور رفیقان کے ساتھ گل چھرے
اُڑانے کے مزے بیٹھی یاد کر رہی ہی۔ اور وہ جنگل جہاں اس کے ساتھ سرگشتیاں

کی ہیں۔ یاد آتے ہیں تو کہتی ہی (صفحہ ۲۰۸) "یہاں کچلی کچلائی بوٹیاں سرنگوں ہوئی غمازی کر رہی ہیں کہ اس جگہ ہم گل بانہیں ڈالے لپٹے لپٹائے پڑے تھے"! یہ تو باہر والی سیفو ہی کو سزاوار تھا کہ یوں درختوں جھاڑیوں میں گھستی پھرے جان صاحب کے ہاں اِن راز و نیاز کی گزری گزرانوں کو تاڑنے کے اور ہی آثار ہیں۔ اور ان باتوں کو ڈھکنے کے اور ہی رمز و کنائے ہیں:-

مچھیاں لپکے اُڑا دی میری لالی مُنہ کی
چوسے یہ ہونٹ کہ بیڑے کو بھی ویران کیا
ای جان ایسا چھاتی سے لپٹایا بھینچکر
انگیا کا میری سارا مسالا مسل گیا
مسالس کرنے میں ایسا مسلا کہ مسکی آب رواں کی انگیا
یہی جو موجیں ہیں ان کے دل میں کرے گی ہندی بھی لب کنارا
وہ ہاتھا پائی رات کو کی مجھ سے چاند خاں
محرم کتاں کی تم نے میری تار تار کی

آگے چل کے سیفو ساتھ رونے والے تلاش کرتی ہی (صفحہ سنٹر) غمزدہ فلومل کے ساتھ مل کے میں نالے کرتی ہوں۔ وہ بیری اُس کا گلہ کرتی ہی اور فیان کا"۔ اردو میں بالکل اس کے ہم خیال ایک شعر ہی:-

آ عندلیب مل کے کریں آہ و زاریاں
تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل

اس قسم کی زارنالیوں کو جان صاحب کی شوخی نے ایک بے کلی کے

ہزار کی گرفتار شمشتل کے منھ میں ڈال کر کھوایا ہے:-

ان کی ٹلی ہے ناف مرے ٹل گئے نلے
میں ہیڑو ہیڑ و کرتی ہوں اور وہ کلمکر

یونانیوں کی دیومالا میں زہرہ (وینس) حسن کی دیوی ہے اور جو کی بیٹی ہے فراق چشین شکستہ دل عشاق استمداد کے خواہاں رہتے ہیں۔ اڑتے تھڑے پران کے آڑے آتی رہتی۔ یونانی آبادیوں میں اس کے بڑے بڑے عالی شان معبد قایم تھے اور اس کا طریق پرستش بہت کچھ قابل اعتراض تھا نوجوان مرد عورت جو چاہتے یہاں کرتے۔ بڑا ثواب ہی ثواب تھا۔ جس میں ہر طرح سے دیوی کی خوشنودی مضمر تھی۔ مسلمانوں کے اساطیر میں زہرہ مشتری دو کسبیاں تھیں۔ ان کی خوش گاوی نے ہاروت ماروت دو فرشتوں کو بھی گرویدہ کیا۔ دونوں فرشتے تو مواخذہ میں گرفتار ہوئے اور یہ دونوں تاروں میں تبدیل کردی گئیں یونانی شاعرہ سیفو جو فیاآن پر دل و جان سے قربان ہے۔ ہر طرح کے جتن کر رہی ہے۔ ناچار زہرہ سے لو لگائی ہے اور اس کی حمد و ثنا میں زمزمہ سرائی کرتی ہے۔ اس میں کچھ قطعات کچھ قصیدے اور سراپے کا رنگ آجاتا ہے۔ جان صاحب کے یار کی کوئی آشنا ہے حسین باندی اس کی تعریف میں انھوں نے بھی پل باندھ دیئے ہیں۔ سیفو کے ہاں وینس (زہرہ) کی تعریف میں مذہبی جذبات ہیں۔ اور جان صاحب کے ہاں حسین باندی کی مدح میں صرف اخلاص اور دوست کی پاسداری خیال کی بلند پروازی۔ اور ندرت تشبیہ قابل داد حسین باندی

اس زمانے کی لال نیفے والی ہی اور زہرہ اگلوں کے اساطیر کی دونوں کے موازنے میں جو فرق ہی وہ یہ ہی کہ سیفو نے جو کہا ہی مطلب براری کے لیئے کہ دیبی پرسن ہو سنکٹ سہل کرے اور فیان کو لا ملائے۔ دل آشفتہ کو سمجھانے کے لیئے اپنی زبان زہرہ کے مُنہ میں ڈالی ہی۔ اور مطلب موافق کہوا گئی ہی جان صاحب کے ہاں سر سے پاؤں تک ایک ایک عضو کی تعریف پاکیزہ تشبیہوں میں کی گئی ہی۔ لال کا خیال پیارا ہوتا ہی۔ محبوب کی محبوبہ حسین باندی کو آسمان پر چڑھادیا ہی۔ قوت بیان اور طلاقت لسان ملاحظہ ہو:۔

عالم میں ہو رہا ہی کیا کیا حسین باندی	صوتِ حسن کا تیری شہرا حسین باندی
جادو ہوئے سامری کا ہر تان میں اثر ہی	ہی سحر ساز تیرا گانا حسین باندی
خرمن دل و جگر کے اک دم میں پھونکتا ہی	آواز کا یہ تیرے شعلہ حسین باندی
ہی پاٹ دار کیا ہی آواز یہ سُریلی	تحریر ہی کہ موج دریا حسین باندی
تروٹ۔ ترانہ۔ دھرپت۔ ٹپہ خیال ٹھمری	جو تو نے گایا اچھا گایا حسین باندی
مرکی۔ گلے میں کھٹکا۔ ہی زمزمہ عجائب	ہی بلبلِ خوش الحاں گویا حسین باندی
کیا نور کا ہی گانا کیا نور کی ہیں تانیں	ہی نور کا گلے میں جلوہ حسین باندی
لَے تال اور سر سم۔ لونڈی غلام تیرے	قابو میں تیرے سب کو پایا حسین باندی

کیا خوب دیکھتی ہی کوئیل اور تیور
جس نے تجھے سنا ہی۔ بولا حسین باندی

متذکرہ بالا اشعار میں جان صاحب نے موسیقی کی اصطلاحات کو مد نظر رکھتے ہوئے ہر ہر لفظ میں صنائع بدائع لفظی و معنوی کا بھی خیال رکھا ہی بندش

تعقید سے پاک ہی سیدھے سادھے استعارے اور لطیف و نازک تشبیہیں قابل داد ہیں۔ خصوصاً نور کا گانا۔ نور کی تانیں اور نور کا گلے میں جلوہ نور علی نور ہی۔ اس تمام قصیدے میں کوئی لفظ بھرتی کا نہیں۔ ہر گوئی کمال کی ہی آگے چل کر جان صاحب اس قصیدے میں سراپا کہنے کی غرض و غایت خود بیان کرتے ہیں :۔

کہتا نہ کیوں سراپا تیرا حسین باندی
شیدا کا ہوں ہیں تیرے شید احسین باندی

ہیر کا پیر "دادا پیر" عاشق کا عاشق "دادا عاشق" متذکرہ بالا شعر سے یار علی اور حسین باندی کا تعلق صاف ہوگیا کہ آپس میں ایک دوسرے سے کیا نسبت ہی۔ اب جو کچھ نہ یار علی کہہ جائیں وہ تھوڑا ہی اور جذبات جو کچھ بھی سمجھائیں وہ کم ہی۔ نادان دوست سے دانا دشمن بہتر ہی۔ چاہت میں عقل کا وصال ہوجاتا ہی۔ الٹی سیدھی بے سوچے سمجھے بکنے لگتا ہی۔ بے گناہ گنہگار سمجھے جاتے ہیں۔ نازک دلوں کو سنگ دلی کے خطاب سے سنگسار کیا جاتا ہی۔ مرنجان مرنج جو ہیں ان پر دل آزاری کا لم دھرا جاتا ہی ایک اچھی صورت کیا ملتی ہی کہ اس کے عوض میں بیسیوں بلائیں پیچھے لگ جاتی ہیں۔ جان صاحب کے ہاں تو وہی رنگ ہی۔ انھوں نے بیچاری حسین باندی کو قتالہ عالم بنا اس کی گلی کو کربلا ہی کر دیا :۔

ہی خنجر جفا کا عالم شہید تیرے
اب کربلا ہی تیرا کوچہ حسین باندی

جان صاحب داد اعاشق ہیں۔ بیچاری حسین باندی کی لیلائے زلف کا ہر ایک کو مجنون بنایا ہے اور سر کی سیاہی سے سودا ویت کا زور باندھا ہے رعایت معنوی کا پل توڑ دیا ہے:-

تیرا ہر ایک مجنوں لیلائے زلف کا ہی
ہر سر کو دیکھا اس کا سودا حسین باندی

یہاں سے حسین باندی کا سراپا شروع ہوتا ہے ملاحظہ ہو:-

صد رشک مہر و مہ ہیں خسارہ دونوں بیشک — ایک چاند کا ہے ٹکڑا مکھڑا حسین باندی
کعبہ ہے روئے زیبا محراب کعبہ ابرو — واجب ہے عاشقوں پہ سجدہ حسین باندی
توڑے ہے تو نے دلوں کے مژگاں کے تیر دیا — چوکا نہیں نشانہ ان کا حسین باندی
زہرہ جبیں وہ تو ہے ہے مشتری زمانا — ہر خال عنبریں ہے تارا حسین باندی

اس میں خال عنبریں کو تارے کی تشبیہ نے خوب روشن کیا ہے۔ اس قسم کی متضاد کیفیات کی تشبیہیں اردو میں خال خال ہیں۔ آگے چل کے دانتوں کو نظیر گوہر بتایا ہے۔ حالانکہ شعرا کا مسلک یہ رہا ہے کہ گوہر نظیر دنداں ہوں۔ نثر نظم جہاں کہیں دیکھنے میں آیا ہے پایا کہ ایسے دانت جیسے موتی۔ یہ نہیں ایسے موتی جیسے دانت۔ جان صاحب نے دنداں نظیر گوہر باندھ کر موتیوں سے دانت نکو سوائے ہیں۔ موتیوں کو دانتوں سے تشبیہ دیکر ان کی آبداری کو دوبالا کیا ہے اور "درج گہر" میں "گویا" نے طاقت گویائی پیدا کر دی ہے کہتے ہیں:-

دنداں نظیر گوہر لب لعل بے بہا ہیں — درج گہر دہن ہے گویا حسین باندی

متضاد تلازمہ ملاحظہ ہو:-

نشے کریں ہرن ہم شیروں کے ایکدم میں
آہوئے چشم کو ہے دعوئے حسین باندی

پتلیوں کا تماشہ دیکھیئے کہ بی حسین باندی نے کیا کٹھ پتلیاں نچائی ہیں:-

عالم کو ہے دکھایا آنکھوں کی پتلیوں نے
ایک طرفہ تر تماشہ کیا کیا حسین باندی

سُرمہ کو خط ساغر بتانا کیا کچھ کم کیف بخش ہے مکیف ہو جیئے:-

گردن تو ہے صراحی آنکھیں ہیں جام صہبا | ہے اس میں خطِ ساغر سرمہ حسین باندی
ہے یہ صدائے قلقل صد رشک مرغ گل ہے | کانوں کا تیرے لٹکن ہے کا حسین باندی

اس کے بعد کے چار شعر جن میں انار کی تشبیہ سے دانت کھٹے کیئے گئے ہیں۔ اور دوسری نامحرموں پر حرام چیزوں کا ذکر ہے۔ اور تین چار شعر اس کے علاوہ اسی قصیدے میں سے جن کو بطور نمونہ پہلے لکھے جا چکے ہیں۔

جسم ہرن کی کٹھن گٹھ بندھنوں سے کمر کی ہوت نہ ہوت نے بیچارے چاہت کے مارے کو چھٹکارا نہ پانے دیا۔ کہتے ہیں:-

ہستی میں بھی نہ پائی، عاشق عدم سے آئے
اچھا دیا کمر نے دھوکا حسین باندی

نیچے کا دھڑ کھینچتے ہیں جان صاحب نے انتہائی روحانیت لطافت وصنعت پسندی دکھائی ہے۔ دیکھیئے اور مذاق لطیف کو متموج کیجیے:-

بلّور کے ستون ہیں رانوں سے ساق تک | تصویر نقش پا کا نقشہ حسین باندی

ناخن کو پہلی کی چاند سے تشبیہ دینی جان صاحب کے جھگڑالے کی روشن دلیل ہی۔ دیدہ فروز ہو جیئے :-

جو ہی ہلال گردوں ہی آسمان شوکت
ترشا ہوا ہی ناخن تیرا حسین باندی

آگے چل کر جان صاحب نے اس نسبت کو بھی سراہا ہی۔ جس کے سبب بی حسین باندی لالوں کی لال ہیں۔ اِس شعر سے ایک مفہوم سمجھ میں آتا ہی کہ حسین باندی کو جو زلیخا بنا کر یوسف کا التزام کیا ہی۔ یہاں نواب یوسف علیخاں بہادر والی رام پور سے تو مراد نہیں جن کا تخلص ناظم تھا۔ شاید حسین باندی نواب کی منظور نظر ہو اور نواب سے لکھنؤ بیٹھے جان صاحب نے نامہ پیام شروع کر دیا ہو اور انہی تعلقات کی ابتدا جان صاحب کے رام پور جا بسنے کی انتہا ہو انتخاب زریں میں نواب کا سال وفات ۱۸۶۵ء مطابق ۱۲۸۲ھ درج ہی معلوم نہیں کہ جان صاحب ان کے زمانے میں چلے آئے تھے یا بعد میں والله اعلم۔ شعر ملاحظہ ہو :-

بے مثل تو زلیخا لا ثانی تیرا یوسف	حسن و جمال میں تو یکتا حسین باندی
وہ بھی رہیں سلامت جن کے سبب سے تیرا	ہی اوج و شان و شوکت تیرا حسین باندی
رتبہ ہو روز اعلےٰ ہر دم ہو بول بالا	بولے ہمیشہ طوطی ان کا حسین باندی

اسی میں "طوطی بولنا" اہل لکھنؤ کے خلاف محاورہ مذکر باندھا ہی جس کے اختلاف تذکیر و تانیث کے متعلق آبحیات میں بڑا لطف شہد بانہ لطیفہ مذکور ہی اس شعر کے دعائیہ قرینے سے یہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہی کہ شاید نواب

یوسف علی خاں ہی کی طرف اشارہ ہو کیونکہ دلی لکھنؤ کی تباہی کے بعد نوابان رام پور نے ہی علم و ادب کی خدمت سنبھال لی تھی۔ اور اپنی دریادلی و فراخ حوصلگی کے باعث وہ مرجع خلائق تھے دور و نزدیک ان کی شہرت پھیل چکی تھی۔ ورنہ لکھنؤ میں تو کون رہا تھا کہ اس کا بول بالا ہوتا اور روز رتبہ اعلیٰ ہوتا۔

شاعر کی بھی زباں ہی تیری صفت میں قاصر کیا شان میں ہو تیرا انشا حسین باندی
دست نذر یہ سراپا کہہ چل کے جان صاحب قایم رہے یہ تیرا جلوہ حسین باندی

جان صاحب نے جو کچھ اس رقاصہ کے لیے لکھا ہی۔ اس سے تو لذت اندوز ہو چکے۔ اب سیفو کی سنیے کہ وہ اپنی زہرہ (وی نس) کے لیے کیا شد بد کرتی ہیں (صفحہ ۱۳ بند ۱) "ای آسمانوں کی نورانی دیوی (ای آکاش کی جگ جوتی دیوی) وی نس جس کے (اعزاز) میں ان گنت معبد سربلند ہیں۔ ای جودو کی جمبالہ بیٹی جس کے فن فریب چاہت کے مارے عاشقوں کو چھل لیتے ہیں۔ ای عظمت والی میری دعا کو سن اور میرے دل کو الجھنوں اور فکروں سے آزاد کر کیوپڈ یونانیوں کی دیومالا میں ہمارے کامدیو کی طرح عشق کا دیوتا ہی۔ وی نس کا جنا و لدیت میں مشتبہ۔ نوعمر لونڈا۔ آنکھوں کا اندھا۔ بائل پہ سوار۔ ہاتھ میں تیر کمان۔ فرنگی شبیہ نگاروں نے اس کی تصویر کھینچنے میں طرح طرح کی نازک خیالیاں دکھائی ہیں۔ اور عشق مجسم کے کارناموں کو ہزاروں پیرایوں میں کھینچ دیا ہی۔ یہ اللہ راسی جیوڑا جب کبھی پنپتا ہی تو حسن کی دیوی وینس سے جس کا منجمانہ ترجمہ زہرہ ہی سعی سفارش کر کے کچھ آسانیاں پیدا کرادیا کرتا ہی۔ دوسرے بند میں اس کی

طرف اشارہ ہے:-
بند (۲)

"اگر کبھی میری پرجوش دعا کو سنا ہے- تو اے رحیم دیوی اب (پھر) اسُن بسا اوقات کیوپڈ کی سفارش کو قبول کرکے میری پرخشوع و خضوع دعا کو مستجاب فرمایا ہے- اور اکثر میری عشق کی کہانیوں کو سننے کے لیئے تم نے جود کی زریں انگنائیوں کو چھوڑا ہے"

بند ۳

"تمہاری جھمجھاتی رتھ چڑیاں کھینچتی ہیں- اِدھر تو تم نے حکم دیا اور (اُدھر) وہ تیزی سے لے اڑیں (لطیف و) رقیق ہوا کو اپنے بازوؤں سے چیرتی ہوئی راستہ طے کرتی ہیں- میں نے ان کے تھرتھراتے شہ پروں کا فرانٹا سنا ہے (اور) وہ میری بن سجی اٹاری پر اپنی سنجیدہ سیر متین نظر ملکہ کو لائی ہیں"

بند ۴

"جونہی تم آئیں تو تمہارے حکم سے وہ سب پر جھلّڑ پھر سے ہوگیا (اور جب تخلیہ ہوگیا) اس وقت تم (میٹھی) میٹھی جادو بھری آنکھوں اور نورانی تبسم سے اس طرح گویا ہوئیں- اری تو نے اپنے حجرے میں مجھے کیوں بلایا بتا میری نازک سیفو بتا!"

فیان ملاح کا لونڈا تھا اور کشتیاں چلایا کرتا تھا- ایک دن وینس بڑھیا کھپّاٹ کا روپ دھارے کنارے پر ملی- فیان نے اپنی ڈونگی میں بٹھا- ایشیا کے ساحل پر لا اتار دیا- وینس نے ایک ڈبیا فتنے کی اسے دی- جونہی فیان نے ملا حسن صورت میں بے مثل و لاثانی ہوگیا

جو دیکھتا دل دے بیٹھتا۔ سیفو نے جو دیکھا ایک جان سے ہزار جان عاشق ہو گئی لیکن **فیان** نے منہ نہ لگایا۔ فرنگستان کے قدیم و جدید مصنفین نے بہت کچھ لکھا ہے۔ اور بڑی بڑی رنگ آمیزیاں کی ہیں **سوئن برن** نے **اینک ٹوریا** کے عنوان سے ایک نظم لکھی ہے جو بڑی ولولہ خیز ہے۔ **اینک ٹوریا لیس باس** کی کوئی لڑکی تھی اور سیفو کی محبوبہ **فیان** کی الفت نے آخر بیچاری سیفو کو سمندر پار ہی میں ڈبوایا۔ لیکن **انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا** جلد ۲۴ صفحہ ۲۲ مطبوعہ ۱۹۱۱ء ان تمام فسانوں کا بطلان کر کے سیفو کو اس روحانیت سے محروم کرتی ہے۔ جو ہزاروں برس سے سیفو کی زندگی کا حجاب کیے ہوئے تھی اور سیفو کے وقار او عفت کی دلیل میں الکی اس شاعر کے اس قصیدے کو جس کا کچھ حصہ محفوظ رہ گیا ہے نقل کیا ہے۔ ترجمہ :۔

"بنفشہ زلف پاکباز شیریں تبسم سیفو! میں کچھ کہنا چاہتا ہوں
لیکن شرم مانع ہے"

سیفو نے اس کا جواب اس طور پر دیا ہے۔ ترجمہ :۔

"اگر تو کوئی اچھی اور عمدہ بات کہنی چاہتا۔ تو تیری آنکھیں اس طرح
نہ شرماتیں بلکہ تو صاف طور پر کھلم کھلا کہہ دیتا!"

اس ساری تمہید کے بعد باقی کے بند آسانی سے سمجھ میں آسکیں گے۔

بند ۵

"میں کونسی شفا بخش دارو تیرے لیے ڈھونڈھ نکالوں۔ جو تیری چاہت روگی من کا مداوا ہو۔ کہے تو تجھے میں اپنے سارے ناز انداز مانگے دوں

جو نوجوان فیان تیرا الٹو ہو جائے۔ اور جو کسی دوسرے چھیل چھبیلے پر ریجھی ہی تو کہہ میری سیفو کہ وہ کون ہی؟

بند ۶

اگرچہ اس وقت تیرے نخروں اور اداؤں کو خاطر میں نہ لاتا ہو (لیکن) عنقریب وہ تیرا گرویدہ ہو کے منتظر رہا کرے گا۔ اگر اس وقت وہ تیری سوغاتیں قبول لینے میں ناک بھوں چڑھاتا ہی۔ لیکن وہ جلد تیری پرستش شروع کر دے گا۔ اگر اس وقت تیرا حسن و جمال اسے برملانے میں ناکام رہا لیکن (تو دیکھیو کہ) عنقریب برابر کی محبت اسے پگھلا دے گی"

بند ۷

"ای زہرہ! ایک دفعہ اور میری دعا سُن اور میرے دل کو پریشانیوں اور فکروں سے آرام دے۔ میری التجا پر دوبارہ مہمان ہو اور میرے دل میں جو طوفان بپا ہی اس کو دفع کر۔ ای نورانی ملکہ میری سب دعائیں تجھ ہی سے ہیں میرے دل کی تمام مرادیں پوری کر"

اب فرنگیوں کا ذکر چھوڑو اپنوں کی طرف جھکو:-

جان صاحب کے ہمعصر اکثر ریختی گو شعرا تھے لیکن کسی کا چراغ ان کے آگے نہ روشن ہو سکا۔ ان کے بعد بھی بہت لوگوں نے طبع آزمائیاں کی ہیں۔ ان میں سے عابد مرزا جن کا ریختی میں تخلص "بیگم" ہی۔ اور ریختے میں "بے غم" قابل ذکر ہیں ان کے بزرگ شیروان سے آئے تھے اور کتاب خوانی کرتے تھے عابد مرزا "بیگم" کے والد کا نام حسین مرزا تھا۔ یہ نواب فخر محل اور خاص محل کی سرکار میں

کتاب خوانی پر مامور تھے۔ بیگم لکھنؤ میں ۱۲۶۸ھ ہندوستان میں پیدا ہوئے جمائی ٹولے میں رہتے تھے۔ کلکتے کے مٹیابرج میں لکھنؤ والوں کے سیاں جان عالم نے چھاؤنی چھائی تھی۔ جس جس کو ہڑک اٹھتی جا پہنچتا "بیگم" کے والد بھی معہ اہل و عیال کے کلکتے چل کھڑے ہوئے۔ اس زمانہ میں بیگم کی عمر کوئی چھ برس کی ہوگی۔ کلکتے میں اپنے مزے سے رہنے لگے۔ ایک ڈومنی تھی نوروزی وہ بھلا لکھنؤ میں رہ کے کیا کرتی۔ دولہ کے دم سے برات ہے۔ یہیں اپنے پیا کے پاس چلی آئی۔ ایک دن آئینے کے سامنے بیٹھی نرت کر رہی تھی۔ بیگم کی عمر کوئی تیرہ چودہ برس کی ہوگی۔ اس کو نرت کرتے دیکھ لیا اور اندر سے جی میں گدگدی اٹھی کہ خود بھی اسی طرح سے بھاؤ بتائیں۔ والد سے جان نکلتی تھی۔ کہ انھوں نے بھنک بھی سن پائی تو جیتا در گور کر دیں گے۔ جب کبھی موقع ملتا۔ تنہائی ہوتی۔ چھپ کر کہ کوئی دوسرا نہ دیکھتا ہو۔ اپنی اہلل بل مٹک چٹک اپنے آپ کو ہی دکھا خوش ہوتے۔ ریختے میں آغا حجو تخلص "شرف" کے شاگرد تھے۔

ایک دن بیگم میر صادق حسین صاحب پاس بیٹھے تھے اور میر صاحب الکٹ الدولہ کے صاحبزادوں کو پڑھاتے تھے۔ کہ میر صاحب سے ملنے ریختی کے محشر کے اور ریختی کے خانم آئے۔ اور اپنا کلام بنا بنا کے سنانا شروع کیا بیگم نے ریختی پہلے کبھی نہ سنی تھی۔ اب جو خانم کو پڑھتے سنا تو پھڑک اٹھے اور چاہا کہ خود بھی اسی رنگ میں کہنا شروع کریں۔ جان صاحب کا دیوان خریدا اور اول سے آخر تک پڑھا یاد کیا۔ اور اس کو بھاؤ بتا بتا پڑھنا شروع کیا خانم کی ایک غزل ہدیہ ناظرین ہے:-

کیا برے ہیں یہ جلے دل کے جلانے والے　　اور یہ آگ ہیں آگ آئے لگانے والے
ہاتھ باندھا کرو مہندی نہ لگا دل لگی کبھی　　پاؤں پڑ پڑ کے یہ ہیں رنگ جمانے والے
جاؤ گے منڈیاں کسو لکے ذرا چھو دیکھو　　لو بڑے آئے مجھے ہاتھ لگانے والے
سر میرا ڈھانکو گے اس منہ سے زبردستی تم　　جوتیاں کھاتے ہیں ٹانگوں کے اٹھانے والے
کہنے سننے پہ کسی کے نہ تم آنا خانم　　آگ پانی میں لگاتے ہیں لگانے والے

بیخم کا شوق اس قدر بڑھا کہ ریختی کہنے کا خیال پختہ ہو گیا اور جا کے مرزا علی بہار گلشن الدولہ کے شاگرد ہو بیگم بن گئے نواب گلشن الدولہ گو ریختی گو نہ تھے لیکن شاگرد کو مانجھ مونجھ خوب چمکا دیا۔ بیگم اپنے ہمسن دوستوں کے ہنسانے کو کہتے رہے۔ یہاں تک کہ کمال پیدا کر لیا۔ آس پاس خاصی شہرت ہو گئی۔ ۱۳۰۱ھ میں ایک مشاعرہ نواب لطف علی مرحوم کے بیٹے نواب ابراہیم خاں کے مکان پر پٹنے عظیم آباد میں ہوا۔ دور دور سے شاعر بلائے گئے۔ بیگم بھی پہنچے تین دن رات برابر مشاعرہ ہوتا رہا۔ بعض لوگوں نے بڑی لمبی چوڑی غزلیں پڑھیں کہ اکثر شاعر گھبرا گئے۔ بیگم کی باری آئی تو انھوں نے یہ دو رباعیاں پڑھیں:

جاہل شاعر ہوئے بورچی کے میٹ　　اوروں کے کلام کو نگوڑے دیا میٹ
تیرے ہی لیے کہی گئی تھی یہ مثل　　رکھوا لیا جیٹھ کے بھروسے پر پیٹ

جو شاد تھا اس کے دل کو ناشاد کیا　　محفل کو مشاعرے کی برباد کیا
کہہ آکے جو دوسرے سے لایا تھا غزل　　آگے مجھ سے موئے نہ کیوں یاد کیا

لوگوں نے میر علی محمد "شاد" کو جا لگایا کہ حضرت یہ چوٹ آپ پر اور آپ کے شاگردوں پر ہے شاد صاحب بہاریوں کی ناک کا بال سن کر بیگم سے کھٹک گئے اور طنزاً بیگم سے فرمایش کی لیکن جب ان کا کلام سنا تو بہت متاثر ہوئے۔ فوراً اٹھکر بغلگیر ہو گئے اور کہا کہ بدمعاشوں نے میرے دل میں آپ کی طرف سے کدورت ڈالدی تھی جو کچھ ہوا اسے بھول جائیے بیگم نے بھی بہت کچھ عذر معذرت کی اور آپس میں ایک دوسرے سے صاف ہو گئے۔ اسی زمانے میں غیر ملک کا تحفہ طاعون کلکتے میں خوب زور شور سے رونما ہوا۔ بیگم کے عزیزوں نے انھیں لکھا کہ ہرگز کلکتے کا رخ نہ کریں۔ یہاں تڑاتڑی کا بازار گرم ہے۔ یہ پٹنے میں رہے پھر خیال آیا حیدرآباد چل کے قسمت آزمائی کیجئے یہاں آئے۔ نواب محبوب یار جنگ بہادر کے توسط سے مرحوم نظام غفران مکان تک رسائی ہو گئی۔ حضور نظام میر محبوب علی خاں غفران مکان خود شاعر تھے اور آصف تخلص کرتے تھے۔ بیگم جب وہاں پہنچے تو فصیح الملک نواب مرزا داغ بھی موجود تھے غفران مکان نے کوئی دو ہزار کا بھاری نلوال روپٹہ عنایت فرمایا عابد مرزا "بیگم" نے خوب ہی بل کھا کھا کے اور مٹک مٹک کے پڑھا۔ بڑی دیر تک سنتے رہے اور بہت محظوظ ہوئے۔ نواب فصیح الملک بہادر داغ سے مخاطب ہو دریافت فرمایا کہ بیگم کا کلام کیسا ہے؟ تو داغ مرحوم نے کچھ اعتنا نہ کیا اور بے پروائی سے کہہ دیا کہ اس قسم کے شاعر مبلغ علم سے عاری ہوتے ہیں۔ اور میں تو میر یار علی جان صاحب کو سن چکا ہوں۔ بیگم کو دربار

اس طرح کی گفتگو خوش نہ آئی اور بہت آزردہ خاطر ہوئے۔ اتفاق سے مہاراجہ چندو لال "شاداں" کی بارہ دری میں ایک مشاعرہ ہوا تو صاحب عالم عالمیان مرزا فخرو ولیعہد بہادر مرحوم کے صاحبزادے مرزا خورشید عالم نے جو داغ کے علاتی بھائی تھے اور جہاں پناہ ظل سبحانی حضرت بہادر شاہ ثانی بادشاہ غازی کے پوتے تھے قلعہ معلےٰ میں پیدا ہوئے۔ اردوئے معلےٰ سے جتنا بھی اپنا تعلق ظاہر کریں کم ہی ایک مشاعرے میں کہہ گئے:-

سب معتقد ہیں ہمارے سب ہمارے خوشہ چیں
اُردو ہی اپنی زباں ہو وارکی یا پار کی

عابد مرزا بیگم نے اس کے جواب میں کہا اور خوب خوب چوٹیں کیں۔ اہل لکھنؤ کی طرف داری کا پورا پورا حق ادا کیا۔ اُردو کی تاریخ اور اس کی بتدریج ترقی کا ذکر کیا اور حضرت داغ پر چوٹ کر کے بڑی خوبی سے گریز کی ہی۔ ریختی میں اس کا مثل دوسرا نہیں۔ بڑی خوشی جو دلّی والوں کو اس سے بڑھکر ہونی چاہیئے وہ یہ ہی کہ ان کی زبان سے ہر ایک خواہ بہاری ہو یا پوربی پچھمی ہو یا دکنی کتنی محبّت کرتا ہی اور اس قدر محو ہو جاتا ہی کہ اس کو اپنا ہی سمجھنے لگتا ہی۔ وہ بیوی بڑی خوش نصیب ہی جس کے نونہال کو انّا ئیں دائیں مامائیں چھوچھوئیں اتنا چاہیں۔ کہ اپنا ہی سمجھنے لگیں۔ اس کے راؤ چاؤ اور مان گون میں ماں سے زیادہ ارمان کریں اگرچہ کہنے والے کہیں گے "ماں سے زیادہ چاہے پھاپھا کٹنی کہلائے" کہا کریں لیکن اصلیت یہ ہی کہ انّا دوا بھی چاہنے میں کمی نہیں کرتیں۔ بتیس دھار دودھ پلا پر دان چڑھاتی ہیں۔ اور اکثر جان تک سے

دریغ نہیں کرتیں۔ اتنی بات ہی کہ ایسے جاں نثار ملنے ذرا کم ہیں۔ لیکن یہ لال حویلی والی صاحبزادی ایسی قسمت کی دھنی نکلی کہ اس کو جو ملا ایسا ہی ملا۔ ہاں برج کے بھگتوں نے اس موہنی۔ پیا پیاری۔ برج کماری کو اب کچھ چاہنا چھوڑ دیا ہی۔ خیر اب سُنیے کہ عابد مرزا بیگم کیا کہتے ہیں۔ زبان کی سلاست فصاحت کے لحاظ سے یہ قطعہ بے مثل ہی۔ ملاحظہ ہو:-

سناتے ہو مجھے باتیں ہزاروں
کہوں میں بھی جو کچھ اپنی زباں سے

تو اُس دم کرکری ہو جائے گی بس
سبھوں کے سامنے میرے بیاں سے

جسے کہتے ہیں اُردو ہی وہ لشکر
سنی باتیں جو لشکر کی زباں سے

اسی کا نام اُردو ہو گیا ہی
کوئی منکر نہیں میرے بیاں سے

ہوئی جب چھاؤنی دہلی میں اے بی
وہاں لوگ آ گئے سارے جہاں سے

ہوا ہر قوم کے لوگوں کا مجمع
کوئی کابل کوئی مازندراں سے

عرب تھا کوئی [illegible] کوئی عجم تھا
کوئی شیراز کوئی شیرواں سے

جو کیں آپس میں ان لوگوں نے باتیں
تو اُردو کی زباں نکلی یہاں سے

زباں یا سرت سنجا بھونا ہوا تھا
کہ گرما گرم آیا ہو دُکاں سے

نمک مرچیں ملی ہیں لکھنؤ میں
کہ اب تک رال بہتی ہی زباں سے

وہ اُردو تھی کہ اک لکڑی کا چیلا
نہ نکلے جس کے کانٹے باغباں سے

خدارا لکھنؤ والوں نے اس کو
تمھیں کیوں فخر تم لائیں کہاں سے

مری جاں لکھنؤ والوں کے آگے
بہت مشکل ہی کچھ کہنا زباں سے

نہ کہنا اب کبھی میں ہوں زباں داں
ذرا اللّٰہ کو روکو اس بیاں سے

میں اپنے وقت کی زیب النسا ہوں
جواب اپنا کوئی لائے کہاں سے

یہ کہنا ہی بہت سنے جا دوگانا
کہ "اچھی ہوں میں ہی سارے جہاں سے"

نہیں کرتا زمانے کا ہی دستور
ثنا اپنی کوئی اپنی زباں سے

ہی غصّلنا بڑی روٹی میں آیا
ذرا پوچھو میاں حافظ کی ماں سے

کیا خالق نے پیدا ایک پر ایک
سنا میں نے یہ آتوں کی زباں سے

زباں کے خاند کی ہی جورو عورت
اگر ہو لکھنؤ کے بوستاں سے

زباں کے ملک کا سکّہ ہی عورت
انوکھا ہی چلن سارے جہاں سے

زباں کا فیصلہ ہی عورتوں پر
یہ باتیں مردوے لائیں کہاں سے

زباں دانی ہی حصّہ بیگموں کا
لڑائے کیا زباں کوئی زباں سے

نگوڑی سوت جل ککڑی کے ہاتھوں
تنگ آئی بہت میں اب یہاں سے

یہ بیکاری بنی ہی سوت میری
نکلتی ہی نہیں میرے مکاں سے

وطن چھوڑا اسی شفقت کے چلتے
دکن میں آئی میں ہندوستاں سے

چھوڑایا مجھ کو پیارے کل سے اسی نے
چھپا کے منھ چلی آئی وہاں سے

موئی کو لاگ مجھ سے ہو گئی ہی
یہاں بھی آن لپٹی میری جاں سے

سند اس نے مجھے دی مفلسی کی
نتیجہ خوب نکلا امتحاں سے

غرض ہونا ہی جو ہو جائے مجھ پر
میں کچھ کہتی نہیں اپنی زباں سے

مری اب پرورش فرمائیں آصف
کنیزی میں ہوں میں دل سے جہاں سے

تو میری مفلسی اس طرح بھاگے
کہ جیسے تیر چھٹتا ہی کماں سے

جو مجھ کو عرض کرنا تھا کیا بس
دعا بس ختم یہ ہی دل سے زباں سے

نہ بجے چاروں طرف آصف کا ڈنکا
خراج اس کو ملے سارے جہاں سے

جب یہ مشاعرے میں پڑھا گیا تو حضرت داغ کے اکثر طرفدار بھڑک اُٹھے نوبت باینجا رسید کہ اس کی اطلاع غفران مکان کو ہوئی تو رفع شر کی غرض سے ایک فرمان نافذ فرمایا کہ آئندہ ایسے مضامین سے احتراز کیا جائے جس میں اس طرح کی مقامی چشمکیں ہوں۔ بیگم کا کلام بہت ہی۔ جو ایک ضخیم کلیات کی صورت میں شایع ہو سکتا ہی لیکن ابتک ایسی صورت میسر نہ آئی۔ ان کے ڈھنگوں سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ وہ یونہی تلف ہو جائے گا۔ ان کی ایک غزل ملاحظہ میں پیش ہی۔ اس میں چودھویں صدی کی ضروریات نے نئے خیالات پیدا کیے ہیں بیگم نے ان کو کس خوبی سے لیا ہی۔ یہ تمام غزل برابر کی حق طلبی اور دیگر سیاسی چوٹوں پر مشتمل ہی۔ غور سے پڑھیے:۔

مردوے تلوار کا کس بل نہیں وہ خم نہیں
بل ہی تیوری پہ تو ہو بندی کی اُن کلغی نہیں

ذال تو بیشک ہی تو بیٹا اگر رستم نہیں
بار دو دو جوروؤں کا اور کمر میں خم نہیں

پھر ہوئی عورتوں پر جو نہ ہو تھوڑا ہی ظلم
کونسلوں میں جب کوئی بیگم نہیں خانم نہیں

ہاتھ میں جن کے قلم ہی بات میں جن کی اثر
ای بوا وہ عورتیں بھی مردووں سے کم نہیں

ہو یاں بہتیری لیکن ان کی مجلس بھی تو ہو
چند تصویریں ہیں حیراں اور کوئی البم نہیں

جنگ سے ہی صلح بہتر نوح ہی ایسا ماتم
کونسا دن ہی یہاں اٹھتی نہیں دھم نہیں

کہہ دو مرزا سے جمی جم آئیں محفل میں مری
وقت کے اپنے کچھ سکندر نہیں وہ جم نہیں

دل کسی کو کیوں نہ یابی ہاتھ ملتی ہو جواب
چیز اپنی جبتک اپنے پاس ہی جو کچھ نہیں

تیری باتوں کے مرے دل میں ہزاروں گھاؤ ہیں
اور پھر بخیہ نہیں ٹانکے نہیں مرہم نہیں

سوت بازی مجھسے لیجائے خدا کی شان ہی
وہ ہی جتنی بیسی اگر ہیں بھی کچھ اس سے کم نہیں

یا رہے گی سوت گھر میں یا رہیں گے راج ہم
ابتو دل میں ٹھان لی ہی وہ نہیں یا ہم نہیں

"مرزا تمہارے ٹھان لینے سے کیا ہوتا ہی سب ٹھان لیں تو یہ نامراد نکلے"

جانتے ہیں سب یمین السلطنت کی ہی کنیز
کونسی محفل میں تیرا ذکر اے بیگم نہیں

اس کا ایک ایک شعر تشریح طلب ہی۔ جس قدر غور سے پڑھا جائے اور موجودہ مسائل کو پیش نظر رکھا جائے اسی قدر زیادہ مزہ آئے گا۔

عابد مرزا بیگم کے کلام میں پختگی بہت ہی۔ یہ جان صاحب کا تتبع بہت کرتے ہیں۔ گندمی رنگ کھڑا کھڑا نقشہ۔ چھریرا ڈیل۔ اپنے زمانے میں اچھے خاصے ہوں گے۔ دو شادیاں کیں۔ پہلی بیوی کے بطن سے لڑکیاں تھیں وہ لڑکیاں فوت ہوگئیں۔ ان کی اولاد کلکتے میں ہی۔ رنڈوے ہوئے بعد دوسری شادی کی۔ ان بیوی سے ایک چھوٹی سی بچی ہی۔ اللہ اس ضعیفی میں بیچارے کا دل بہلا و قایم رکھے۔ ان کی جیسی قدر ہونی چاہیئے تھی نہ ہوئی بہت ہی پریشان حال رہتے ہیں۔ نواب تہوّر جنگ بہادر مرحوم خبر لیتے رہتے تھے۔ یمین السلطنت بہادر کے ہاں سے کچھ گزارا مقرر ہی۔

اسی کا سہارا ہی۔ نواب سالار جنگ بہادر بھی سمجھتے رہتے ہیں۔ بیگم کے پڑھنے کا انداز بڑا دل فریب ہی۔ سفید داڑھی اور سہرا ملتے ہوئے دانتوں پر دوپٹہ اوڑھ کے جو کبھی پڑھنے بیٹھ جاتے ہیں تو ہنساتے ہنساتے لوٹا دیتے ہیں بہت ہی سیدھے سادھے نیک خوش دل آدمی ہیں۔ ادب آداب کا بہت لحاظ کا بہت خیال ہی۔ انکا کلام بہت ہی۔ افسوس کہ یونہی پڑا ہی۔

ہز ہائی نس راجہ راجایان کِشن پرشاد مہاراجہ بہادر یمین السلطنت کی ایک نظم ریختی میں مندرج ہی۔ اس میں تمام ریختی گو شعراسے جو نئی بات پیدا کی گئی ہی وہ مسئلہ توحید اور تصوف کے رموز ہیں کہ بڑے لطیف طور اور پیارے طریقے سے بیان کئے ہیں۔ بہتر بہتر اشعار کی نظم میں مذاقیہ رنگ میں نصائح کمال کی ہیں اور محاورات کی بہت کھپت کی ہی ہندو مسلمان و شو کے خوش گوار تعلقات قایم رکھنے کے لیئے اس میں بہت باریک نصیحتیں ہیں۔ جس میں اختلافات عقائد و مذہب سے اجتناب کرنے کی تعلیم دی ہی اور بڑے انوکھے۔ اچھوتے چلبلے انداز و پیرایہ میں۔

شیخ باقر علی چرکین ردولوی کا دیوان میاں مقصود عالم مقصود نے چرکین کی وفات کے کوئی پچیس برس بعد چھپوایا۔ تو جان صاحب نے اپنے استاد بھائی کی تصنیف کی تاریخ طبع کہی:-

گلِ آدم نے ہر ایک صفحہ کو گلشن بنایا ہی	ہوا ہی شہد سے شیریں نئے آئین کا نسخہ
عجب تاریخ یہ ... ہمیل کہی ہی جان صاحب نے	سُنا بی جان باجی کل چھپا چرکین کا نسخہ

۱۲۷۳ھ

اعتذار

مولوی نظامی صاحب بدایونی نے مقدمے کی وہ لے دے ڈالی کہ میرے ہاتھ پاؤں پھلا دیئے۔

میں نے آج کل آج کل کرکے ایک برس توٹالا۔ اور اس کے کام میں جٹا رہا۔ یہ چینی کا خمیر کسی طرح اٹھنے پر نہ آیا۔ آخر مولوی صاحب کے تلا توپ ڈالنے سے مجبوراً یونہی حوالے کرنا پڑا۔ حالات کی ترتیب اور تقسیم سے مقدمہ مستغنی ہے ناظرین کے دماغ پر بار نہ پڑے اور یہی نما عنوانات سے جی نہ اکتائے۔ اس لیئے کہیں سراپا ہے تو کہیں سوانح۔ کہیں کوئی واقعہ ہے تو کہیں تنقید۔ کوشش اس کی رہی کہ سلسلہ نہ ٹوٹے۔ الہی یہ لڑی ایک سلک رہے۔ لکھنے کی ترنگ میں جو فروگزاشت ہوگئی ہو اللہ بھی معاف کرے۔ اور حرف گیر بھی اکثر اشعار میں بن الف کی چپاتی اور بن نل کے چنڈول کے حرف الگ الگ لکھدیئے ہیں۔ اس پر بھی نہ ضو ٹوٹیں تو چشم پوشی فرمائیں۔

والسّلام

آغا حیدر حسن (دہلوی)

سنہ ۱۳۳۱ھ

ضمیمۂ مقدمہ

بعض مشکل یونانی ناموں اور اصطلاحات کی فرہنگ

صفحہ ۵۸ (مقدمہ)

فی بس:-

یونانیوں کی دیومالا میں آکاس کے راجہ زی اس کی آنکھ لگی سے لٹونا کے پیٹ سے ہوئے۔ زی اس کی جورو ہیرا کو جب اس دل لگی کا حال کھلا تو پائیتھن ناگ کو لے لٹونا کے ڈسنے کے لیئے مقرر کیا۔ لے لٹونا مارے ڈر کے جگہ بجگہ چھپتی پھرتی تھی۔ آخر جب ڈیلوس میں آئی تو فی بس پیدا ہوا اس نے پیدا ہوتے ہی اس ناگ کو مار ڈالا اس لیئے اس کو پائیتھن بھی کہتے ہیں۔ فی بس کا ایک اور نام اپالو ہے۔ یہ ہندوؤں کے سورج کی طرح روشنی کا دیوتا ہے۔ تمام فنون لطیفہ کا موجد ہے زی بس نے پیشین گوئی کی قدرت اس کو بخشی اس کا مندر ڈلفی میں تھا۔ جہاں کی کاہنہ مشہور تھی۔

ڈیفنی جل کنیاں تھی فی بس اسے دیکھ لٹو ہو گیا۔ یہ بیچاری اپنا پیچھا چھڑا کر بھاگی۔ فی بس بھوت کی طرح پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔ مارے ڈر کے کہ کہیں پکڑی نہ جاؤں دیوتاؤں کی خوشامد کی تو اُنھوں نے اس کو عشق پیچہ بنا دیا فی بس کو جب معلوم ہوا تو اس نے عشق پیچے کے پتوں کا سیس بھ

بنا اپنے سر کو سجایا اور کہا کہ آج سے یہ ہماری بارگاہ میں مقدس ٹھہرا اسی
لیئے رومیوں اور یونانیوں میں عشق پیچے کی عظمت کی جاتی ہو

صفحہ ۶۱

فلومل :۔ ایتھنز کے بادشاہ کی بیٹی تھی اس کی بہن پروکنی کی شادی تھریس
کے بادشاہ ٹی ری اس سے ہوئی پروکنی اپنی بہن فلومل سے جدا
ہوکر شوہر کے پاس تھریس چلی گئی تو رات دن بہن کے فراق میں بے چین
وغمگین رہا کرتی۔ آخر اپنے شوہر کو مجبور کیا کہ ایتھنز جاکر فلومل کو لے آئے۔
ٹی ری اسی اپنی بیوی کی خوشی کے لیئے روانہ ہوا۔ اور ایتھنز کے بادشاہ
پنڈی ان سے اجازت حاصل کر اپنی سالی کو لیکر چلا۔ رستے میں جو
نیت بدلی تو اس سے زبردستی منہ کالا کیا۔ پھر اس خیال سے کہ مبادا
فلومل اس حرکت کی جاکر شکایت کرے۔ اس کی زبان کاٹ ڈالی۔
اور ایک قلعہ میں دور دراز مقام پر لیجاکر قید کر دیا۔ اور بیوی سے جاکر
کہدیا کہ فلومل رستے میں گزر گئی۔ فلومل نے اپنی ساری مصیبت بھری
داستان ایک رومال پر کاڑھ کر اپنی بہن پروکنی کے پاس
بھیجی جس دن یہ خبر پہنچی ہی اس دن ڈکس کا تہوار منایا جا رہا تھا۔
پروکنی اپنے غم وغصہ کو غٹ غٹ پی گئی اور کسی پر ظاہر نہ ہونے دیا۔
اس تہوار کے ایام میں عورتوں کو اس کی اجازت ہوتی تھی کہ وہ
ملک میں آزادی سے اِدھر اُدھر چکر لگاتی پھریں پروکنی موقعہ تاک اپنی
بہن فلومل کے پاس پہنچی اور اس کو قید سے چھڑا لائی۔ اب دونوں

بہنیں مل کر بدلا لینے کی تدبیریں سوچتیں۔ پروکنی کا نی ٹری اس سے ایک بیٹا آتی لس نام تھا۔ پروکنی نے انتقام کے جوش میں اپنے لڑکے کو ذبح کر کے اس کا گوشت پکا نی ری اس کو کھلا دیا۔ جب کھانی کر فارغ ہوا تو آتی لس کو پوچھا کہ کہاں ہے۔ پروکنی نے کہا کہ ابھی تو کھا چکے ہو۔ نی ٹری اس مارے غصے کے بیتاب ہو گیا۔ اور تلوار سونت کر پروکنی اور فلومل کو مارنے بڑھا۔ اور چاہتا تھا کہ تلوار کی نوک ان دونوں کے کلیجے میں بھونک دے کہ فوراً دیوتاؤں نے اس کو ہد ہد۔ فلومل کو عندلیب اور پروکنی کو ابابیل بنا دیا۔

نی ٹری اس۔ مارس کا بیٹا اور تھریس کا بادشاہ تھا۔ اس نے پنڈی ان بادشاہ ایتھنز کی مدد مگار والوں کے خلاف کی تھی۔ اس لئے پنڈی ان نے اپنی بیٹی پروکنی کی شادی نی ٹری اس سے کر دی۔ پروکنی اپنی بہن فلومل کو بہت چاہتی تھی اس لئے اس نے اپنے شوہر کو بھیجکر اسے بھی تھریس بلوایا لیکن ٹی ری اس نے رستے میں اپنی سالی فلومل کی آبرو ریزی کی۔

(مزید حالات کے لئے فلومل ملاحظہ ہو)

جو و۔ جیوپٹر کو جود بھی کہتے ہیں۔

(آغا حیدر حسن)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ردیف الف

(۱)

شان میں اللہ کی مطلع ہو وہ دیوان کا
جیسے بسم اللہ پہا تک ہی ہوا قرآن کا

ذکر ہر مصرع میں آیا ہے خدا کی شان کا
لوگو بیت اللہ مطلع ہے مرے دیوان کا

حسن مطلع اس کا اے نوری نبی کا وصف ہے
قول بیشک سچ ہے یہ میرے محمد جان کا

بولا کاغذ سے قلم یہ قطعہ جب لکھنے لگی
رعب سے حرفوں کے دل ڈر جائے ہر انسان کا

حیدری خاتم خدا کے شبر کی تعریف میں
شعر جو ہے شیر ہے وہ ملک کے میدان کا

وصف میں بی بی کے بچوں کے جو دو مصرع کہے
ہو گیا پر نور وہ مطلع مرے دیوان کا

مدح میں بارہ اماموں کی کہوں بارہ جو شعر
عرش پر ہو ذکر اس بارہ دری کی شان کا

بیت اہل بیت کی تعریف میں جس دم پڑھی
آئینہ ہی آئینہ دل ہو گیا انسان کا

جو نبی کی آل اور اولاد کا دشمن ہے بنا
دین و دنیا میں اسے رتبہ ملا شیطان کا

آرزو دل کی ہے یہ اس دم پڑھوں یٰسین خود
رونگٹا میلا نہ ہو صاحب کے اوسان کا

مرتے دم ایذا نہ ہو اے جان صاحب جان بلب
پنجتن کا نام نکلے منہ سے اور رحمان کا

۲

شکرِ خالق کر کے بندی نے ادا سجدہ کیا
اُس کی قدرت ہی نرالی جو کہو وہ ہی بجا
پانچ باری جب ہیں روئی پانچ دریا بہہ گئے
بیسویں کے چاند کا پیدا کیا اُس نے چلن
آملا بچھڑا سجن. مانا تھا میں نے بیگما

کیا حقیقت ہی مری جیسا مرا رتبہ کیا
خاک کے پتلے کو اپنی شان سے گویا کیا
میری آنکھوں نے دو اپنجاب سے دعوا کیا
چھپکے آدھی رات کو گھر میں مرے آیا کیا
سو نہ جانا جاگتی نوبت کا ہی کونڈا کیا

اُن میں مرتی تھی مانگا اُس نے جو میں نے دیا
جان صاحب کبھی پیارا نہیں بپا کیا

۳

کیا مُنہ ہی منہ چڑائے کوئی اُس زبان کا
مردوں میں ای بہار کترتی رہی ہیں بھول
جمشید کا پیالا مری فکر ہی ہوا

کس مردوے کو علم ہی میرے بیان کا
دیکھا نہ منہ زبان کی قینچی نے سان کا
مضمون آئنہ کیا سارے جہان کا

معنی کے بدلے رہ گئی اب شعر میں جگت
ای جان بہنو انگر کھا ہا تھی کے تھان کا

۴

چوری ہوئی پتا نہیں ملتا ہی مال کا
زیب النسا کی طرح میں کہتی ہوں غزل
سوتے ہیں اب وہ چین سے مخمل کے فرش پر

گھر گھر گلا کروں گی اجی کوتوال کا
مردوں سے ہو جواب میرے سوال کا
گٹھا ہوا نصیب نہ جن کو پیال کا

ہمسائی میرے سر کی قسم آئیو ضرور
کونڈا کروں گی جمعہ کو سیّد جلال کا

بدنے لگی میں کس لیے پنچایت آپ سے
مالک ہی اب وکیل مرے انفصال کا

چھپ چھپکے پاس ای بوا شہزادی جان کے
ہی لاکھ بار آیا ہزاری کا بالکا

دردوں کے مارے مرتی ہوں لیتے نہیں خبر
کیا کھولنا تمہیں نہیں آتا ہی فال کا

سر پھوڑ کے لہو کی بہاؤں گی ندیاں
گر بال بانکا ہوگا اجی میرے لال کا

ایسا نکھٹو پلّے سے میرے بندھا ہوا
الٹا پڑا ہی جھگڑا گلے روٹی دال کا

ای باجی اس طرح نہیں چھپتا کسی کا عیب
جس طرح چاند رہتا ہی بدلی میں ڈھال کا

وہ جان صاحب آپ کی ہی ریختی کی دھوم
مُندر کے جیسے شہرہ ہی ہر جا خیال کا

۵

کہتی ہوں دل میں جب سے مجھے تو نظر پڑا
خالق بچائے جان ہلا کو نظر پڑا

موسی کناک فرنگی کو معراج ہو گئی
مریم نسا جو اُس کو سپاٹو نظر پڑا

ہوتی تھی عید ہم کو سمندر میں اُس گھڑی
ٹھہرا جہاز جب کوئی ٹاپو نظر پڑا

سب جھوٹ ہی میں اُن کے لیے ہو چکی خراب
سچا عمل کسی کا نہ جادو نظر پڑا

یہ سات پیر ڈھبوں کے ہوا بعد اتفاق
کنبے میں بیگما کے نہ دوہا جو نظر پڑا

مٹی خراب ہوتی ہی کوکلا تو ڈھونڈھ لا
سوسن کو طاق میں نہیں ما جو نظر پڑا

پھل دینی بھائی سے بھی نہ مجکو ملا بہار
دنیا میں کوئی اپنا نہ لاگو نظر پڑا

ہاتھوں سے دل کو تھام کے جو کھٹ پہ گر پڑی
پٹ بھیڑنے میں اُس کا جو بازو نظر پڑا

جس مردوے کے پیچھے مرا گھر ہوا اجاڑ	برسوں کے بعد پھر وہی الّو نظر پڑا

وہ دل در گو جنیاں لے کبھی جو نام الفت کا
نہ کہنہ تو اپنے منہ سے اُن نے منہ ڈھانکا ہی عظمت کا
ابھی سے دل پڑا اُس کا نگوڑا عشق کے پالے
مرا کیا نام ہو گا وہ خود بد کار ہی روشن
خصم دو جوؤں کا ای بوا جو سر کا پانسا ہو
لگا میٹھا برس جب سے یہ صورت زہر لگتی ہی
کٹا ہی صبح سے رو رو کے دن شام تک شبّن
صنوبر آ گیا غش میں ہوئی سنو جان سے عاشق
بدل کر آنکھ توتے کی طرح ٹیں ٹیں لگا کرنے
اگر دوزخ نہ ہوتی فکر کرتا کون جنت کی
نہ مانو مہری نم بچی کے حق میں کانٹے بوتی ہو
پڑھائی کیوں زلیخا مولوی جب صنا نے یوسف کو
اگر ہی فتح خاں رستم تو ہوں میں سورما زنڈی

کسی دشمن کے دشمن کو نہ ہو آزار حیا ہیبت کا
اری عزت نسا تجھ کو نہیں کچھ پاس حرمت کا
خدا حافظ ہی اُس جھمن تری بیٹی کی حرمت کا
دیا ہی رنج مجھکو جب گلا کرتی ہوں راحت کا
بدی جس سے کریگا سامنا ہووے گا ذلت کا
کہیں مشاطہ کر پیغام اب عمر ہی کی نسبت کا
اُٹھی جو سو کے منہ دیکھا عجب کمبخت ساعت کا
عجب بوٹا سا قد اُس کا نمونہ ہی قیامت کا
اُڑے دنیا سے جلدی نام ایسے بے مروت کا
ہی رتبہ سوم کی خست سے حاتم کی سخاوت کا
نہیں یہ وقت ہی اے بیگما صاحب عبادت کا
کیا خانہ خراب اُس کا دکھایا کوچہ الفت کا
چلا تلوار کے آگے ہی کس دن زور طاقت کا

وہ تھے اُستاد تجھ کو جان صاحب اُن سے کیا نسبت
کیا پر نام روشن رنجنی نے تیری نسبت کا

۷

کنواری پہ مرتا ہی تف اُس کی ریش پر
قاضی کے گھر میں کیوں نہ ہو چرچا شراب کا

رو رو کے آہیں کھینچی ہیں اک مست نے لیے
تھیں دیگ آنکھیں بن گئیں بھبکا شراب کا

اللہ خدا کے گھر میں جو ہوتا ہمارا دخل
پانی کے بدلے مینہ ہی برستا شراب کا

رنڈی کسی شرابی سے تیری لگے گی آنکھ
تعبیر سُن جو خواب ہی دیکھا ۔ شراب کا

مرنے کے بعد قبر میں ڈھیلے کی جا بوا
رکھ دینا میرے پہلو میں شیشہ شراب کا

مُتانی سوت پر پڑے خالق مرا وبال
پڑ جائے اُس کے حلق میں پھندا شراب کا

بچی ابھی کنواری ہی تو ۔ سر ڈھکا نہیں
لکھوانہ جیرے والے سے نسخہ ۔ شراب کا

آنکھیں کسی کی دیکھ کے بے ہوش ہو گئی
نرگس کے منہ پہ دو اچی چھینٹا ۔ شراب کا

مشکیں پڑی ہیں شیشہ ہی دل کیوں نہ مست ہو
باجی یہ میرا کوٹھا ہی کوٹھا ۔ شراب کا

اے جانؔ بے پیے نہیں آتا ہی دل کو چین
بے ڈول پڑ گیا مجھے چسکا شراب کا

۸

چال رسوائی کی لوگو یہ ہی اکثر چلتا
دل سے لاچار ہوں کچھ بس نہیں اس پر چلتا

لاکھ ٹیڑھا اجی گو سانپ ہی باہر چلتا
ہی مثل سیدھا ہی وہ بانبی کے اندر چلتا

یہ وہ بچہ ہی نہیں دم پہ کر اس پر چلتا
دیکھیے گھٹنیوں کب تلک ہی مقدر چلتا

تو ہی دیوانی وہاں جاتی ہی سنگین خانم
لونڈیوں میں پری خانم کے ہی تیر چلتا

اُس کو اس باغ میں جیتا ہی میں گڑوا دیتی
میرا شمشاد یہ قابو جو صنوبر چلتا

ساتھ رہتا پری خانم کے وہ سائے کی طرح
عشق ہوتا تو وہ ڈولی کے برابر چلتا

سوت کی مانگ میں دل اُن کا ہے اٹکا جاکے / رات کو راہ مسافر اجی کیونکر چلتا

آئی گردش ہے عجب مُردؤں کی روزی پر / ہر محل میں ہوا چرخا ہے یہ گھر گھر چلتا

موئے کافر جو بڑی روئی میں پہنے ہوتی / دال کیا گلتی تری - جادو نہ مجھ پر چلتا

رشتہ ہنساپے کا نوٹیں گی وہ جو ہیں طوفان / خوب ثابت ہوا اب جوڑ ہے مجھ پر چلتا

سوم نبیوں سے جلاہوں سے جو جو ہر کھیلے / چال وہ مجھ سے ٹکے گز کی نہ کیونکر چلتا

دینا خورا کی ہے رزاق ہے مودی میرا / خرچ اس بندی کا کیا او ہی ہلدن پہ چلتا

پنجتن پاک کی ہے آس مجھے ای باجی / جن کے صدقہ میں مرا سارا ہے ٹبر چلتا

جاتی تو چندی میں مہتاب کو اپنے لیکر
جان صاحب جو مرے ساتھ وہ دلبر چلتا

۵

مجھ کو دے لا کر جو کچھ - کیا منہ ہے اُس کنگال کا / آج تک پنپا نہیں - مارا ہوا ہے کال کا

ہو وہی عالم الٰہی لالہ ہرگوپال کا / جس طرح جوڑ گیا ہے لالہ امرت لال کا

سوم کے گھر میں میاں کی دال بھی گلتی نہیں / برم راکس جان لیگا - آنکھ لیگی کا لکا

نام پر شبنے کے دروازے کی کنڈی بھی نہ دے / چور گھر جو پٹ کریں - وہ منہ ہے تجھ کو مال کا

جان صاحب جس سے کھل جاتی ہے سب نیکی بدی
ریختی سچ مچ تری - پانسا ہے یہ رمال کا

۱۰

کیا ہم کو پڑی کوئی نہ ناحق کے گھر آیا
اجڑا ہوا آبادی کا جب گھر نظر آیا
نرگس مجھے بیمار کیا عشق نے جس کے
خورشید نے قطبن کو دیا جوڑا کتاں کا
گو آنکھ لگا مردوا تھا چھوٹی کا زیور
مرزا کی کبھی یاد میں میں روئی جو نرگس
لو کہتی ہی یہ صبح کنور شام برن سے
دل شیر ہوا میرا کہ میکے میں اب آئی
پریوں کا طبق چھوڑوں گی دیوانی نہ ہو جاؤں
پکّا نہ تھا کچّا تھا وہ جن اے پری خانم

اچھا تھیں کرنا ہی اجی ذکر پر آیا
رونے لگی میں دیکھ کے جی میرا ابھر آیا
اک دن نہ خبر لینے کو وہ بے خبر آیا
کرنے مری مہتاب کا ٹکڑے جگر آیا
کنبے میں مرے جا کے بڑا نام کر آیا
بے ہوش ہوئی ہوش نہ ڈو ڈو پہر آیا
کوکا مرا کلو سے ہی منہ کالا کر آیا
ڈولی میں سُنا میں نے جو رستم نگر آیا
کچھ کھوٹ ہی جو خواب میں دریا نظر آیا
کل سر پہ چڑھا آج بگوڑا اُتر آیا

ای **جان** - کبھی تھا وہ مرے حسن کا عالم
آنکھیں تو ہرن دیکھنے - چینا کمر آیا

۱۱

جان تک مجھ سے نہیں کرتے ہو پیاری مرزا
مجھ زلیخا کو خدا نے دیا تم سا یوسف
لاکھوں پریوں پہ شرف رکھتی ہی سچ کہتی ہوں
کیا خوش آئے ہو کے بلا میں نہیں پری خانم نے
ساس نندوں کی محبت کے میں قربان گئی

کس طرح بھولے مجھے یاد تمہاری مرزا
شکر ہی تجھ پہ میں سو جان سے واری مرزا
آپ کی بوجی کی ہر ایک کہاری مرزا
آپ کی ڈیوڑھی پہ جب آئی سواری مرزا
جاؤں میکے مجھے منگوا دو سواری مرزا

تم سلامت رہو صدقے ہیں تمہارے صاحب
کروٹیں بدلیاں پر نیند نہ تم بن آئی
باتیں رُک رُک کے یہ بندی سے نہ کرتے ہرگز
چلا باندھا ہی کہ نا رڑا کھلے منت یہ ہی
تین پانچ آٹھ بناؤ یہ کسی احمق سے

کتنا پہنو گی ابھی گوٹا کناری مرزا
کس مصیبت سے کٹی رات ہی ساری مرزا
چاہ کچھ بھی جو تمہیں ہوتی ہماری مرزا
رکھا روزہ جو دوگانا نے ہزاری مرزا
چال چوسر کی ہیں کب تم سے ہوں ہاری مرزا

انبہ پرشاد سے ای جان جو شیریں لائی
وہ مربّے کی تو منگوا دو اچاری مرزا

نیا چلن تو ابھی عمر بھر نہیں آتا
بخار سائے کا ہی تم کو ای پری خانم
جلاؤں ایسا کہ صندل کی طرح ناک گھسے
بلا تم کون ہی مشکی کو اُس کا منہ کالا
نہ پھینکا ڈھیلا نہ کھنکارے چپ چلے آئے
ہماری اُس کی تو منہ دیکھے کی محبت ہی
لڑائی جھگڑا بکھیڑا کرے بلا میری
نہ کیوں یہ خاک میں مل جائے ننگ کندن سا
خصم کا مال تو ہی یار کو کھلا رنڈی

۱۲
جسے ہیں جانتی سو وہ ہنر نہیں آتا
کبھی ہی آتا کبھی بیشتر نہیں آتا
نہ آئے نس کٹا جو میرے جو گھر نہیں آتا
ترے بلانے سے عنبر اگر نہیں آتا
کسی کے گھر میں کوئی بے خطر نہیں آتا
مہینوں گھر پہ مرے بے خبر نہیں آتا
رہیں وہ کسی کے گھر مجھ کو شر نہیں آتا
کسی کے ہاتھ ابھی مفت زر نہیں آتا
ہمیں تو لاکھ کا گھر خاک کر نہیں آتا

۱۳

گرگٹ کی طرح کالا کبھی لال ہو گیا
نوروزی جان پڑے وہ دن اب اں کہاں سے
ایسی گھڑی سے سبز قدم آئی نوبہار
ایسا نما پنچہ مارا ہے کو کانے آ کے
رہنے کا سا ہو کاروں سے پیدا کیا چلن
کیچڑ میں کوڑی دیکھیں تو دانتوں سے لیں اٹھا

غصے سے مردوئے کے عجب حال ہو گیا
بچہ تو جنتے جنتے تجھے سال ہو گیا
پھولا پھلا چمن مرا پامال ہو گیا
سوسن کا میری نیلا اجی گال ہو گیا
ہمسائی - گھر اری ترا ٹکسال ہو گیا
اری اشرفی زمانا بھی کنگال ہو گیا

جو قدردان اپنے تھے اے جان چل بسے
جبسا تو ہمارا ان دنوں یہ حال ہو گیا

۱۴

آرزو بندی کی خالق سے ہے اک دن میری سوت
برفی خانم پھونک کر خالی کرا بیٹھا دماغ
میر بجری پاس بیگم کا روٹہ نہ کھینچیے
درد بچی کو لگے - کیسی اجی ہے بی کٹر

کھائے پھل تلوار کا اور پھول سونگھے ڈھال کا
بے ادب لڑکا تھا کتنا بن گیا سسرال کا
پیسا پرمٹ کا ابھی باقی ہے اگلی سال کا
فال کھلواتی نہیں ہو پاس گھر کے مال کا

جان حسب صفارات کو پھوڑنے سے اوڑھکر
کیا بڑا لیکھا کیا تم نے ہماری شال کا

۱۵

خالی کے مہینے سے - وہ خالا! نہیں تھا
ڈر گو مرے پاس رہا لا نہیں رہتا

بچا مری گودی سے نہ ہنسلی نہ تاہی بچا
کیا شام سے اندھیر ہی بی چاندنی خانم
اس گھر کو اجی بھاڑ سے بدتر ہوں سمجھتی
کھلتی ہی جبھی ٹھوکریں کھانے کی حقیقت
اک پیٹ رہے ہم کو تو سو خطرے ہوں پیدا

اب نام خدا ہوش سنبھالا نہیں رہتا
سنجھ بتی کسے کبھی وقت اوجالا نہیں رہتا
جس ہیں کہ گھر بستی کا اٹالا نہیں رہتا
سر پر جو کوئی چاہنے والا نہیں رہتا
مردوں پہ تو کوئی بھی کسالا نہیں رہتا

ای **جان** مرا خرچ ہی تنخواہ پہ رکھا
رنڈی سے تمہیں حیلہ حوالا نہیں رہتا

۱۶ ق

اُترا ہوا ہی چہرۂ گل سے کمال تیرا
کوٹھے پہ چڑھ کے رنڈی کرتی ہی تو جو کنگھی
کوئی تو آ پھنسے گا اُلّو موا نگوڑا
محبوب سُن جو پایا۔عاشق بھی دل کو بھایا

جی ہی نڈھال تیرا کیا ہی یہ حال تیرا
ہیں پیچ خوب سمجھی یہ بھی ہی چال تیرا
ہی حبل ساز بجری ہر بال بال تیرا
پٹا کسی نے گایا آیا خیال تیرا

تھی میں تو تیری جانی کیا بات تھی چھپانی
جو غیر ہو نہ جانے ای **جان** حال تیرا

۱۷

گئی تھی دیکھنے باجی ہیں سورج کنڈ کا میلا
اجی پتھر پڑیں ایسی ہنسی پر سنگی خانم کی

بچی ہوں پستے پستے مردوں کا یہ ہوا ریلا
لگا ہی اوہی کیسا آکے میری آنکھ میں ڈھیلا

فتح خاں نام ہے اُس کا وہ ہے دکھنی لٹووں میں
مجھے کسبی سمجھ کر گھورتا ہے دیکھو میلے میں
سخاوت کا پتا کوسوں نہ ای باجی نہیں ملتا
کسی نے آج کل مجکو دیا گر ایک بھی پیسا

ہم اسی پر میں ہوں مرتی ای بوا باندہی جو سیلا
مہینوں بائی جی لڑکا مری گودی میں جب کھیلا
ہوا حاتم بھی کیا جانے نگوڑے سوم کا چیلا
میں سمجھی مارا حاتم نے یہ سر میں سوم کے ڈھیلا

ترے صدقے میں میں نے جان صاحب آج دیکھا ہے
سُنا کرتی تھی مدت سے میں سوم کنڈ کا میلا

۱۸

یہ دل مسوس کے چپ بھی نہیں رہا جاتا
لگی ہے آگ محبت کی دل میں - آکے بجھا
جو سنتا مرتا ہے فرہاد لوگو شیریں پر
میں بات کرتی جو اپنوں میں تم سے ای ضنا
وہ عمر دی ہوئی دنیا میں ای حسینی جان

گلا جو کرتی ہوں چاہت کا ہے مزا جاتا
دوگانا جان خدا کا ہے گھر جلا جاتا
وہ بس کی گانٹھ تھا خسرو بھی نہ ہر کھا جاتا
ذلیل ہوتی وہ بندی تمھارا کیا جاتا
کہ میرے حال کا ہے مرثیہ پڑھا جاتا

جو فکر ہوتی ہے رونی کی شعر کہنے میں
بُرا بھلا یونہی ای جان ہے بکا جاتا

۱۹

اُن کو تو روزی - پورا سال ہوا
کس کے تم غم میں بن گئیں مردہ

تھی یہی عید جو دو صال ہوا
او ہی در گور کیا یہ حال ہوا

مجھکو اُلفت جیسا سے تھی باجی
اُس کے مرنے کا غم کمال ہوا

جس نے دولت قدم۔ روپی گاڑے
مال وہ موذیوں کا مال ہوا

تو صنوبر سے دوستی کر کے
موئے شمشاد! کیا نہال ہوا!

ہو منافع جو مسئلے سے روا
سود کھانا بھی اب حلال ہوا

چپکے رہنے میں تھا حرام وہ کام
ایک دو بولوں سے حلال ہوا

مال تل بھر نہ جائے گا قبر
کوئی دانا جو کہو تو ا ل ہوا

مجھ کو بھی دھن ہی خوب لاؤں رنگ
دوستی کا اُنھیں خیال ہوا

جان صاحب رہا وہ ننگ سدا
جس کو حاصل کوئی کمال ہوا

۲۰

میں گری تو بھی گرا۔ پانوں نہ تیرا ٹوٹا
تیرے دل کو تو کل آئی مرا پہنچا ٹوٹا

قند والوں کے محلے میں گئی تھی مصری
کھا کے ٹھوکر جو گری۔ پانو کا گٹا ٹوٹا

ای گل، اندام یہ خوش بو جو چلی آتی ہی
شاید عطار کے کیوڑے کا قرابا ٹوٹا

کیا لیں تاوان امینہ سے پری خانم ہم
چار پیسے کا موا شیشہ تھا ٹوٹا پھوٹا

کھا گئی بوٹ بٹر اکے تو یہاں تک مارا
سر یہ باندی کے مرے پانو کا جوتا ٹوٹا

باجی سمدھن ہے مری کرسی کی احمق سے سوا
ٹھٹھنے کو دیا داماد کو مونڈھا ٹوٹا

باغ کا میوہ اُسے توڑ کے سب بھیج دیا
جان صاحب ہے بڑی ڈال کا آیا ٹوٹا

۲۱

نہ عصمت سے یہ کام - بی جان - ہوگا
کہوں باجی اماں سے بر میرا ڈھونڈو
نہ کر رات کو کنگھی سر میں تو اپنے
تم آئی ہو گھر میں وہ آئے گا کیونکر
مزا دوسری سے نہ پائے گا جس دم

کسی نے کیا اُس پہ بہتان ہوگا
یہ مجھ سے نہ ہرگز روا جان ہوگا
زناخی! بہت دل پریشان ہوگا
موا جان کے ایسا انجان ہوگا
مجھے چھوڑ کر تو پشیمان ہوگا

نہ ہونا اری جان صاحب پہ عاشق
ترا نام رسوا مری جان ہوگا

۲۲

مرے آگے نہ رو دُکھڑا زناخی بار بار اپنا
دیا پھولوں کا گہنا سوت کو یہ خار ہے مجھکو
پھنسانا ہی مجھی دل جان کے چاہت کے پھندے میں
رہا گلشن سے خوش کانٹی سی بند تر ہم کو وہ سمجھا
نہ بات اس سے کرو مصری وہ بس کی گانٹھ ہے بھڑوا
خدا نے پدمنی کو قوم میں اُن کی کیا پیدا

تری باتوں سے ہونا ہی اری دل بے قرار اپنا
نہ کیوں دل پھول سا کمھلائے اب آئی تو بہار اپنا
اسی کمبخت پر چلتا نہیں کچھ اختیار اپنا
کیا گلزار خالہ بہو دل فدا جنگلو ہزار اپنا
نگوڑی جان کے بیری کو جانا تو نے یار اپنا
بڑا اہل ایک سے رتبہ نہ کیوں سمجھیں ہمارا اپنا

ارے تو جان صاحب بک گیا کیا نور اللّٰہ پہ
تری جوتی کرے پاؤں پہ اُن کے سر نثار اپنا

دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہو گیا
پھر گئی اک بارگی مرزا کی آنکھ
دوستی کس مرد سے کی آج کل
مر گئی ہیں جیتے جی ای بیگما
کیا ہوا چل دور ہو تجھ سے موئے
بیگما سچ بول تو کیوں ہے خفا

۲۳

ہیں تری نوجان میرا ہو گیا
دیکھنا بی او ہی یہ کیا ہو گیا
حال یہ کیا دشمنوں کا ہو گیا
عشق ہیں گھر کھوج میرا ہو گیا
بیاہ میرا او رہی جا ہو گیا
کچھ تو ہی نقصان تیرا ہو گیا

کیوں نہ ہو اس روح کو ای جان چین
آئی وہ دل شاد میرا ہو گیا

جب سے سایہ اُن کو جن کا ہو گیا
ایک نامحرم سے گنڈیا گھاٹ پر
خوب بھڑکایا تھا اُس کو سوتن نے
نیک ہوں روشن تو کہتا ہوں برا
دیکھنا اِس آنکھ مندی کی چال ڈھال
مجھ سے موتی کھو گیا گوہر کا جو
اب نظر میں اُن کی میں چڑھتی نہیں
میں نہ بولی اُس سے دو دن ایک رات
بل بہت سا کرتا تھا تکلے کی طرح

۲۴

بی پری خانم کو سودا ہو گیا
آج محرم دل کا سودا ہو گیا
میں ہوئی جب گرم ٹھنڈا ہو گیا
منھ انھیں باتوں سے کالا ہو گیا
کس قدر رچپر بانکسا دیدا ہو گیا
کل تھا جھوٹا آج سچا ہو گیا
دل سے اُتری جب سے چکلا ہو گیا
گلبدن جس دم وہ ترچھا ہو گیا
ایسا ہی جھٹکے میں سیدھا ہو گیا

نوح کا طوفان آنکھیں ہیں مری
جس جگہہ میں روئی دریا ہو گیا

کیا کہوں سن سن کے باتیں ہول کی
جان صاحب مجھ کو دھڑکا ہو گیا

۲۵

مرنا مزاج آپ کا جب سے بدل گیا
تف اس بہادری پہ بنا مرد واہی کیوں
کیں جس کے آگے باتوں میں جہن نے گرمیاں
مالن ہی تو بہار بنی مونیا کا پیڑ
خورشید کیا رکھوں انھیں آنکھوں کے سامنے
تصویر اُن کی دیکھ کے آنسو نکل پڑے
دے دیکے چھینٹے گر گیا مغلس سڑن ہائے
آنکھیں لڑائیں اُن سے کہاری نے بانس کھائے
چھٹی لڑی دوگانا۔ اوڑا منہ کا رنگ روپ
دیوانی بن گئی تھی ہیں پریوں کی کھوٹ سے
کرتی ہو کنگھی چوٹی بڑھاپے میں ہگمیا

کس کس کا او ہی جوڑ نہیں مجھ پہ چل گیا
چھوڑا پڑا اتھ میں نے نرا دل دہل گیا
پتھر کا دل بھی موت کی صورت پگھل گیا
دانوں سے ٹھنڈ ہو کے بدن سارا اُچھل گیا
گرگٹ کی طرح رنگ زمانہ بدل گیا
بچّہ ہی تھا کھلونے پہ آخر مچل گیا
سقہ گھوڑا بھی بری خانم کو چھل گیا
اُس کا بھی میرے چونڈے پہ ڈولا اُچھل گیا
سورج کی تیزی کم ہوئی دن لو کو ڈھل گیا
چھوڑا طبق ہی جب سے مرا دل سنبھل گیا
رسی زنانی جل گئی لیکن نہ بل گیا

ای **جان** ایسا چھاتی سے لپٹا یا بھیج کر
انگیا کا میری سارا مسالا مسل گیا

۲۶

سیروں مرے بدن سے لہو ہاں نکل گیا — سر کیا ڈھکا کہ زور ہی جنیاں نکل گیا

ہمدم بلا سے میری اگر جان پر بنی — ارمان تیرے دل کا تو درباں نکل گیا

گھوڑی حمایتی کی عراقی کو مارے لات — سچ ہی مری زبان سے یہ ہاں نکل گیا

منہ زور سب ہیں جتنی ہیں نخاس والیاں — ان کا بدی میں نام ہی جنیاں نکل گیا

بے لے کی مولوی نے فضیلت کی لاگ سے — دق ہو کے مدرسے سے الف خاں نکل گیا

جوتی سے کوڑا نیا سا قدم پر کریں گے وہ — اپنا تو پاؤں بیچ سے گوئیاں نکل گیا

کل کا نہو رناک کر بہائی کاٹ کے — لڑکا بغل میں لیکے گلستاں نکل گیا

کوڑی نہ خرچی کہتی ہیں چکلے کی کسبیاں
کیا مفت **جان** گھور کے یہ یاں نکل گیا

۲۷

لے کے دل ہو گیا بیگانہ نہ اپنا نکلا — جس سے کی دوستی دشمن ہی نگوڑا نکلا

باجی دن رات کا پھر وہی بکھیڑا نکلا — کوئی گل پھولے گا پھر تنت کا چرچا نکلا

رات کو چل کے سلیمان سے کھلوائی فال — جن کا لوگو پری خانم پہ ہی سایہ نکلا

بھول میں تل ہے مری مہتاب کے پھٹتی ہے کھل — چاند کے پیٹ میں خورشید یہ تارا نکلا

روئی بچپن میں بہول جب سنتی ہو طوفان آیا — ایڑیاں اس سے ٹسے جہاں گڑی ہیں چشما نکلا

مر گئی سوت مگر غم نہیں بھولا مجھ کو
جان صاحب نہ کبھی دل سے یہ کانٹا نکلا

۲۸

سرکار میں تجھے تو ارے کام ہوگیا
پاپوش سے تری جو مرا کام ہوگیا

بیگم یہ ٹھنڈی سانسیں بھرے کس کے واسطے
خستجانے سے سوا جو یہ حمام ہوگیا

کیوں لونڈی اس کی ہوں نہ زلیخا کی طرح سے
یوسف مرا غلام ہی بے دام ہوگیا

دولھا نے جب دولھن کو زنانخی کیا سوار
ہمجولیوں کے رونے سے کہرام ہوگیا

رنڈی نہ کربلا میں کوئی جائے اے بوا
حاکم کا لکھنؤ کے یہ احکام ہوگیا

گڑیا سنواروں گی اری ہیں بھیک مانگ کے
مشاطہ کہہ او دھر تو سرانجام ہوگیا؟

جمشید کا میں تو ڑ کے سرلوں گی دیکھنا
غالب جہاں نما یہ میرا جام ہوگیا

مالن بہن کے آئی ہی تو دیکھ نوبہار
سمنا گزری کے مول سے پھول لام ہوگیا

تیری جدائی جان کے جانی نے جان دی
شادی کا نام موت کا پیغام ہوگیا

۲۹

جان حبیب آکے دل مجھ پر ترا کیسا پھر گیا
ادہی کیا تقدیر بگڑی بن کے سودا پھر گیا

بن کے بگڑی بات کیا قسمت ہی ناراجان کی
چاند سا بر آکے دروازے پہ کیسا پھر گیا

بے بلائے مردئے کے گھر میں پھر دوڑی گئی
بے حیا ہی لے کے دل مجکو نگوڑا پھر گیا

گونباتی جان میٹھی گالیاں نیچے کی ہیں
کھاتے کھاتے یہ مٹھائی جی ہمارا پھر گیا

کل جو عیدی آئی لاڈو جان کی سسرال سے
رکھ لیا باجی نے کیا مشاطہ اور کیا پھر گیا؟

دیکھے دل میں جان حبیب کو نہیں رسوا ہوئی
گھر محبت کا ہکا لو گوا ڈھنڈورا پھر گیا

۲۰

ہوئے جڑواں جو دوگانا کے نواسے پیدا
اُس کے قربان جو دو آنکھوں سے چار نہ دیکھیں یہ
پیسے والی ہیں۔ بنی کوڑ یا خانم اب تو
چیرے والے پہ نہ یہ باندھتو باندھا ای نرگس
صدقے خالق کے ہوا کیا نہیں خالق نے کیا
ڈر نہ خیرن سے۔ ہی دیوانی پری خانم تو
نہ ڈرو نانی کے مُردے سے ہوا دیکھے ہوئے

گڈے سے کیا جیتے ہوئے تھے وہ ذرا سے پیدا
کہتی مضمون ہوں آتو کی دعا سے پیدا
کیا ہی جرخانے کیا مال دغا سے پیدا
اور دو روگ ہوئے اُس کی دوا سے پیدا
خاک سے آگ سے پانی سے ہوا سے پیدا
ایسے تشر ہوتے رہیں تیری بلا سے پیدا
بیٹے اور پوتے نواسوں کے کوا سے پیدا

دل تجھے کیا دیا ای جان مرے دشمنوں کے
روز ہوتے ہیں نئے خون کے پیاسے پیدا

۳۱

ہلکا نہیں ہی بھاری یہ ہی ٹیم ٹام کا
نکلی ہی کھوٹ شیخ کی گر فال ہیں بوا
لگتی نہیں زبان ہی تالو سے ایک دم

جوڑا اری ہیں آیا بڑی دھوم دھام کا
چھلا اُٹھاؤ دھو کے بی آسا کے نام کا
بکّی موا رونا نہیں مرے کام کا

ای جان صفا آپ کو کہتی نہیں ہوں کچھ
رسوائیوں کا پاس ہی اور اپنے نام کا

۳۲

اندھا بہن بہن کے مرا ہار کر دیا
گوہر نے ہار۔ موتیوں کا ہار کر دیا

ہرنی کے اندھے ہونے پہ ایسی کھائی آنکھ
نرگس کو میری آپنے بیمار کر دیا

پرہیز اپنا وہی بنفشہ نے توڑ کے
دو پیسے بھر کا سیر بھر آزار کر دیا

گھورا مجھے جن آنکھوں سے دیدہ شوہ ہوں ٹھم
کل جھبیوں نے، ہوس کے بیمار کر دیا

ہیں اُس کی۔ گھر یہ اُس کا۔ ہوا سب کے سامنے
لکھ پڑھ دیا زبانی بھی اقرار کر دیا

روپا نے اپنے مال کا بھڑوے سنار کو
سنتی ہوں رتی رتی کا مختار کر دیا

چھلا جڑاؤ سونے کا دولھا کے سامنے
ہیں نے دولھن پہ ڈومنی کو وار کر دیا

بنّو کی بات غیر سے ٹھہرا رہی ہو کیا
سو بار ہیں نے آپ سے انکار کر دیا

مرزا مقیم سیکڑوں آتے ہیں جوہری
گوہر نے گھر کو جوہری بازار کر دیا

باتیں تمھاری جورو کی چھریوں سے کم نہیں
ای بٹیا ایسا جورو کو خونخوار کر دیا

دولھا بنائے رکھتی ہیں ای جان آپ کو
بندی کو مفلسی نے ہی ناچار کر دیا

۲۲

مینہ کا برسنا اور وہ پینا شراب کا
تھا کیا ہی عیش باغ میں جلسہ شراب کا

دیوانی ہو گئی پری خانم ہی آج کل
سر پہ چڑھا ہی رنڈی کے سودا شراب کا

وہ پینے والی ہوں نہ کبھی میرا دل بھرے
پانی کی جا اگر بہے دریا شراب کا

گھٹی میں میری دائی نے کیا ڈال دی شراب
آتے ہی ہوش پینا خوش آیا شراب کا

مشہور سب یہ ہو چکی میں ام الخمر
چھوٹے گا منہ سے اب نہ پیالا شراب کا

گوندھی گئی تھی خاک مری کیا شراب میں
متوالی کیسی بن گئی بیٹلا شراب کا

ہونا ہی دل کباب بس ای جان چپ رہو
میں کب سے سن رہی ہوں یہ جھگڑا شراب کا

۴۴

پڑی ہیں سر میں جوئیں اب ایسی کہ نوچ ہی جینے سے دل ہمارا
ممانی اماں میں سر میں ڈالوں منگا دو تھوڑا سا مجکو پارا
کبھی نہ بھولوں کبھی آ کے پوچھا کہ تیرے جوڑے کا حال کیا ہی
یہی تھے اقرار تو نے جس دم کنوار چھل تھا مرا اُتارا
تپانچے کھائے ہیں میں نے ناحق بلا کے خانم کو اپنے گھر میں
مجھے تو اماں نے بھول کی بھی چھڑی سے ابتک نہیں تھا مارا
کہے میں دیتی ہوں لاڈو خانم قسم خدا کی یہ دیکھ لینا
نکال لونگی میں دونوں دیدے کیا کسی سے جواب اشارا
کہے ہیں نانوں پہ فاقے اننے کہ جان مجھ میں نہیں ہی باقی
نبا ہوں تجھ سے بھلا میں کیونکر نہ ہو جو روٹی کا کچھ سہارا
یہ ختنیاں ہیں تماش بینیں نہیں زیارت سے کام اُن کو
یہی ہی مطلب کہ جائیں درگاہ مردوں کا کریں نظارا
زمیں پہ کس طرح پانوں رکھے دماغ اُس کا ہی آسماں پر
گئی ہی بیاہی وہ چاند خاں سے نہ چمکے مہرن کا کیوں ستارا
میں پاس بیٹھی تھی دولہ بھیا کے گر وہ سنتے تو ہوتی آفت
کیا غضب کیا تم نے ہر نہ اچھا تھا ہم لیکر مرا پکارا

رہونگی میکے میں اپنے جاکر سواری منگوادو ہم کو صاحب
یہ ساس نندوں کی بولی ٹھولی کروں میں کب تک بھلا گوارا

لگی ہوئی ہو بناؤ ہیں تم دوگانا جنیاں یہ کیا غضب ہے
سواری دولہ کی آکے اُترتی دولھن کو ابتک نہیں سنوارا

تری جو جورو ہی سہرے جلوے کی اُس پہ جاکر یہ قرف کر تو
ملینگے جاکر اُسی سے ہم تو جسے کہ چاہے گا دل ہمارا

بڑی خوشی سے وہ چھوٹی پوتی کا اپنی تم نے نکاح کرنیں
قسم ہو اس سر کی جان صاحب نہ آیا بیگم کو استخارا

	۳۵	
کھانا چرا کے خوب نہیں ماں سے پان کا		منہ کی کہیں کھلائے نہ چسکا زبان کا
چوری لگانہ جوہری چنّی کے یار کو		دُردانہ موتی لے گئی گوہر کے کان کا
بیڑا نو ہی اُٹھایا خدا سرخرو کرے		سر سبز ہوں بنا جو لگے خاصدان کا
حرفہ نہ کرنوارٹ کا نغارت نہ کر جہیز		باپی بھی دے پلنگ نہ بیٹی کو بان کا

منستانیوں کے کیوں نہ کریں تجھ پہ میل دل
اے جان تو ہی مردوں میں ہاتھی نشان کا

	۳۶	
چھوٹے دیور سے مرے پردا کیا		باجی صاحب اوہی تم نے کیا کیا

کس سے میں نے آپ کا شکوہ کیا
مردوئے کہتا ہی میں نے کیا کیا
بیٹھے سے اچھے نکالے تم نے پاؤں
کل گئے دن کے دکھائی شکل آج
میں تو تڑپی تم نہ آئے رات بھر
آنا جانا میرے گھر کا چھوڑ دو
ایک تم نے کی۔ تو میں نے دو کیے

جو کیا صاحب نے وہ اچھا کیا
تو نے بس بو بابہ پیشہ پیدا کیا
ایک گھر سے دوسرا پیدا کیا
اپنا کہنا تم نے اے مرزا کیا
یہ کہاں کا آپ نے نخرا کیا
تم نے رنڈی کی بہت اچھا کیا
یہ تو بولو اوہی۔ میرا کیا کیا

پھر اجی تم سوت کے جاتے ہو گھر
جان صاحب ربط پھر پیدا کیا

۳۷

عشق جس دن سے کیا۔ کیا کہوں کیا کیا بھولا
بیاہ ہوتے ہی دولھن جان کو میکا بھولا
تم کو ماں باپ کا حق جان کے بیٹا بھولا
دیکھ کے ایسی ہوئی آپ پہ عاشق مرزا
سچ ہے بی نوج مرے کوئی کسی کے اوپر
کھیر اکگڑی کیا بچوں کو مری بھابی نے

غیر کی یاد میں سارا مجھے کنبا بھولا
چین سسرال میں پائے اجی بھولا بھولا
ایسے جورو کے ہوئے خوف خدا کا بھولا
اپنا سب بھان متی کو بھی تماشا بھولا
یاد رونا رہا گھر بار کا دھندھا بھولا
اُن کا وہ کوسنا اب تک نہیں بھیّا بھولا

صدقے میں یاد رہی غیروں کو بانٹی عیدی
جان صاحب ہی کا حق آپ کو مرزا بھولا

چھوڑ کر اوہی خصم تم پہ تو نگرا اپنا کھو جڑی پیٹا کسی طور نکلتا ہی نہیں کس کو سمجھاؤں خرابی ہی مری دونو طرح تیرے کہنے سے تو آزاد کیا اے شمشاد	۲۸	گنگلی بن بیٹھی ہوں گھر بار لٹا کر اپنا غم موا سمجھا ہی کیا دل کو مرے گھر اپنا بھائی پہ زور ہی چلتا نہ خصم پہ اپنا مُنہ دکھائے نہ مجھے پھر یہ صنوبر اپنا

جان صاحب کی جدائی سے پریشان ہی یہ
زن نگوڑا کہیں لگتا ہی نہ دم بھر اپنا

ای بوا پتھر کا دل ہی اُس مُئے بے پیر کا کیا کیا ہی دھوپ میں باندی نے سر اپنا سفید اشرفی خانم کی چوری اوبری خانم کھلی ہیچ کھوٹے شہر میں بٹا نہیں لگنے کا کچھ سچ کہا جھرن نے یہ روشن ہی نارو سے سوا ای نگوڑی کیا پھر گئی ہو گے تو ننگے گلے	۲۹	تھا نکھٹو گھر میں خالق کے مری تقدیر کا آج تک آیا نہ شبنم کو پکانا کھیر کا ہی بنایا توڑ کے توڑا مری زنجیر کا ہی اگر کندن کھرا سونا تیری زنجیر کا ہر سنار اچاندنی خانم مری زنجیر کا بن نہ سودائی اری سودا نہ کر زنجیر کا

جان صاحب سامنے مانی کے کیوں ہونے لگے
کھینچ لے نقشہ خیالی وہ مری تصویر کا

پیسا تھا پاس رہتے تھے ہر آن آشنا	۴۰	یا دور دور کرتے ہیں ای جان آشنا

ایسا ہو زمانے کا اب ہو گیا سپید
دیکھوں گی نئے قرا ہوں تی ہوں سچ یہ ہی

دشمن ہوئے ہیں جو تھے مری جان آشنا
آنکھیں ہیں دل ہی جان ہی ایمان آشنا

ای جان عاشقانہ کہو طور کی طرح
ہیں جن محاوروں سے مرے کان آشنا

کرتا رہا وعدہ تو یوں ہی دھوکے دھڑی کا
منہ کالا کرے کون لگا اُس کو ہی بڑھیں
بیگن سے سوا ہونٹھ ہیں اودے نیر سے سن
ہو خیر دولھن دولہ کی ماتھا مرا ٹھنکا
ہیں بیٹوں بدی سے جو کوئی ہاتھ اٹھا دے
آبیٹھنا ہی تم کو تو آبیٹھو زنانی
چھوٹی مری کھائے گی ہرے پان کا بیڑا
گو ہر جو بندھا آنسوؤں کا تار نہ ٹوٹا
کوٹھے میں رہو آکے یہ دالان کرو ترک

مانوں گی ہیں اقرار نہ اب ایک گھڑی کا
سر ملتا ہی پر شوق ہی مسی کی دھڑی کا
کیا رنگ دھواں دھار ہی مسی کی دھڑی کا
اچھا نہیں یہ ٹوٹنا سہرے کی لڑی کا
کب نیل پڑا چوٹی ہیں پھولوں کی چھڑی کا
حجت نہ کرو کام ہی دو چار گھڑی کا
مجھلی کا نہ سنجھلی کا نہ ہی بیاہ بڑی کا
عالم مرے رونے ہیں ہی ساون کی جھڑی کا
بی بولنا منحوس ہی اس چھت کی کڑی کا

یہ قول ہی مردوں کا خدا پر رہے ای جان
تعویذ کا قائل ہو نہ بوٹی نہ جڑی کا

۴۲

میں او ہی گلا کیا کروں ہر بار تمھارا
ہاں اور نہیں چو رہی نہ نہار تمھارا
دریا میں محبت کے سدا کھائے ہیں غوطے
لو ہین کے نوچنڈی میں مہتاب کی گھورو
کیوں پاؤں پہ سر رکھتے ہو تم ہاتھ نہ جوڑو

بیدرد ہو بس دیکھ لیا پیار تمھارا
گوہر نے لیا موتیوں کا ہار تمھارا
خسرو کبھی بیڑا نہ ہوا پار تمھارا
مہرن نے کیا جوڑا ہی تیار تمھارا
کولا اجی کیا کاٹے گی سرکار تمھارا

دل لیکے ہوئے جان مری جان کے دشمن
لو کھاؤ قسم۔ تھا۔ یہی اقرار تمھارا

۴۳

دکھ نئے میں نے بھرے بھائی کو سکھیاں ہوا
مجھ پہ تم کرڑوی نہ ہو ڈالو نہ تم نیم کے پھول
ناک کٹوائے ہیں منارواؤں گی نئی سوت کا سر
خاک میں مل گئی جل جل کے سُنا مہرنسا

میرے سر ڈھکنے سے بھیا کو بھی وبال ہوا
جال کرتی کا مری جان کو جنجال ہوا
دشمنوں کا مرے بیڑھا اگر اک بال ہوا
سوت نوروزی کو پورا نہ ابھی سال ہوا

ہوگئی گور کے مُردے سے بھی بدتر بنّو
جان حسن صفا کی جدائی سے عجب حال ہوا

۴۴

گھسواؤں اُس موئے کو بُنٹی عنبر کے ہاتھ سے
ہمسائے روز بجتی ہے کھنبڑی میں کیا کہوں

تنمنل بھی سیدھی باتوں سے ٹیڑھا اگر ہوا
بھٹیار خانے سے بھی سوا میرا گھر ہوا

ہو جاتا خون مردوں کا رنڈی خدا سے اور
سولہ روپے کے واسطے ٹکسال جو چڑھی
پردیسی جانہ تو ہیں کرتی نہ چاند خاں

کچھ خیر تھی کہ اس میں زیادہ نہ شر ہوا
کیسا عزیز اشرفی خانم کو زہر ہوا
موقوف کس مہینے میں تیرا سفر ہوا

اے جان تو جہاں رہا ایسا ہی سو رہا
مشہور وہ محلہ بھی رستم نگر ہوا

۴۵

کس کا ہوا اور کس کا ہوگا
کوکا کو گر رکھا ہو گا
حال ہوا معلوم محل کا
دوڑ کر آ - او ماما گلو
سوکھا سا کھا گورا گورا

کس کس کا گھر گھالا ہو گا
لڑکا گھر گھر رسوا ہو گا
عمدہ اُس کا لگتا ہو گا
کوسا ہو گا - کوسا ہو گا
کملو کا گھر والا ہو گا

جان کا گر - گمراہ ہوا دل
روح کو ہمدم صدمہ ہو گا

۴۶

بچّی جو مری موئی - داماد بہت رویا
لو سوت کے کہنے سے چھریاں تو مرے بھونکیں
میں نے جو کہا لو گو آزاد صنوبر کو

مرنے پہ کھلی الفت ناشاد بہت رویا
کس واسطے پھر بھڑوا جلاد بہت رویا
کچھ پانی تو مرتا تھا شمشاد بہت رویا

سب ہستی بجھی سیفو کی حسین وقت کھلے جو ہیر
اک اُس کی حماقت پر فولاد بہت رویا

دل ہیں مرے نیچے کے ای جان یہ کیا آئی
روتے جو مجھے دیکھا امداد بہت رویا

۴۷

کھلا جنگل میں آ کے حال ان چڑیوں کے بچّوں کا
اجی کس پیار سے خلنے میں مادہ کو بلاتا ہے
نہ کیوں دھک سے کلیجہ ہو کہ کنگھی روز کرتی ہو
ہر اک عاشق کو دیتی ہیں یہ پرسا اپنے مجنوں کا
تماشا دیکھو بھورے خال کبوتر کی تو غوں غوں کا
مری تو مانگ ہیں تل کے نہیں دھوکا ہوا جوں کا

دھرا رہتا ہی گھر ہیں اور کسی کو تو نہیں دینا
نرا دیوان ہی ای جان صنم حسب گنج قارون کا

۴۸

جو دل ہیں ہو وہ جورو سے تدبیر نہ کہنا
صندل جو گھسا ہیں نے تو بو اس کی نہ چھوٹی
بی جان کوئی سوت کو ہوشیار ہی کرنا
مصری اجی لائی ہی مزا چکھ کے تو سمجھو
پائے گا خطا او موئے بے پیر نہ کہنا
عنبر سے مرا حال ملاگیر نہ کہنا
ٹھہرائی جو ہو اُس سے وہ تدبیر نہ کہنا
بھیجوں گی رساول ہی اسے کھیر نہ کہنا

ہی چاند سے وہ چند کہیں جان کی صورت
واری اُسے اس کی کہیں تصویر نہ کہنا

۴۹

مرزا اترا اب خیر ہی کہتے ہو کیا کیا
اول خصم ہی کرنا نہ تھا۔ گر کیا کیا
اُس سر کی ہی قسم برا چھوٹا جو میرا بیر
راحت تو دل کی ہو گئی گیا رنج روز کا
بیٹھی پتنگ باز کی ہوں کاٹ ڈورا بھی
ذی ہوش شمع والی پہ پروانہ تم رہے

گھر خاک میں ملایا قتل ہی ہوا کیا
کر کے جو رنڈی چھوڑ دیا۔ یہ بڑا کیا
مجھ پر نگوڑی سوت نے کچھ ٹوٹکا کیا
چھوڑا موئے بڑے کو زناخی بھلا کیا
گو پیچ ڈور والے نے مجھ سے نیا کیا
جب تک رہی جوان مرا دل جلا کیا

لعنت تمہارے دل کو نہ تم آئے آئے ہم
اے جان خوف اپنی نہیں جان کا کیا

۵۰

ہمزہ سے بھی نہیں ہی بیٹا کریم کا
حافظ کی بیٹی ناظرہ کیا ہی۔ غلط پڑھی
ہی ڈیل کا نہ بالوں کا ان کی نہ منہ کا وصف
دیدا ہی تیرا کھیل میں پڑھتی ہی کس لیے
ہیں پھول نو بہار کے گر باغ میں نسیم
بکری کی طرح نیچے لگی کرنے سب ہنسے

سیپارہ پڑھ چکا یہ الف لام میم کا
سورہ دوگانا کل جو سنا حام میم کا
لکھتی ہوں ترجمہ یہ الف لام میم کا
پہچانتی ادی نہیں شوشہ بھی میم کا
سیپارہ تم بھی پڑھ دو الف لام میم کا
صاحب کی میم نام جو کل بھولی میم کا

اے جان تیرا منہ ہی مجھے تو جو یہ کہے
سو بار قافیہ میں کہوں ایک میم کا

	۵۱	
پروانہ لاکھ لائے وہ مرزا منیم کا		لوٹگی کبھی نہ مول جواہر مقیم کا
اک ایک نقطے پر اجی لٹتے ہیں مردوے		محفل مشاعرہ کی اکھاڑہ ہے بھیم کا
پایا مرض نہ کھوئی مری بیگماں کی جان		غارت ہو وائی نکلے جنازہ حکیم کا
گلشن کی تو روش نہ مری دل کو خار دے		بھولے گا گل بہانہ نہ دم بھر نسیم کا
بی بی بنی - نہ جائے گی باندی پنے کی بو		کیا ہو منڈھے جو بادلے سے پیڑ نیم کا

اوی جان ذکر آیا ہے تیسوں کلام میں
سنتی ہوں ہیں مسیح - کا حضرت کلیم کا

	۵۲	
لچھمی یہ چار پیسے جو کوئی لگائے گا		کیونکر نہ قرق کوڑیا خانم بٹھائے گا
دل لے کے بیچ دیگا سراسر کسی کو جو		بی اپنے دیدے گھٹنے کے آگے وہ پائے گا
اک دم نہ یاد بھولوں گی مرزا انتراب کی		گو یاں یہ عشق خاک میں مجکو ملائے گا
مٹی خراب ہو گی نہ آوس گی ہاتھ میں		مردہ اسی فراق میں تکیے کو جائے گا

بے علم ہو کے چاہے گا جو سرخرو ہوں ہیں
اوی جان فاضلوں میں وہی منہ کی کھائے گا

	۵۳	
یہ بدگماں ہے دل اس نگوڑے نٹ کھٹ کا		لگا یا ہیں نے جو سر نہ موئے کا دل کھٹکا
بڑھا جو باجی نہ پھر ننیال آپھٹکا		کہ جس کی ماں نے سدا تعلّہ میرے گھر پھٹکا

یہ رنگ ہے مرے شمشاد کی اچی ہٹ کا
نہ آئے پاؤں پڑے لاکھ سب بنے سر پٹکا
چلن رہا نہیں دنیا میں ای زناخی جان
وبالِ جان تجھے ہوگی اپنی او باندی
ہوئے پہننا جو مالن کو بازو بند نصیب
دھڑ ہیں یوا ابھی سوسن کے پھول اُڑ جائیں
یہ آئنہ ہی وہ فانوس باجی کب دیتی

قدم نہ باغ میں رکھا ہزار سر پٹکا
نکاح بند ھنے کو بھیجا کٹ راو ٹیکا
کچھو یہ کیا چوٹی فتح پیچ کی گوندھا وٹ کا
جو بال کنگھی سے ٹوٹا کوئی مری لٹ کا
یہ نو بہار تصدق ہی میری چوکھٹ کا
وہ رنگ ہے مری مسی کی بھی وہ آہٹ کا
چراغ دان ہو نے دیا نہ گھونگھٹ کا

یہ لونڈا جان تلا بازیاں جو کھاتا ہی۔
کبوتری کا جبنا ہی ویا کسی نٹ کا

عجب زمانہ میں اندھیر اب ہی بدچھال
ہیں پیرزال زمانے کو چھانے بیٹھی ہوں
بُرا سمجھتی تھی سسرال کو میں میکے سے
دھڑی پہ جو مری مسّی کی مرگیا سوسن
نہائی ہیں وہ ہوا پانی پانی ای خضرو

یہ دل کسی کمال کا کوئی نہ قدرداں دیکھا
وہ کل سے آئے ہیں دنیا میں اک جہاں دیکھا
وہاں سے آئی تو کچھ اور ہی یہاں دیکھا
موئے کی قبر سے اُٹھتے ہوئے دھواں دیکھا
جبات انحاں سا بھی کم او ہی بدگماں دیکھا

یہ وہ زمین ہی مضمون کو نہ بیت ملی
ہزار فکر کرنے ای جان لامکان دیکھا

۵۵

بال کھولے ہیں جو نکلی جمع میلا ہو گیا
حسن میرا کیا سپہرے کا تماشا ہو گیا

تیرے گھر والے کو ای شمس النسا کیا ہو گیا
کرنے ہی نانڈی ہوا بے مہر کیسا ہو گیا

قید ہی میں مر گیا چھوٹا نہ جیتے جی کبھی
اس بگوڑے عشق کا جو کوئی بندھوا ہو گیا

دل کا آنا گورے چٹے پر نہیں موقوف ہو
اُس کی ہر عاشق ہوئی عاشق وہ میرا ہو گیا

کلموہی لیلیٰ کی خاطر قیس دیوانہ بنا
کونسی ابلہ پری تھی جس پہ سودا ہو گیا

ایک ہیں باقی نہیں ہیں نوجوانی کی اُمنگ
کیا زمانہ ہے کہ دل لڑکوں کا بڈھا ہو گیا

ای مصوّر شکل سے مردوں کی نفرت ہو گئی
دیکھ کر تصویر عاشق کی یہ نقشہ ہو گیا

بیاہی اونچے گھر گئی نیچی پڑی لوگوں کی بات
منہ سے نکلا تھا جو میرا بول بالا ہو گیا

سچ تری تعریف کی لوگوں نے ای مریم نسا
کیسا ہی بیمار نچّا آیا اچھا ہو گیا

جان صاحب دیکھ دل صاحب کو پچھتاتی ہوں میں
ایک چندری پہ ستم بندی کے کیا کیا ہو گیا

۵۶

جورو پہ جو چلتا نہ اقابو نہیں اچھا
کچھ وہ ہے بری مردوے یا تو نہیں اچھا

عالم ہے غدا ذہن فضیلت کا ہے اعلیٰ
اس پہ بھی پڑھانی اُسے آتو نہیں اچھا

کیا دیکھ کے شیریں پہ تو عاشق ہوا فرہاد
اس بات پہ ہونا تو ترشرو نہیں اچھا

فتنی ہوں قیامت ہیں قیامت ہیں کریں گی
کرتی ارے حق میں یہ مرے تو نہیں اچھا

اُن ہونٹھوں کا عاشق ہوں ہیں آنکھوں نے مجنوں کیا
مریم پہ اعجاز سے جادو نہیں اچھا

مرجان مجھے دیکھ کے اِترائے نہ ہوگا
بے آبرو ہوگی جو خصم اُس کا سُنے گا
بازو سے مری موج کا بارہ نہیں اچھا
گوہر کو بنا نا بوا لولو نہیں اچھا

بے چین ہوئی فکر بہت کروٹیں بدلیں
ای جان بلا شعر کا پہلو نہیں اچھا

۵۷
گھر چھوڑ کر وہ نکلا کیا کامیاب ہوگا
وہ در بدر پھرے گا اُجڑا خانہ خراب ہوگا
وہ سورما ہوں نڈری ڈرتی نہیں کسی سے
ہاریگا مرد لڑکے کیا فتحیاب ہوگا
مجھ زال نے جنے ہیں رستم سے لاکھ بچے
بھاگیگا نوک دم گو افراسیاب ہوگا
جو شوم ہے لٹورا کہتی ہوں اُس کے عوض میں
چڑہ یا حلال کردے مجھ کو ثواب ہوگا

کھلوا نہ منہ لگیں گی ای جان نون مرچیں
جھلس جائیں گے یہ ابھی دل تیرا کباب ہوگا

۵۸
ہوئی ضعیف میں رنڈیا نہ وہ شباب رہا
عجب ہی رسم دولہن جان ہی خطاب رہا
جب آیا گھر میں فلک سیر چاند خاں کہا کر
تمام رات مری جان پر عذاب رہا
یہ کیا سبب ہی اجی آج مہرباں ہیں آپ
ہمارے چونڈے پر کل رات تو تھا عتاب رہا

ہیں اُس کے عشق ہوئی ای جان یکے اچھوتا
سدا بہار سے گل باغ میں گلاب رہا

۵۹

سوت کیسی خود بواد لبر وہ سوکن ہو گیا
جان کے لالے پڑے ہیں دوستی در گور ہو گئی
جوت کیا باقی رہے آنکھوں میں اب آنسو نہیں
کیا ملوں اندھیر ہی آئی نہ مسی شام تک

جان صاحب جان کا بندی کی دشمن ہو گیا
جس ہوئے کو دل دیا چنڈ رہی کا دشمن ہو گیا
ان چراغوں کا تو نرگس خشک روغن ہو گیا
اپنا اس دھو کے دھڑی میں کام سوزن ہو گیا

میں ہوں روتی جان صاحب تو اڑاتا خاک ہے
تجھ کو ہولی ہو گئی بندی کو ساون ہو گیا

۶۰

ابکی سسرال سے میکے تو ہو جانا میرا
آہ کیا دوستی کی جائے گی اوپر اوپر
دل جلی۔ کوکھ جلی مانگ جلی دکھیا ہوں
تم اگر دو گے نہ تن پیٹ کو روٹی کپڑا
بیس ہوں سوت کے جب چاہوں اڑادوں جوتے
مرثیہ خواں جیسے سن سن کے بوا روتے ہیں
بن کے جوگن رہوں جنگل میں رماؤں دھونی
شوم کی ماں اجی کہتی ہے بہو سے اپنی
پیسا اٹھے گا مجھے تو نہ کفن تک دینا
پوتوں والی میں ہوئی اور نواسوں والی
جاؤں دوزخ میں بلا سے تری جنت ملے

یاد رکھیو اسے پھر ہو گا نہ آنا میرا
مرنے جو گے یہ نہیں خوب ستانا میرا
ٹھنڈا رکھے گا تجھے او ہی جلانا میرا
کیا خدا کے بھی نہیں گھر میں ٹھکانا میرا
بال باندھا ہے یہ چوٹی کا نشانا میرا
سوز بھیا کا ہے دیوان فسانا میرا
اب ہو مجنوں کی طرح گیروا بانا میرا
یاد رکھ بچی یہ کہنا نہ بھلانا میرا
قبر میں جائے جو گودڑ ہے پرانا میرا
آج تک بیاہ کا ہے جوڑا شہانا میرا
بعد مرنے کے بھرا گھر نہ لٹانا میرا

بو ریا سُونا ہے رونے کو تو کافی ہے
گنج سے لاتی تھی دو دال اٹھائی چاول
میں اجی نام خدا رو نہ یونہی بلتی تھی
کوئی مجلس مرے مرنے کی نہ کرنا بیٹی
پیسا اُٹھنے سے مری روح کو صدمہ ہوگا

کوئی پُرسے کو بھی آئے نہ یگانا میرا
غیر کی ہانڈی میں پک جاتا تھا کھانا میرا
تھا اسی طرح سے آٹے کا بھی لانا میرا
کھانا پکوا کے کہیں دل نہ پکانا میرا
یہ نصیحت ہے مری دل نہ کڑھانا میرا

یہ کسی وقت کی اے جان سُنی تھیں باتیں
صدقے خالق کے وہ ہے آج زمانہ میرا

۶۱

ٹیسوں کا بال بال یہ اب تھانہ ہو گیا
جورو کو مار اجاکے موئے ہیجڑے نے آج
نکے ہوا زمانے کی تجھ کو بھی لگ گئی
لیلیٰ سی تو نے پائی ہے گیا کوئی گل ہوہی
بچی کے واسطے جو کھلونے منگائے ہیں
باجی برا نہ مانو اس اولاد کے سبب
صاحب بنا ہے۔ اے ہی یہ دیکھو خدا کی شان
روشن ہے جب سے شمع کا گل لینے آئی وہ

کنگھی جو کی تو سوچ کے یہ شانہ ہو گیا
نامرد میرے نرکھے سے مردانہ ہو گیا
مستانیوں میں بیٹھ کے مستانہ ہو گیا
مجنوں کی طرح مردوئے دیوانہ ہو گیا
گھر والا گھر کو کہتا ہے بت خانہ ہو گیا
پوچھی ہے سیتلا جو کبھی دانہ ہو گیا
بڑھ کھیس لگا ہے بکنے وہ دیوانہ ہو گیا
دل جیت لگن پہ آپ کا پروانہ ہو گیا

اے جان جانی دوست سمجھتی تھی دل کو میں
الفت میں یہ یگانا بھی بیگانہ ہو گیا

۶۲

کیا عجب منہ پہ دو گانٹھ کے اگر تل آیا ایک نقطہ نہیں قرآن میں باطل آیا
ٹر کیا عشق کا جھگڑا نہ کسی قاضی نے اس عدالت میں ہوا کوئی نہ عادل آیا
سوت جھپا مری انگاروں پہ ہو لوٹ رہی کیا مرے ہاتھ سوا لاکھ کا ہی بل آیا
ہیں نے حاتم کی طرح دی ہی اُسے بے مانگے جو مرے حسن کی دولت کا ہی سائل آیا
آبرو آئینہ کی ہو گئی پانی پانی لوگو اس چاند سے مُنہ کے جو مقابل آیا

کیوں چھپاتا ہی ارے کہہ گئی دلبر مجھ سے
جان صاحب ترابی جان پہ ہی دل آیا

۶۳

سخت جنا ہی اوہی پائل کا کیا بُرا وقت ہی یہ مشکل کا
جس کو روشن چراغ کہتے ہیں داغ چند وہ ہی مری دل کا
قدر سب کی فقط بناؤ سے ہی خوش ہی لگتا مکان کہگل کا
آئے گی پھیر میں وہ ریوڑی کے نو لگی جس دم حساب تل تل کا
گڑ یا لیلیٰ ہی گدا مجنوں ہی تم کرو کام بھائی نوفل کا
اُن کے دف کرنے ہیں پڑیں پنھر سُن کے خانم مرض ہوا سل کا
ای سلیمان خاں وہ ہوں بلقیس میں بٹ دوں صاف نقش کامل کا
تم سے جن کو اُتاروں شیشہ میں ہوں پری یا دفن ہی عامل کا

ایک ہی ہی یہ کھو جڑے پیسا
جان صاحب بُرا ہو اس دل کا

(ردیف ب)

۶۴

کہہ مجھ سے صاف او موئے بے پیر آفتاب — قمرن کو میری چاہتے ہیں میر آفتاب
چکرا کے آسمان سے آتا زمین پر — میری سی تیری ہوتی جو تقدیر آفتاب
چاندی کا طوق تارا کا مہتاب نے لیا — سونے کی میری لے گیا زنجیر آفتاب
واری ہیں اُس کے معجزے کے نام کے نثار — کرنا تھا جس کے حکم سے تقریر آفتاب
ناحق جو تیری طرح جلاتے ہیں وہ مجھے — میری خطا نہ ہے نہ تری تقصیر آفتاب
نعمت نہ نکلے دھوپ تو پکے نہ ایک اناج — ہے حق میں دہبال کے اکسیر آفتاب
مہتاب کا ہے سامنے جس کے سفید ناک — وہ میرے گنجفہ میں ہے تصویر آفتاب

بہ یہ بختی نہیں ہے طرح کی ہے پیروی
اے جان اوہی کیا کہوں خوگیر آفتاب

۶۵

میان سے باہر ہیں اندر کچھ نہیں اسباب اب — اک مرے قبضے میں ہے شمشیر غال کی داب اب
کابنتی ہیں ٹھمسے گائے کی طرح سب بنڈیاں — صدر کا حاکم ہوا وہ مرد و اقصاب اب
کیوں سدا جاگوں نہ شب کہ نیند غم سے اُڑ گئی — میری ضد سے سوت کو پہنا گئے کمخواب اب
ایسی بیہیا آئی اے مہتاب خسرو سے سُنا — ل گیا دریا میں سورج گند کا نالا ب اب
جلد نرگس کا کنول جائے بنفشہ کا نجارہ — ایک کو نبو عمل دو ایک کو جلاب اب

اُن کا مطلب بات کو مجھ سے جدا رہنے کا تھا
زہر شبریں نے ہی کھانے میں ملایا دیکھ لو

سمجھی ای خورشید وہ لائے جو ہیں مُرخاب اب
چینی خانے سے منگا کے باجی سچّی ناب اب

اُڑ گئے ہیں ہوش مرزا کی جدائی سے مرے
جان صاحب دل ہے پارے کی طرح بیتاب اب

۶۶

یہ نہیں خورشید کے چشمے میں آفتاب اب
نو کھنڈا بارہ دری ہی عرش کرسی سے سوا
حوریں ہیں بھٹیاریاں غلماں مسافر ہیں یہاں!
باغ تو جنت ہیں اور رضواں میری چھوٹی میاں

چاند خاں جو ہی حسین آباد کا تالاب اب
بُرج ایسے ہونگے گردوں پر نہ ای مہتاب اب
دیکھی دنیا کی سرا میں ہی سرا نایاب اب
حضرو کوثر ہی حسین آباد کا تالاب اب

جان صاحب حشر تک آباد یہ رستہ رہے
اور ملکوں میں تو ہی ایسی سڑک نایاب اب

۶۷

غیبت کی۔ اوہی۔ یہ کیا شیطان کیا غضب
کہو مگر نواب خاں سے میں گھر جاؤں ای نسیم
اُڑتے ہیں میرے ہوش چھٹے اللہ تو یہ نہیں

ٹوٹے گا تیری خیدڑی اُپٹے مدد کا غضب
اُڑتی ہی خاک جاتی ہی کیسی ہوا غضب
بیٹا تمہاری کرتی ہی باتیں ہوا غضب

ردیف ت

۶۸ خدا نے دی ہے بی نام خدا کس شان کی صورت
خدا شاہد ہے تشبیہ ہیں یا سب تیری جان کی صورت

مری بینا تو ای جنگلو تھی اک انسان کی صورت
لگا کے دل بنی انسان سے حیوان کی صورت

وہ دل ہی اور تھا پروانہ تھی جب شمع والے پر
پڑھوں لاحول اب دیکھوں جو اُس شیطان کی صورت

دو سونا پھٹ پڑے جس سے کہ ٹوٹے کان ای گوہر
پہن کے بالیاں کتنا تنے کی کیا کان کی صورت

ہنسی اچھی نہیں تیس منہ پر تھوک دینے کی
ادب لازم ہے چہرے کا میاں قرآن کی صورت

نہ کیونکر آنسوؤں سے بی رہیں پلکیں مری بھیگی
سدا پانی میں رہتا کھیت ہے دھان کی صورت

ہوئے وحشی بنایا آ کے اس جنگل میں گھر تو نے
جہاں کو سوں نظر آتی نہیں انسان کی صورت

مرے نواب سے لالن کا اپنی سر وہ ڈھلکوا میں
یہ ہے اک سرخرو ہونے کی تو گا جان کی صورت

مجھے نفرت ہے صورت سے نگوڑے حسب جان صفا کی
وہ اُس کی شکل کیا ہے ای بوا قرآن کی صورت

۶۹ ہے دوالی سے سوا آج کا دن آج کی رات
گھر سے نکلو نہ ذرا آج کا دن آج کی رات

ای میاں آج نہ موقوف ہو سارے جہاں
دیکھیں اور مزا آج کا دن آج کی رات

قد نظر آتا ہے بوا سا مجھے چاند سی شکل
ہے قیامت سے سوا آج کا دن آج کی رات

صبح کو دیکھا ہے [illegible] سم برن کا میں نے
خیر سے کاٹے خدا آج کا دن آج کی رات

بیاہ کے لائی ہو۔ نیگ جو دوں تھوڑا ہے — کس خوشی کا ہے دد آج کا دن آج کی رات
تیسرے دن نہیں جاتے ہیں کسی کے گھر سے — اور رہ جاؤ بوا آج کا دن آج کی رات

جان کی خیر ہو صدقہ اجی کچھ دے ڈالو
جان تم پہ ہے کڑ آج کا دن آج کی رات

۱۰

کبھی منہ نانے مہرن سے ملاقات کی بات — پیٹ کی ہلکی ہے اک دن نہ پچی رات کی بات
آپکے دم میں جو آجاتی ہوں میں بھولی ہوں — گھاتیے تم ہو تمہیں سوجھتی ہے گھات کی بات
سمجھو مطلب تو ذرا کیا کہا سمدھن نے مری — طعن کی طعن ہے یہ اور اجی بات کی بات
بجلیاں مانگ کے رلواؤ گے پھر اے دل خال — یاد ہے بھولی نہیں اگلی ہیں برسات کی بات
پی دوگانا سنا ایمان ہے جاتا ہے میاں — بول اُٹھانہ کرو وہی خرافات کی بات
ایک دن کا جو ہو مہمان تو کیجے خاطر — روز کی کس کو خوش آتی ہے مدارات کی بات

بات بھی اپنی گئی اور نہ چڑھا داؤں پہ وہ
جان صاحب نے بڑی چال سے یہ بات کی بات

ردیف ث

میں گلا کرتی نہیں کرتی ہو تم شکوا عبث — ۱۷ — آج دفتر پچھلی باتوں کا بوا کھولا عبث

گر بہ گشتن روز اول مردوں کی ہے شکل | فرق تم جورو پہ کب تے ہوا کے بیٹا عبث
دورو پی بھی گر نہیں تھے پاس دینے کے لیے | اشرفی خانم ہو کانو نے منہ دیکھا عبث
ہو تو کچھ سکتا نہیں منہ سے مٹاتے ہیں ہوس | کرتے ہیں نامرد ہو عشق کا چرچا عبث
پھر چلے گی چوٹ مہرن سے سنارا جان اب | چاند خاں گھر میں ہے مہتاب کو لایا عبث
ٹیڑھے ہونے ہو جو سیدھی بلت پر تو خوش رہو | ہیں نے منگوایا تھا آڑا لائے ہو ترچھا عبث
پائجامے پہ کرن کے کیا کھلے اس کی بہار | میر گل باندھا ہے طبل چشم کا پٹکا عبث

بھڑوے بے فیضوں کے آگے جان صاحب ٹریہ
قدر کچھ کرتے نہیں۔ ہے یہ نخیتی کہنا عبث

۷۲

خون اپنا یہ کیا یاقوت نے پتا عبث | کوٹ کر کھایا میاں الماس پر ہیرا عبث
عاملوں چاہت کی دیوانی ہے مجنوں کی طرح | جن کا سمجھے ہو پری خانم پہ تم سایہ عبث
اس چلن سے دھن نہ جڑ جائیگا کھوٹی بات ہے | لیکے گھن ہے اشرفی خانم دیا ٹمگلا عبث
کوڑیا خانم بوا چھاتی پہ کیا لے جائے گی | شوم کے بچوں نے رکھا جوڑ کر پیسا عبث
میں ہوں تم پر جان دیتی تم ہو مرتے سوت پر | جی جلانا ہے تمھارے واسطے میرا عبث
جو ظاہر ہے نہ سر پہ جون لے لبیبن خاں | ہے چھری پڑھ کے اجی قرآن میں کھنا عبث

آج ہی کھالو کھلادو گل کی گل کے ہاتھ ہے
جان صاحب خرچ میں کرتے ہو تم صرفہ عبث

داغ وہ منہ زور دو لگا لے دیا گھوڑا عبث
داغی جائے گی چھچھوندر ناک بھی ہوگی قلم
تم نے اُس کا کونسا ثابت کیا کھوٹا چلن
کیا برابر دائی کے انانہ تھی انعام میں

۲۷

یار پر دولت قدم کرتی ہی اب گوڑا عبث
پھلجھڑی کی طرح فقرا چل کے یہ چھوڑا عبث
اشرفی خانم کی خیدڑی پر ستم ٹوٹا عبث
حق تو اُس کا تھا بہت حصہ ملا تھوڑا عبث

عشق میں جراحتی کے اپنے دل کو آپ نے
ہی بنایا **جان صاحب** جا نکے پھوڑا عبث

ردیف ج

چنگیز خاں سے کم نہیں خونخوار کا مزاج
کچھ تو پیچ ہی جو بگڑے بنی جان ہی حضور
خوبواجی سکھاتے ہیں اپنی اُنھیں موئے
مزدورنی کے عشق میں شاید سڑی ہوا
اپنے حرم سے تم نے منگائی مری خبر
دولت نسا سے اشرفی خانم نے سچ کہا
کیونکر خفا نہ تم سے ہو نرگس ستارا جان
خاطر میں جیوں جیوں کرتی ہو جنیدو نیدو کی
تیتے کی طرح بچے سے کی بے مروتی

۲۷

دشمن کا ہو نہ جیسا ہی مرے یار کا مزاج
کیا جانتی نہیں ہوں میں سرکار کا مزاج
باجی خراب کرتے ہیں مردار کا مزاج
گھر والا پوچھتا ہی جو دیوانہ کا مزاج
بیری سے کوئی پوچھتا ہی یار کا مزاج
ماشہ گھڑی میں تولہ ہی نہ دار کا مزاج
پوچھا کرو نہ رات کو بیمار کا مزاج
مِنّا نہیں فلک پہ ہی مردار کا مزاج
کیسا بُرا ہی اوہی وفادار کا مزاج

پہلے نہیں کی ۔ بعد کیا جس سے جو کیا
ہی ہی بہت بُرا ہی یہ انکار کا مزاج

کیسی ہیں بوڑھے چونڈے پہ یہ مہربانیاں
پوچھا جو آج ساس گنہگار کا مزاج

ہاں کے سوا نہیں ۔ نہیں آ بانہ بان یہ
ہرگز نہیں اجی مرا انکار کا مزاج

ناحق خفا جو مجھ سے ہو باجی تو خوش رہو
بھاتا نہیں اجی مجھے تکرار کا مزاج

ای جان دل حرام سے پرہیز کیا کرے
رہنا نہیں ہی آپ میں بیمار کا مزاج

سوکن سے میری نکلی زمانے کی احتیاج
ہوتی ہی اُس کو روز نہانے کی احتیاج

کنگلی نہیں ۔ بی تو ناحق ۔ بڑی آدمی ہو میں
اب کیا ہی میرے گھر انھیں آنے کی احتیاج

جو دال دلیا ہووے میسر مجھے وہ کھائیں
بھائی کو بھائی کیا ہی کمانے کی احتیاج

بی بی کا دانہ کھائے گی انگول کر ضرور
تو اگر نہیں ہی نہانے کی احتیاج

ناحق خفا جو ہوتے ہو مر تو تو خوش رہو
بس کوئی آج سے نہیں لانے کی احتیاج

مصری جو گڑ دبے سے مرے سچ ہی یہ مثل
پھر اُس کو کیا ہی زہر کھلانے کی احتیاج

گو لپستہ قد ہو ۔ اوہی بڑے فیلسوف ہو
ای جان تم کو کیا ہی سکھانے کی احتیاج

ردیف ح

لگی ہو نوح مرے دشمنوں کی یا رب روح
وہ ایسا دوست نہیں ہے جو ستمدار میں روح

کیا شرن نے ہو جا لیسواں بسنت کے روز
نکالی قیس کی لیلیٰ نے کس بہار میں روح

یہ وہ بلا ہے نہ ڈرتا خدا سے اتنا بھی
جو آدمی کے اجی ہوتی اختیار میں روح

نگوڑی سر کھلی آندھی میں کیوں کھڑی ہے تو
ہزار رنگ کی ہوتی ہے اس غبار میں روح

نہ کیوں میں موم کی مریم تجھے کہوں نرگس
پگھل گئی تری دور وند کے بخار میں روح

ہے اصل سامری کی کیا وہ جادو کرتی ہوں
کہو تو ڈال دوں مرزا کے پشت خار میں روح

زبانی باتیں ہیں کیا جان بازی بدتی ہوں
تہ لوں گی جیت میں ہیں۔ تم نہ دو گے ہار میں روح

بی کریما میر گل بھی ہیں الف خاں کی طرح
خار ہو کر بوستاں ہیں ہیں گلستاں کی طرح

طوق دم سے لے لیا ہاتھ تو چاندی بن گئی
کیمیا گر کی ہو جورو مجھ سے ضباں کی طرح

دکھاتی مینا [illegible] چشم ہو
پھیریں آگ تنجرے پہ آنکھیں تم نے گوئیاں کی طرح

ننگ [illegible] کوئی زمیں
مرد ڈل نے اپنے ہی مطلب کی بار [illegible] طرح

[illegible] کے قافیوں سے [illegible] کو کام کیا
[illegible] جیسا [illegible] ابتلایاں کی طرح

ردیف خ

۷۸

تو شیریں کی ہی کہانی تلخ ۔ ہوگئی سن کے زندگانی تلخ

سب سہوں گی خصم کی ای شکرو ۔ نہیں ہہنے کی بات جانی تلخ

بو یا اُس نے کوئیں پہ نیم کا پیڑ ۔ کیوں نہ خضرو ہو میٹھا پانی تلخ

کام فرماؤ عقل کو باجی ۔ کیا بُری بات ہی جو جانی تلخ

ہر گھڑی مرد سے اُلجھ پڑنا ۔ غصہ کر دے گا یہ جوانی تلخ

جان صاحب بہت نہ ستانہ کرو
ہی بُری عشق کی کہانی تلخ

۷۹

[illegible] نہ گسر ہوئی بیمار سرخ ۔ اب نہ باندی ڈالیو موباف تم زنہار سرخ
تو دوپٹا اوڑھ [illegible]

[illegible] ہو [illegible] ۔ گرد [illegible] نے ہیں اس تسبیح کے سو بار سرخ

بی امامن یہ وہی جاکٹ شفق عشرے کی سب ۔ موتیوں کا ہو گیا باجی گلے میں ہار سرخ

پان کھا کر جو ہنسی گوہر تو اُس کے عکس سے ۔ ستّیا جوڑا چوڑیوں کا لا دے ای نہار سرخ

نیلا پیلا کیسا یہ شاہانہ دولھن کو چاہیے

انصاف کس کی منہ یا کاٹ کے آیا ہی - بی
ہی [illegible] آج [illegible] خونخوار کی تلوار سرخ

۸۰

پھولام میں گل بوا پہنے ہار سرخ
تار ملی پیے تو کوڑھی نہ فولاد خاں کو دو ل
کہتی ہی میری صبح کنور پھبتی شام پر
اس کلموہی نے مانگ میں سیندور ہی بھرا

دیگانہ زیب مرد وے کو زیہنار سرخ
اپنے لہو سے اُس کی کروں میں کٹار سرخ
ہوتا شفق کا رنگ سا ہی جب آشکار سرخ
کرتی ہی یہ گنواری بھی اپنا سنگار سرخ

کنکوا اک نگوڑے نے پیٹے میں ڈال کر
ای جان میری کاٹ دی گل مانگدار سرخ

۸۱

فتنہ انگیز اور آفت شوخ
ملکے مسی جو آئی ہی سوسن
انکھ مندی آپ بھی لڑاتی آنکھ
میری بچی تو ہی غریب بہت
تھی بڑی لال باغ کی مہندی
لڑکی وپدے کا ڈھل گیا پانی

بچّی خیرن کی ہی قیامت شوخ
کیا جمی پان کی ہی رنگت شوخ
لے مری مجھ کو او ہی تہمت شوخ
دیکھنے میں ہی اُس کی صورت شوخ
ہاتھوں کی کچھ ہوئی نہ رنگت شوخ
حرکتیں کرتی ہی نہایت شوخ

غم کے ہاتھوں سے ہو گئی پھیکی
جان صاحب کی بھی طبیعت شوخ

ردیف د

۴۲

نوج ہوں آفتاب کی مانند | کیوں جلوں میں کباب کی مانند

موئی خورشید تیری باتوں سے | بھن گیا دل کباب کی مانند

بھابی! بیٹی کے گھر کے پانی کو | جانتی ہوں شراب کی مانند

گرمیاں مجھ سے کرتی ہو مہتاب | لو میاں آفتاب کی مانند

میں بھی ہو جاؤں کیا اجی ننگی | اُس موئے بے حجاب کی مانند

اِدھر آئی بوا۔ اُدھر بھاگی | ہے جوانی بھی خواب کی مانند

کیوں نہ کشتی کا گوکھروٹانکوں | ہے کٹوری حباب کی مانند

گھر کے دھندوں میں ہوں پھنسی صاحب | گور کے ہیں عذاب کی مانند

جان صاحب رہی نہ بات کی قدر
قند بکتا ہے راب کی مانند

۴۳

اگر سنے گا نہ کوئی مری یہاں فریاد | اجی وہاں تو نہ جائیگی رائیگاں فریاد

جو اُس کی لاٹھی میں آواز ہی نہ پاؤں گی | سوا خدا کے کروں کس سے بیگماں فریاد

نہ گھر میں ڈال گئے گوہر کو آبرو کھوئیں | کریں گی صدر میں جا جا کے کسبیاں فریاد

اے بھائی جوہری اس عدل میں ہیں پتھر | گھوڑا جھوٹا ہو سچا کرے جہاں فریاد

انار توڑے تو ہیں دانت کھٹے ہو جائیں — ولایتی کرے اُن سے جو باغباں فریاد

پھدو جان اگر اس کی جورو بھاگ گئی
چبوترے میں کرے جا کے لال خاں فریاد

٨٨

موہنہ پہ کیا پوچھا یوسف سے ہوا میرے بعد — عشق میں نام زلیخا کا ہوا میرے بعد

رات کو خواب میں لیلیٰ نے کہا بندی سے — تو نے پھر زندہ مرا نام کیا میرے بعد

جیتے جی بندی کا اللہ دکھائے سہرا — مجھ کو کیا لوگو جو گھر اُس کا بسا میرے بعد

سچ میں کہتی ہوں بنی بخش بُرا ہی داماد — رکھے عزت میری بچی کی خدا میرے بعد

قبر میں روح کو صدمہ مری ہوگا ہر زا — سوت بچوں پہ اگر ہو گی خفا میرے بعد

کارخانے میں خدا کے نہیں کچھ دخل ہوا — بچہ تم پہلے جنیں بیاہ ہوا میرے بعد

منہ پہ جو چاہتیں کہہ لیتیں بُرا یا کہ بھلا — اُن سے کرنا نہ خفا باجی کو گلا میرے بعد

بھیا فرہاد ہی تھے جان جو دی شیریں پر — تم نہیں ایسے دکھاؤ جو وفا میرے بعد

بھولی کس برتے پہ ہو یاد رہے اے بنو — اس نصیحت کا اٹھاؤ گی مزا میرے بعد

جیتی جب تک ہوں میں ہے ساری محبت صاحب — ایسے تم بیاہ کرو گے نہ بھلا میرے بعد

دل تیموں کا بہت ہوتا ہی نازک بنو
جان صاحب کو گھر ٹکنا نہ ذرا میرے بعد

ردیف ذ

۸۵ ای میری اچھی ددا کیا ہوا میرا تعویذ — نہ بُرا مان بتا دے جو ہو دیکھا تعویذ

چاندی سونے میں تو منڈھوا نہیں صلا تعویذ — ہتّے لگ جاتا ہی چوروں کے نگوڑا تعویذ

بانس منڈی سے تو پوستہ بہ منگایا تعویذ — خوب جھنڈے پہ صنوبر نے چڑھایا تعویذ

نقش دل پہ ہی یہ اُس بندی کے بیبوں سہو کے — بست در بست کاکیا نے چرایا تعویذ

چاند سورج نہ علی بند نہ ہیکل لائی — ماما کیا لے کے کروں گی میں اکیلا تعویذ

جو کہ تقدیر کا لکھا تھا ہوا وہ باجی — کام آیا کوئی گنڈا نہ کسی کا تعویذ

سوت کی آنکھوں کے جادو سے ہوئی کیا بیمار — پوست پہ آہو کے لکھوا کے جو باندھا تعویذ

سوت کے منہ کو لگے سات نووں کی کالک — میرے چولھے میں اُسی نے بوا گاڑا تعویذ

سحر کیا کام کرے جان پہ اور کیا جادو — نقش دل اُس نے کیا نادِ علی کا تعویذ

ردیف ر

۸۶ جب گھر میں آئے ڈھونڈھ چکی بیشتر کمر — خالی ہی اُن کی آئی ہی مجکو نظر کمر

پچکے ہزاروں کھاتی ہو چوٹی کے بوجھ سے
مغلانی کیوں بڑا کیا پاجامے کا یہ گھیر
عنبر سے اور مشک سے گھسواؤں گی تجھے
میں بھی لہو لگا کے شہیدوں میں مل گئی

نازک وہ گانا جان کی ہو اس قدر کمر
میری تو پتلی چوڑی نہ تھی اس قدر کمر
صندل نہ تو نے مرزا کی پکڑی اگر کمر
مردوں کا منہ چڑاتی ہو اب باندھکر کمر

روٹی خدا کے ہاتھ ہوا ی جان گھر میں بیٹھ
کیوں باندھے بادشے پھرتا ہی تو در بدر کمر

۸۷

گھر میں بولی نہ سٹرن سمجھی سٹرن سے باہر
دو نو بچے موئے جل جل کے ہوا الفت کا برا
ساتھ سوتیلوں کے تم جاتے ہو بھیا پردیس
ستے کے ٹکسال ہیں کر بنو نہ کھوٹی باتیں
زنگ لائے گا یہ منہار ہو با جی بنو

ہاں لڑی صبح کنور شام برن سے باہر
نہ ہوئی شمع نہ پروانہ لگن سے باہر
رہنا ہشیار ذرا بھائی بہن سے باہر
ہو نہ تو اشرفی خانم کے چلن سے باہر
اپنے گھر سے اسے کر لاکھ جتن سے باہر

۸۸

مرجاؤں تو نہ آوے وہ بندی کی گور پر
دی جس امیر نے جلی کوڑی فقیر کو
پروانے با جی صبح سے مرتے ہیں شام تک
روشن علی دیے کی تو ہو تی ہر بہشتی
کھا جائے گی ہر ایک کو ڈائن نہ چھوڑیگی

کیا ہوں گدھی مرجان دوں ہمراہ گور پر
سمجھا وہ پھیر اچھا یہ حاتم کی گور پر
روتی ہو شمع رات بھر عاشق کی گور پر
جلتا چراغ گر نہیں حاتم کی گور پر
تعویذ لکھنا گور کی یہ میری گور پر

ہی جانور جو روح چڑ بیمار ہو ۔ اجبل
چھنگلی کی چھنتی کہتی ہوں جنگلو کی گور پر

مہمل ہی ایک قافیہ کا کہنا بار بار
کیا اب رہا ہی "گور پر" ای جان "گو ر پر"

۸۹
رہ رہ کے غصے آتے ہیں باندی کی گھور پر
کیا رنڈی سا ہو کا رہی سے مرتی ہی چور پر

خونی قصائی صدر کا حاکم ہی لعل خاں
کوٹے پڑیں عجب نہیں مہندی کے چور پر

رنگیں کی ریختی ہی سخن میرا ریختہ
فیتے کو فوق کیوں نہ ہو ای باجی نور پر

ق
جھجر میں باجی ایک مسلمان تھا کمھار
یہ حالت اس کے گھر کی نظر آئی زور پر

دلوایا شب برات میں مردوں کا فاتحہ
ٹوٹے گھڑے پہ بدھنے پہ مٹکے متھور پر

دریا کنارے خسرو پہ کل دل میں آئی لہر
بن گڈی آج نخ کی اڑاؤں میں ڈور پر

نرگس خدا دے عشق کے بیمار کو شفا
یہ کوڑنا مرض تو اجل کے ہی زور پر

ای جان میرے داغوں کی پاتا نہیں بہا
ہی جھاڑ کے نکالتا ہر سال مور پر

۹۰
آج جو وعدہ کیا تھا پھر گیا وہ پیر پر
اب نہ جا لعنت کرا و منگلو موے بے پیر پر

کل پری خانم سے چھٹ کم چھپا دیوانی لڑکی
دو روپے کی اشرفی خانم ہوا زنجیر پر

سخت میں حیران ہوں نسبت ٹھہرتی ہی نہیں
سنگیں خانم کی اچھی پتھر پڑیں تقدیر پر

کہا سچی اگلا زمانہ تھا۔ موا۔ منہار کو
فر کی باندی ہی میری جان لیگی بے حیا
اُس سے ملنے کی کوئی صورت نظر آتی نہیں

لاکھ توڑے دبا دیئے اُکن لاکھی کی زنجیر پر
چاہیئے رونا یہ ہنستی ہی ہوا تعزیہ پر
روز کرتی ہوں نئی تدبیر اپنا تدبیر پر

سچ کہا ہی جان شکرو کی بڑی ہمشیر نے
دودھ پیتے جو ہوں اُن کا فاتحہ دوشیر پر

نماز پڑھ پڑھ کے تو گناہوں سے اپنے توبہ ہوا کیا کر
نہ جان ہندو یہ دے۔ دوگانا خدا خدا کر خدا خدا کر
نہ دیکھ دولہ کو ساس نندوں کے آگے گھونگھٹ اُٹھا اُٹھا کر
نئی نویلی دولھن ہی بچی ابھی تو دو چار دن حیا کر
وبال جینا ہی دم اُلجھتا ہی کیا کروں بال ہیں بڑھا کر
جو اپنے عاشق تھے چل بسے اور ہی مجھکو جنجال میں پھنسا کر
نکاحی بیاہی کو چھوڑ بیٹھے۔ متاعی رنڈی بٹھا کے گھر میں
بنایا صاحب امام باڑہ خدا کی مسجد کو تم نے ڈھا کر
وہ ایک دن تھا کہ میرے آگے فرشتے کی تھی نہ دال گلتی
بھرے ہیں گالوں میں اب تو چاول کریں وہ باتیں چبا چبا کر
کریں وہ مجھ پر نہ قرق اتنا کچھ اُن کے گھر میں نہیں پڑی ہوں
کروڑوں ایسے بگاڑ ڈالے گھروندے میں نے بنا بنا کر

یہ ڈرہی چھپنی کی طرح سر پہ نہ تیرے چڑھ بیٹھے چوٹی والا
کنواری بالی ہی موتی بیگم نہ بال کھولے ہوئے پھرا کر
لگائی سوسن نے ایسی مسی کہ جیسے بطخ نے کھائی ایچڑ
کسی نے مارا ہی منہ میں تھپڑ نہیں یہ آئی ہی پان کھا کر
وہ بات اگلی نہ یاد رکھی ابھی سے بھولے ہو میری چاہت
مجھے نہ کھونی تھی اپنی عزت تمھاری دم بازیوں میں آکر
سوا تمھارے کسی سے میں نے نہ رکھ کے روٹی پہ بوٹی کھائی
اگر نہ مانو اٹھاؤں بیسوں کلام صاحب ابھی منگا کر
خدا نے چاہا نہ ٹھنڈ یہ پیٹوں رہیگی سورج کی طرح چندو
چلی ہوں دنیا سے جلتی بھنتی اسے نے مارا جلا جلا کر
گیا تھا گنگا مہاجن آتے ہی پہنچا بالے میاں کے میلے
نہ آئے بالے بتاؤ صاحب منگا دو بالے مرے چھوڑا کر
نصیب سب بدھا اگر ہی میرا مچلتی نکلے گی گھاٹ اس کی
وہ سکھ نہ پائے گی جس نے بھیجا ہی الٹی پٹی نہیں پڑھا کر
جوئے کی جس نے لت پڑی ہی ان کو کیا کہوں تجھ سے حال قصہ
جو چاندی سونا تھی لائی میکے سے لے گئے وہ ذرا ذرا کر

جدائی اس کی تو ایک دم کی نہیں گوارا ہی مجکو لوگو تمام کنبے کو چھوڑ بیٹھی ہیں جان صاحب سے دل لگا کر

ردیف ز

۹۲
چلتی شراب باغ میں ہی صبح و شام روز
پھول آفتاب پینا ہی اہی بی مدام روز
چکلے پہ چکلے دیتا ہی وہ پوچھتے نہیں
آقائی کو وزیر بھو کا غلام روز
محشر میں کیا خدا کو موا منہ دکھائے گا
بہنوئی کے حرم سے ہی کرتا حرام روز
میکے میں جا کے ماما اجی کہدیا کرے
تسلیم بندگی مرا مجرا اسلام روز

ای جان کس طرح نہ مراناک میں ہو دم
آآکے جب ستائے نگوڑا زکام روز

۹۳
اک دل پہ غم کے لگتے ہیں پتھر ہزار روز
شیشہ ہمارا ہوتا ہی بی سنگسار روز
کیا کیا نہیں کھلاتا ہی پروردگار روز
خورشید کیوں نہ شکر کروں بار بار روز
دل کا کنول کھلا نہ ہوا ایک خار روز
وہ آئے چار باغ میں ہی تین چار روز
دولت قدم تو گھر میں پیادے کی پڑگئی
کوڑا کرے گا کس پہ یہ چابکسوار روز
جاڑوں میں ایسی گرمی نکالی اہیر سے
نرگس پہ بھینسوں چڑھتا ہی گلشن بخار روز
جوروکا اس پیادے کی چھڑوا کے طوق دو
گردن پہ تیری ہوتی ہی آ کے سوار روز
تسبیح اُن کی دانا ہی ڈورے کو جانو جال
عمامہ اُن کی پھٹکی ہی کھیلیں شکار روز
سجدوں میں سر رگڑکے یہ کہتا بڑھاپے میں
جگ میں گھٹے نہ شان بڑھے اعتبار روز

دنیا میں رام کرتے ہیں دولت کے جانور
تکلے کی طرح سیدھی ہو جل گگڑی میری سوت

الجھی پھنسا ہی لیتے ہیں یہ بیشمار روز
چرخے کے بل کی لیتے ہیں اب شتہ دار روز

بی جان جان کیا گئیں کب تک وہ آئینگی
ہفتے کے پیر خاں ہیں ابھی تین چار روز

گفتگو کرتے ہو کیا اپنے نمکخوار سے تیز
اُس پہ تو کرتی ہی ہے چرب زبانی باندی
سیکڑوں اینتو ہیں گا کہ سر مری ہو کیونکر غرور
آگے رنڈی کے نہیں مرد کی کچھ اصل اجی
کیونکر ہیں ماننی بی آگ بگولے سے سوا

۹۴ لون کھایا اجی جاتا نہیں بیمار سے تیز
مرچیں منگوائی ہیں کیا خوب ایسی بازار سے تیز
جنس ہو جاتی ہے بی جان خریدار سے تیز
پھول چنبیلی کے ہیں بیلے کے کہیں ہار سے تیز
رات کو ہو گئے مرزا مرے انکار سے تیز

جان صاحب سے جو لگوایا ہی سرمہ نرگس
خوب کروائی چھری تو نے گنہگار سے تیز

اس کی الفت پہ کروں اپنی میں قربان عزیز
دوست بن بنکے تو ہیں پوچھتے باتیں دل کی
دو دھ تک جس کے نہیں منہ سے چھٹا سو کھا یوسف
کی زناخی نے جو داماد کی دو دن خاطر

۹۵ مال کیا چیز ہے یوسف کروں جان عزیز
کھول دیتے ہیں یہی دشمنوں کے کان عزیز
قدر کیا کرتا زلیخا کی ہی نادان عزیز
کیا نئی بات ہے سب کہتے ہیں مہمان عزیز

آج تو چندی محرم کی ہو درگاہ چلیں | حاضری کا اجی کر لیویں گے سامان عزیز
پاس ہیپا تھا اجی کو ثریا خانم جب تک | گھیرے رہتے تھے مری بیٹی کو ہر آن عزیز

غیر کیا مفلسی میں خاک تجھے پہچانے
جا بجا ہو گئے ای جان جب انجان عزیز

ردیف س

۹۶
رکھا ہی جب سے سوگ دوگانا نے یار کا | مستی کی کچھ ہوس ہو نہ کچھ پان کی ہوس
مجکو چھوا تو کھاؤں گی الماس کوٹ کر | دل کی رہے گی دل ہی میں مرجان کی ہوس
چاندی تو کیا میں سونے میں منڈھواؤں ای بوا | ہو ڈھولنے کے تجھ کو جو قرآن کی ہوس
عرضی لگا دوں جا کے عدالت میں شہر کی | ہاں لے مروں جو ان کو ہو بہتان کی ہوس
گنگا کے پار کیوں بھری برسات میں ہیں جاؤں | در گور ایسے میکے کی قربان کی ہوس
اولاد جیتی جاگتی جم جم ہو اُس کے گھر | پوری خدا کرے مری بی جان کی ہوس

ای جان اب مُلالے وہ دیتی ہو تجھ پہ جان
مٹی میں تو ملا نہ بنی جان کی ہوس

۹۷
ماں کا لازم ہو تم کو باپ کا پاس | ہیں ہوں جو رو کر دنہ میرا پاس

سوت سے گالیاں نہ کھلواتے
کیا زمانہ بُرا ہی - اچھی بی
اس کے نزدیک میں بہت ہوں دور
اس خصم سے کنارہ کر حضرو
بات میں میری کیوں نہ وہ بولیں
بی دوگانا کا جب سلام لیا

تم کو ہوتا جو کچھ بھی میرا پاس
کوئی کرتا نہیں کسی کا پاس
اُس سے ہر بات میں ہو کرتا پاس
ڈوب مرتا نو جا کے دریا پاس
مجکو اُن کا ہی اُن کو میرا پاس
حق ہو میں نے کیا خدا کا پاس

تنہا کا تو نہ جان صاحب تم
اُس کو کس رشتہ سے بُلایا پاس

ماں سے ہم کو سوا ہی پیاری ساس
جو ہر ان کے کھاہیں ہیں بہوؤں پر
بولوں بڑھکر تو ذبح کر ڈالے
آنا نیکے ہیں تم جبھی ننّو
حق پہ ہیں تم بوا ہو خانم
ہلکا جوڑا تو ہی یہو پہنے

۹۰

باجی دنیا ہو اور ہماری ساس
چھریاں نندیں ہیں اور کٹاری ساس
ہو وہ جلاونی ہماری ساس
آپ منگوا دے جب سواری ساس
اس سے ہیں جیتی اور ہاری ساس
دیکھو باجی ہو پہنے بھاری ساس

اُس کی رنڈی بھی ایسی ہی ہو گی
جان صاحبا کی ہو گنواری ساس

ردیف ش

۹۹

ڈھوون سے دانا پانی موئے کو حرام ہی
باجی یہ ہی حلالی کو مردار کی تلاش

گوہر اسی میں خیر ہی رکھ اپنی آبرو
لا جلد کرکے موتیوں کے ہار کی تلاش

یوسف نے گھر میں ڈالا جو بازاری کو ہی
جائے گی اُس کے دل سے خریدار کی تلاش؟

اے جان دل دیا تمہیں تعزیرہ و مجھے
حاضر ہوں کل سے کیوں تھی گنہگار کی تلاش

۱۰۰

تھا کچھ تو چور دل میں جو سو بار کی تلاش
کیوں موڈی کاٹی رات کو تلوار کی تلاش

کی میں نے آہ رو کے تو ہنس ہنس کہے بو لے وہ
مدت سے تھی ہمیں بھی ہوادار کی تلاش

میں بھی تو بھولی بھالی ہوں بھولے کے پاس ہوں
مکار تم ہو تم کو ہی مکار کی تلاش

مونڈھے پہ بیٹھوں کرسی کی احمق ہوں میں کیوں
وہ دل نہیں ہی اب جو کروں مار کی تلاش

خضر و ملا نہیں کہیں دریائی نار بل
اس پار کی تلاش ہی اُس پار کی تلاش

اے جان دل میں بیچوں گی اب کوڑیوں کے مول
رہتی ہی روز مجھ کو خریدار کی تلاش

ردیف ص

گزرا دن۔ تو نہ آئی پاس خواص	۱۰۱	اُڑ گیا دل سے کیا ہراس خواص
شرط ہے ہڈیاں تری توڑوں		تو نے توڑا مرا گلاس خواص
نکٹی کھنتی نہیں ہے چھینک تری		سونگھی کیا تو نے او ہی ناس خواص
مانگا آئینہ لائی تو نسالا		ہو رہی ہے تو بد حواس خواص
پانچ چھ لیں مگر نہ ٹھہری ایک		کوئی مجھ کو نہیں ہے راس خواص
باندی تجھ سے لو میں بیاہ کروں		نوح اس بندی کی ہو ساس خواص
کپڑے اُجلے ہیں پہنے زیور ہے		پھر ترا دل ہے کیوں اُداس خواص
دور کر رنج۔ زہر کھا۔ نہ اری!		جان کا کچھ نہیں ہے پاس خواص!
آپ کے آگے اشرفی خانم		لے گئی ہے روپے پچاس خواص

جان صاحب کہیں نہ قصہ ہو
گاتی بے وقت ہے۔ بہاس خواص

مجھ کو خوش آتا نہیں تیرا دوگانا اخلاص	۱۰۲	جو کوئی سامنے آیا وہیں جوڑا اخلاص
آج مجھ سے ہے۔ تو کل اور سے مرزا اخلاص		ایسے ہرجائی سے ہو نوج نگوڑا اخلاص
بندی در گذری بہت لو گے بیجا نہ ہنسو		واہ صاحب مجھے ایسا نہیں بھاتا اخلاص

بن گئی جان پہ الماس کے سُن کر جوہر
کہا یاقوت نے ہیرا سے بھی پیدا اخلاص

گلبدن پاس جو کم خواب کیا کرتے ہو
راست کہہ وہ ہوا کس واسطے نرچھا اخلاص

دن میں سو بار نہ خورشید کے گھر جایا کر
اری مہتاب کر لیگا تجھے رسوا اخلاص

جان صاحب نہ کوئی کام ہمارے آیا
لاکھ مردوں سے کیا بندی نے پیدا اخلاص

ردیف ض

۱۰۲

جان صاحب سے میں دل بنو لگاؤں کیا غرض
دیکھے دل بیدرد کو صدمے اُٹھاؤں کیا غرض

ہے بری خانم پچھلپائی سے بدتر بلا
بول کے پیچھے بلا اپنے لگاؤں کیا غرض

زہر کھا کر جان دی نرگس پہ آنکھوں کی قسم
تیوری پر اُن کی ہے۔ کیوں لٹوئے بہاں کیا غرض

ہے مثل بی جان سچ۔ مرنے پہ مرنا ہے کوئی
لعل خال پر لال چندری کو گنواؤں کیا غرض

ہوگا جو ہانڈی میں ڈوئی میں وہ آئے گا نکل
بول کر خیرن سے ہنو شر بڑھاؤں کیا غرض

جس کے تلے سے بندھی نامرد نکلا وہ بوا
ہوگیا دنیا میں ظاہر میں چھپاؤں کیا غرض

پاؤں پہ بھاری کیا مہندی لگی ہے پاؤں میں بیا
وہ مرے گھر کیوں لگے آنے میں جاؤں کیا غرض

ہے اگر بے قدر مہندی ہاتھ باندھے یہ ہما
رنگ اپنا پاؤں پڑ پڑ کر جماؤں کیا غرض

دانا بی بی کا نہ کھانا ہے نہ میلے سر سے ہوں
جان صاحب آپ ہی منگل کو نہاؤں کیا غرض

خواہش پلاؤ کی ہے نہ پھولام سے غرض
دن بھر تو اختیار ہے جا ہو جہاں رہو
تفصیر حیت لگن کی نہ شمع بہار کی
کوئی بھلا بُرا کہے کیا مجھ کو کام ہے

١٠٤

تن پیٹ بھر دو ہے اجی آرام سے غرض
باہر نہ گھر سے پاؤں رکھو شام سے غرض
بگڑا ہے کام سارا دلارام سے غرض
بندی کو ہے حضور کے احکام سے غرض

گلشن کے غم میں ہو گئی کانٹا میں سوکھ کر
کھاتی ہوں خار کیا۔ مجھے آرام سے غرض

ردیف ط

میں نے تو تجھ کو بھیجے الف خاں ہزار خط
کیا باجی بھیجنا وہ نکھٹو بھلا مجھے
میں لکھتے لکھتے تھک گئی آیا نہ اک جواب
رونے کا اپنے حال میں لکھتی ہوں اس لیے
یاقوت نے سمجھ کے مجھے کیا لکھا ہے خط
آرے کا پاجامہ جو پہنے ہے گلبدن
سنبل نسا کی چوٹی کو زلفن جو گوندھتی

١٠٥

تو نے نہ لکھا مجکو کبھی ایک بار خط
جس نے نہ پوچھی بات کبھی در کنار خط
کس واسطے میں بھیج کے ہوں شرمسار خط
اُس بے خبر کے دل کا یہ دھوئے غبار خط
میں اپنی اُڑی چوٹی پہ ڈالوں ہزار خط
دنیا ہے نہ چھیل بیل پہ یہ کیا بہار خط
لکھتی ہوں میں غلامی کا اے تو بہ اخط

ٹلتا نہیں کسی کے مٹائے سے جان جی
پیشانی پر جو لکھ چکا ہے وہ دگار خط

۱۰۶

در گور اُس کی باتوں سے ہوتا ہے دم غلط
مرزہ وہ میرے سر کی ہے کھاتا قسم غلط

لکڑی کے چور کا نہیں کرتا ہے کوئی خون
مہندی کے چور پہ کیا تم نے ستم غلط

کہہ کر چاؤ چلواری تو جان کھا گئی
باندی نے کرنا ہے مرا اوہی دم غلط

گالی جو منہ سے نکلی ہو کاٹو مری زبان
تہمت لگا رہی ہے تمھاری حرم غلط

قرآن میں اُٹھاتی ہوں لکھی ہے بے خطا
مرزا ایمان کرتی ہے ونیتا قدم غلط

دِکا خیال سُر کا نہ ہے تان کا اسے
میں سچّا گا رہی ہوں یہ وینا ہے سم غلط

کرتے بہت ہیں غیر کے کہنے پہ اعتراض
اپنا کلام سوجھتا ہے جان کم غلط

ردیف ظ

۱۰۷

ہے دُلھن جان تجھے دولہ سے بیکار لحاظ
رات کو ہنوّ نہیں رہنے کا زنہار لحاظ

بدزبانی نہ کرو اُن سے بڑے بوڑھے ہیں
ساس سسروں سے دُلھن جان ہے درکار لحاظ

ہر گھڑی آکے مٹھائی مرے منہ چڑھتی ہیں
ایک دو بار کروں گی نہ کہ ہر بار لحاظ

باغباں چھوڑ نہ گلشن کو مرا کہنا مان
کانٹے بوتا ہے کرے گا یہ تجھے خوار لحاظ

ہر کسی سے نہ اُلجھ جان بقولِ آتش
بات بڑھ جاتی ہے کھو دیتی ہے تکرار لحاظ

ردیف ع

۱۰۰

لو عشق کی ہے سر میں کیوں ہوشیار شمع
پروانے کی طرح ہے بوا بے قرار شمع

چربی کی باتی ہو لینگے باہر کے بیل سب
کیا کہنا جانیں ہاوہی نگوڑے گنوار شمع

در گور ایک جا ہوئے جو جلکے دونوں ڈھیر
پروانہ اور سمجھی لگن کو مزار شمع

وہ چاند سا ہے میر چراغن کا میری منہ
جس سے سدا رہیگی اجی شرمسار شمع

کافور چپت لگن ہوئی سب چیزیں اڑ گئیں
رکھ کے چلم میں لائی جو تو نابکار شمع

پروانے اڑ کے آتے ہیں بھتی کھول پوا
ہے کھیلتی بٹیر کا گویا شکار شمع

اندھیر کیا خدا کی دوایہ بھی شان ہے
خانہ خراب ہاتھوں سے ہو اس کی چار شمع

انڈی کا تیل جن کو میسر نہو کبھی
روشن کریں وہ قوم کے گوری چمار شمع

سچ کہتی چپت لگن ہے نہیں لیتی اس کا گل
روشن جو ہو مراد کی اے نو بہار شمع

روشن کرو جو اس کو تو وہ کھانا جائیگی
چربی سے شیر کی کوئی ڈھالے ہزار شمع

پروانوں کے یہ مرنے کی شادی ہے اس کے گھر
جھڑتے ہیں پھول چھوڑ رہی ہے انار شمع

گلگیر کلموہا ہوا بیچا کی شکل ہے
بچوں کی طرح روئے نہ کیوں زار زار شمع

اے جان دل میں شک ہوا اللہ دے مراد
گل ہو گئی مراد کی دو تین بار شمع

ردیف غ

۱۰۹

دیکھ روشن جل رہا ہی کس قدر اندھا چراغ — ہی دکھاتا شام ہی سی صبح کا نقشا چراغ

ایک بیٹی چاندنی خانم ہی بی مہتاب کی — ہی مثل جیسے اندھیرے گھر کا اُجیالا چراغ

رات دن نورن عاشق سی ہی بیٹا دی تجھے — ہی اندھیرا اُس جگہہ روشن نہ ہو جس جا چراغ

دم مرا گھٹتا ہی یہ اچھی نہیں ہیں گرمیاں — رات کو دو دو دن سے کر دیتے ہو تم ٹھنڈا چراغ

ای چنبیلی ٹھہرنا جس میں نہیں ایک بوند تیل — لا دیا اندھے رونے نے ہی پھوٹا چراغ

لائی اُجیالی تھی کل مخدوم کی درگاہ سے — ڈھونڈھ لا جلدی اری روشن کہاں کھویا چراغ

پھر گل کی روز کرتا ہی جو نافرمانیاں — پوست کھنچ جائیگا لالہ تجھے کر دیا چراغ

پھر میں خضرو سے ملوں ہی جان صاحب کی مراد
روز جاتا شام کو ہی چھوڑنے دریا چراغ

۱۱۰

آنکھوں میں نو بہار کے شاید سمائے باغ — جنت کے بی مقابلے میں جو بنائے باغ

اُجڑا ہوا خدا نہ کسی کو دکھائے باغ — باجی یلا مری یہی خانم کے جائے باغ

آبادی وہ اُجاڑ مرا کر کے آئے باغ — اک پھل نہ چھوڑا باغ میں سب توڑ لائے باغ

یہ بیل بھی منڈھے چڑھے پھولے پھلے بہو — دل باغ باغ ہو وہ خدا اب دکھائے باغ

یاد آتے عیش باغ کے ہیں اس گھڑی — ہوتا ہی خار کہتی ہی گلشن جو ہائے باغ

چنپا نے جبکہ اوڑھا دوپٹا یہ چنپئی / پھر زعفران کیوں نہ بسنتی کو بھائے باغ

مہرن بسی سرخ چاندنی خانم ہوئی سفید / کچھ سایہ ہو گیا اسے جو ٹلے بن جائے باغ

باغی ہوئی نسیم یہ مجھ سے صبا کنور / مہندی اگر منگاؤں تو ہرگز نجائے باغ

نرگس سفید پوش تھی بیمار ہو گئی / اودا دوپٹا اوڑھ کے سوسن نجائے باغ

گلزار خاں کی چاہ میں نرگس بہ رنگ ہے / لگتا نہیں ہے دیدہ اب اس کا سوائے باغ

مالن نے کھٹا میٹھا ہی چھوڑا امرود سی / میٹھا جو پھل ملے تو ابھی وہ لٹائے باغ

آؤں نہال خاں کے نہ ہتے میں ایک بار / ای جان لاکہ سبزہ وہ مجھکو دکھائے باغ

ردیف ف

آتی ہے اُڑ کے آنکھ پہ جو بار بار زلف / جنگلو ہرن کا کھیل رہی ہے شکار زلف

گویا گھٹا نے آدھے چمن کو چھپا لیا / مکھڑے پہ اُن کے ہے یہ دکھاتی بہار زلف

سنبل نسا یہ ختم ہوئی چوٹی گوندھنا / چوٹی کی مورتی ہے مری نو بہار زلف

اُٹھتے دھوئیں ہیں دل سے مرے کھائی ہوں پیچ / زلفن کی یاد آتی ہے بے اختیار زلف

خود دم اُلجھ رہا ہے جدائی سے یار کی / میرے گلے کی ہار نہ ہو تمہار زلف

لاکھوں ہی مردوے تجھے دیتے ہیں اپنے دل / اللہ رے کیا بڑھا ہے ترا اعتبار زلف

مکھڑے پہ اُس کے ملنے سے عقدہ یہ کھل گیا
ہوتی ہی بیکلی مجھے گل خاں کمال جب
کچھ بل کی بات ہی نہیں سیدھی تو بات ہی
سنبل نشانہ ہما کے نچوڑے جو تونے بال
ہمارہ کے بدلے باجی یہ عنبر سے کیوں لڑی
گویاں کی موتیوں سے بھری مانگ اس قدر
تشکل نہیں ہی شام برن یہ زمین کچھ

دل لوں کسی کا اس لیے ہی بے قرار زلف
دیتی اُلجھا اُلجھ کے ہی کنگھی کو خانہ زلف
کا گل سنی ہی دیکھی نہیں بیچدار زلف
پانی کی بوندیں موتی ہیں اور ابر دار زلف
مشکی کی اس خطا پہ کروں تار تار زلف
دن رات کی دکھاتی ہی گویا بہار زلف
جوڑے کی طرح باندھوں جو کہہ لاکھ بار زلف

ای جان جانتی ہیں محل جانے والیاں
پٹیاں کہے گا جانے بھلا کیا گنوار زلف

ردیف ق

یوسف کو چاہیے جو ہو اُسے پیرہن سے شوق
گوٹے کناری سے نہ مجھی ہی کرن سے شوق
دیوانی جب سے ہوں پری خانم کے عشق میں
لے دیکھے نو بہار کے اُن کو نہیں ہی چین
وحشت ہمیں ہی مرزا کو جنگلی کی آنکھ سے

۱۱۲

جامے ہی میں خیر ہوں کسے گلبدن سے شوق
کپڑا اسفید بھاتا ہی اور سادہ پن سے شوق
بندی کے بند بند کو ہی اب ہی من سے شوق
جبل کو بیگما نہ ہو کیونکر چمن سے شوق
دن رات انور نہا ہی اُن کو ہرن سے شوق

ای بچیؔ بڑھیا مرتی ہی۔ اک نوجوان پر
جگتو نہ بانہ و بند علی بند سے ہی کام

ہر آن کس طرح نہ ہو اُس کو پھبن سے شوق
زیور میں مجکو باجی ہی اک نوزن سے شوق

کھاؤ گی منہ کی دیکھو نہ پنجوں کے بل چلو
ای جان اپنے دل کو نہیں بانکپن سے شوق

۱۱

طور نے جھوٹوں کہا تجھ پہ ہون ہنگا عاشق
ایسے ہرجائی سے بی کون نباہے خانم
جو نہ ماں باپ کا اپنے ہو ممانی سچ ہی
لالچی بندہ ہی الفت کو بھلا کیا جانے
جان الماس نے دی موتی پہ ہیرا کھا کر
بات پوچھی نہ کبھی اور رہی اُن سے بگڑی

اتنی سی بات پہ میں ہو گئی خبیلا عاشق
کبھی مجھ پر کبھی تجھ پر ہوئے مرزا عاشق
اوہی کہنا ہوگا وہ جورو کا نگوڑا عاشق
رکھ دیا ہاتھ پہ جس نے ہوا اس کا عاشق
جھوٹ اس میں نہیں جینی تھا وہ سچا عاشق
اب جو نوکر ہوئی اتنا ہوئی دایا عاشق

جان فرہاد نے دی مر گئے بھائی مجنوں
جان صاحب ہو اکیلا مجھ پہ انوکھا عاشق

۳۱۱

بد بلا ہی یہ بد بلا ہی عشق
حسن دریا ہی اے بو انخضر و
ای عزیزن بڑھا نہ بنجا سے نے

پہ ری خانم بہت برا ہی عشق
دل کی کشتی کا ناخدا ہی عشق
دل ہی یوسف تو بھیڑیا ہی عشق

بنو لذت اُٹھاؤ گی آ کے
اب تو نام خدا ہوا ہی عشق

پھر وہ اُترا نہ اے پری خانم
جس کے سر پہ اری چڑھا ہی عشق

لاکھ بھوتوں کا ایک بھوت ہی یہ
کچّے جن سے بھی بس ہوا ہی عشق

اِس کو پروا نہیں کوئی مر جائے
ایک بے درد بے مروا ہی عشق

چشم بد دور دیدے چار ہوئے
انکھ مندی کو جواب ہوا ہی عشق

جب سے عاشق ہوں مجھ نگوڑی کو
کیا بُرے مولوں بیچتا ہی عشق

جان صاحب ہی جان کا دشمن
دل کا پوچھو تو آشنا ہی عشق

ردیف ک

۱۱۵
لیں گے نہ میر موسیٰ میرا سلام کبتک
مجھ سے نہ وہ کرینگے دیکھوں کلام کبتک

ڈولی منگا کے اُن کے گھر آپ ہی ہیں جاتی
غیروں کے ہاتھ باجی بھیجوں پیام کبتک

یہ حسن کے ہیں گاہک مردوں کو خوب دیکھا
یوسف بنا رہیگا بی بی غلام کبتک

یسین خاں سے باجی دم ناک میں ہی میرا
ہر روز میں اُٹھاؤں تنبول کلام کبتک

بت بن گئی ہی آ تو پتھر پڑے ہیں نہ بولی
پوچھا جو پڑھ چکوں گی میں دھو رام کبتک

ای جان کرلے جو رو ہندنی پہ کیا ہی مرتا
بیٹھا جیا کریگا تو اُس کا نام کبتک

۱۱۶

ماروں گی لات ہاتھ لگانے نہ دونگی ہیں
جاؤ اگر زمین سے تم آسمان تک

ہی ناک چوٹی ہاتھ ترے پاؤں ٹوٹی ہوں
پہونچے خبر کسی کے نہ یہ کانوں کان تک

ہرگز نہ بچے نہ جان قیامت کی رات ہو
جس دن یہ بات پہونچے ہوا اُن کے کان تک

گھر میں بڑی گنوار کے باندی ہیں بن گئی
کو دولی چھڑی ہی کو ٹلے ہوا ہیں نے دھان تک

صندل لگوڑی تجکو بھی یہ دن لگے چہ خوش
گھستے تمہارے پانوں ہیں چلتے مکان تک

سمدھن نہ کھانے جو رستے کا مجھ سے گلا کرو
تم نے نہیں چڑھایا وطن کو نشان تک

نعمت نے توڑے بندی کی. بندی خدا سے ڈر
کنبے میں میرے پہنچا نہیں اک سیخوان تک

ڈولی کے پاس آکے لگا کہنے اک موا
احسان ہو چلو جو ہمارے مکان تک

برسات کا تی ہو. وکے اس گھر میں ہی ہوا
پانی تھا گھٹنے گھٹنے. کہیں ارا ران تک

ای جان تم ہو جانتے انجان ہو نہیں
یوسف سے کی عزیز نہیں اپنی جان تک

ردیف گ

۱۱۷

بنو برسات میں سنگار کا رنگ
سرخ اور سبز ہی بہار کا رنگ

سن کے گھر بیٹھے مجھ سے باغ کا حال
ہو گیا سبز نو بہار کا رنگ

نا دہندی سے اشرفی خانم
اڑ گیا تیرے اعتبار کا رنگ

شہر والوں کے آگے خاک جمے
باجی اماں کسی گنوار کا رنگ

جان صاحب ۔ چڑھ چکی گھسال
دیکھا کندن نے سو ہزار کا رنگ

۱۱۸

ایک ایک رنگ میں اجی نو نو ہزار رنگ
دکھلاتے ہیں بہار میں اپنی بہار رنگ

موتی کی طرح رکھے خدا سب کی آبرو
بے رنگ ہے محل کا جواہر نگار رنگ

جگلا ہے بیلی بھبیت کا بیلو بجائیے
ویرانی جائے دل کی اجی دے ستار رنگ

پھولوں نہیں سماتی ہے پھولا میں بہن کے
بنفشے کا تو دکھاتی ہے جو بار بار رنگ

کیا جانتی ہے اشرفی خانم مجھے نہیں
کندن سنہرا بھاتا ہے بے اختیار رنگ

پھپا جرا کے لیے گئی چنپا کلی مری
چھپتا نہیں ہے جو رکابی زنہار رنگ

گرگٹ کے خون میں اجی بیشتاب ہے یہ بچھا
چنبر موا بدلتا ہے جو بار بار رنگ

کالا ہو یا کہ گورا پسند آئے دل کو جو
اُس پر نثار کیجیے ستر ہزار رنگ

منہ زرد آنکھیں لال پھٹے کپڑے جی اُداس
عاشق کے یہ جھمکے ہوا ہیں چار رنگ

چوٹھے پہ ہے پتنگ ادھی صبح سے چڑھا
مہرن یہ جل نہ جائے تو جلدی اُتار رنگ

رنگ ریز آج دے تو ہے کل عید اوڑھنی
ای جان دو پٹہ چڑھ گیا در کنار رنگ

ردیف ل

ای جان کام آئے اگر یہ تمہارے دل
بڑھیا کے پیچھے بیچ جوانی خراب کی
چلتا نہیں ہے زور محبت میں اس سے کچھ
لاڈو یہ جی میں آتا ہے دیدے نکال لوں
دریا پری کا سایہ ہے کر چاندنی کی سیر
خسرو سے جا کے ایک مہاجن اٹک گیا

۱۱۹

حاضر ہے کیا عزیز ہے کچھ تم ہی پیارے دل
کس سے لگایا تو نے ہے آفت کے مارے دل
غیرت یہ جس کی چاہیے نگوڑا اتارے دل
کیا خوش ہوا ہے دیکھ کے تیرے کا اشارے دل
دیوانے تیرا بہلے گا دریا کنارے دل
جمنا کا خوب لگ گیا گنگا کنارے دل

ای جان جان سینے پہ تو رکھ کے ہاتھ دیکھ
اب تک دھڑک رہا ہے یہ دہشت کے مارے دل

بھائی یوسف گئی سوتے کو جو بازار اصیل
کر لیا اپنا انہیں۔ آئی وہ مکار اصیل
بنو اشراف کے جو ہر ہیں تکلیف سے کیسے
جان سولی پہ رہے گی مری بھیا منصور
سوت کے غم سے بُرا ہو گیا آزار اُسے
اب ہوا اُس کو بتاؤں گی بڑی ہے منہ زور

۱۲۰

بیسوا کر لائی نیا اپنا خریدار اصیل
بی بی ہیں باندی بنی۔ گھر کی ہے مختار اصیل
زنگ ہیں لاکھ ہو چھپتی نہیں تلوار اصیل
ہے نظر وہ ہیں نہ رکھو گی طرح دار اصیل
چھوٹی نرگس کی روش بنتی ہے بیمار اصیل
باد کے گھوڑے پہ رہتی ہے یہ اسوار اصیل

خوب ہی اشرفی خانم نے کیا کٹنا پایا
ٹھنڈی سانسیں نہ بھرو کھوئی گئی گر بندق
پاؤں کی جوتی بھی کیا خوب لگی سر چڑھنے
اور آجائے گی بازار سے کر ڈالو حلال

کنگلی آئی ۔ اجی ! بن گئی زردار اصیل
عملی ۔ ہتھنی نہیں لے دوں گی ہوادار اصیل
مجھ سے ہر بات میں کرتی ہے تکرار اصیل
ٹینی مرغی ہے یہ کیسی ہوئی مردار اصیل

گھر کروں اپنا میں برباد جو رکھوں ٹھیا
جان صاحب مجھے ایسی نہیں درکار اصیل

۱۲۱

کسی کے میں نہ کوئی میرے پیار کے قابل
تم اس چمن میں مجھے بھول جانو اجرک کا
ہزار بڑھیوں کی بڑھیا مری جوانی ہے
خدا کے سامنے محشر میں بھی نہ جاؤں گی
اُٹھائے سر پہ ہے ایک ایک رونگٹا گھڑی کی
کمال آتا ہے افسوس ادہی نرگس پر
بجا ہے اُس پہ ہوں بندی کی آنکھ کے پردے
جوانی پیٹے موئے عاضی ہیں بس دو نو
بڑھایا خوب ہے آتو جی مجھ سی خیلا کو
غضب کی آنکھ جوانی میں ہو گی نرگس کی
سند ہے **جان** بھلا کب گواہی ٹڈی کی

پچے ہو مرے وہ اب ہیں جن یار کے قابل؟
ابھی خزاں کے نہیں ہوں بہار کے قابل
بہار میں بھی نہیں ہے بہار کے قابل
یہ منہ نہیں مرا پروردگار کے قابل
مرے گناہ نہیں ہیں شمار کے قابل
یہ ہر یاں نہیں نگوڑی بخار کے قابل
نظر کے تارے اگر ہیں ستارے کے قابل
یہ حسن و عشق نہیں اعتبار کے قابل
گدھی کو تم نے کیا مار ڈالے کے قابل
ابھی تو یہ نہیں شکرے شکار کے قابل
تمھاری بات ہے کب اعتبار کے قابل

۱۲۲

کھائے ہیں اُن کے بھائی نے بالے پن میں گل
پھولے نہ کیوں بہار کا بھائی ہیں میں گل

بن اس چمن سے لیکے چلی لو گو چار داغ
صرّہ کے بدلے لالے کے رکھنا کفن میں گل

ای جان رُخ کو چاند بھی کہتے ہو اور چمن
پٹیوں میں اُن کے کانوں کو سمجھو گہن میں گل

۱۲۱

مردوں کا میرا چولی ہی دامن کا ساتھ ہی
جب ہوں اگر بہار تو یہ اپنے فن میں گل

پھر مکھ نہ گرم کرنی تھی حاکم سے گفتگو
کھا آئی منہ پہ آگ لگے بانکپن میں گل

باندی کے سر پہ توڑوں گی جھڑیاں اب گلا کی
پھینک آئی زیر پائی کا گلشن چمن میں گل

پھولا م دھوپ چھاؤں مشجر میں دیکھیے
یہ نام بھی غلط ہی کہاں گلبدن میں گل

میں بھی لہو لگا کے شہیدوں میں مل گئی
ای جان کہہ تو لالی اُنگوڑی رسن میں گل

۱۱۴

ہم بالوں میں بیلے کے پہنتے ہیں بہن پھول
پہناوا دمیل ہاتیوں کا ہے یہ کرن پھول

گیا اوہی گہوں راشنا سے اک پالی ہی بلبل
پھولا یہ لگا اُس کو گیا سارا بدن پھول

پھولے نہ پھلے باغ سے دنیا کے سدھارے
جیتی رہی ای بھائی اٹھانے کو بہن پھول

کیوں خار نہ ہو فرش کی۔ محتاج وہ اب ہے
جس سیج پہ بچھتے تھے سدا سیکڑوں من پھول

پھولوں نہ سمائے گی وہ۔ مہتاب کو دینا
ای صبح کنور لائے اگر شام برن پھول

کر چاندنی کی سیر۔ بی مہتاب تو اُس دم
جب کھیت کرے چاندنی جب لائے چمن پھول

کیا خوب کہی بات ہے گلشن نے زناخی
بلبل کا وطن باغ ہے خوشبو کا وطن پھول

ردیف م

۱۲۵

ان مردوں کی جیتے جی دبنے کے ہم نہیں
دو سو روپئے جو اشرفی خانم کہیں ملا تیں
جب ہم سی ڈھونڈھ لاؤگے تم نیک پارسا
میں بھی تمہاری لونڈی ہوں سچ جان سے اجی
بہکایا سوت نے تمہیں نادان ہو اجی
جنگل میں کھویا دیہ لائے نہ آج تک
بی جلسے والیوں میں اگر نوکری بھی کی

باجی فرشتے خال سے کریں گے کلام ہم
اب ایسے نادہند ہوئے گنہگار ام ہم
اُس دن کریں گے آپ کو جھک کر سلام ہم
کہتے ہیں آپ لے سے ہیں تیرے غلام ہم
بی بی کا دانا کھائے کرینگے حرام ہم
کہتے تھے چلکے شہر میں لے دیں گے جام ہم
بچتے رہے شہر اب سے تو بھی مدام ہم

مرزا کا کہنا صبح کنور تجھ کو ہی یقیں
لکڑی کی اُن کی اُوہی چُرا لیتے شام ہم

ای جان مردوے سے پڑھایا نکاح ہی
کیوں صدر سے ڈریں نہیں کرتے حرام ہم

۱۲۶

اشرفی خانم ! بہو کا کیا مری آیا قدم
سُنتے تھے چاندی کا پیرا مجکو اس سر کی قسم
ایک شب بھی مردوا مجکو لگا تا ہاتھ گر
پاؤں سہ سکے بھرنے میکے کو جاتی ہی بہو
منہ دکھاؤنگی نہ تم کو مانگ کھاؤنگی میں بھیک
ہاتھ لٹواؤں گی اس لنگڑے موی شمشاد کے
لے گئے اس طرح بالی۔ کان کاٹے چور کے
پاؤں بھاری کیا ہوا عہدی سے بدتر بن گئی

ہو گیا آباد گھر۔ برباد ہی کھوٹا قدم
میرے گھر لائی نگوڑی نحس سونے کا قدم
روز پینا پاؤں دھو دھو کر سدا پڑتا قدم
نکلا اس پر بھی نہ اب سسرال سے میرا قدم
گھر سے جس دن آپکے صاحب مرا نکلا قدم
گر صنوبر باغ کا اس نے مری کاٹا قدم
پاؤں چومو کونسا ہی آپ کا دہنا قدم
دو قدم منزل ہی مجکو اٹھ نہیں سکتا قدم

سچ تو ہی ای جان حب صنا مردہیں وہ رنڈیاں
عشق کی گلیوں میں ہی ثابت رہا جن کا قدم

ردیف ن

۱۲۷

گیلی سوکھی دونوں جلتی ہیں بوا اس کار میں
بی بی تم جیالی رہا اندھیر ہر دربار میں

کچھ نہیں نرگس کو مرزا تن بدن کا نہیں ہوش
کام پر دیدہ لگے کیا۔ دل لگا ہے یار میں

لال خاں سے جا کہو لے آئے منگا جان کو
گھر ہے گُر دانے کا پتنا جوہری بازار میں

سوت میری پانچ ہیں اُس سے چھتیس سوا
وہ تو ہے دس بیس میں میں ایک ہی دو چار میں

ہیں کمر کے جو کڑے جنبان ہی مضبوط ہیں
جس نہیں دیکھا کبھی نامرد کی تلوار میں

دیکھ کر سلما نشانی اُس کی میں روتی نہیں
موتی ہوتی ہوں پروتی بادلے کے تار میں

سوت کے غم سے مری چھاتی تو چھلنی ہو گئی
لوگ کہتے ہیں لگی ہیں کھڑکیاں دیوار میں

جھاڑو بی بی کی پھرے ہو جائے گھر بیری کا صاف
کوڑی کوڑی بھیک مانگے وہ موا بازار میں

جان صاحب جس کو سمجھے ہیں ٹرے یہ یار غار
آشنا کیسے گرا دیتے ہیں وہ خود غار میں

۲۸

برسوں بچّی کو نہیں پیار کبھو کرتے ہیں
پیار بھی کرتے ہیں تو کان میں ٹو کرتے ہیں

او جلی پگڑی ہے عبث اس کی تو بن آئی ہے
کپڑے لڑکے مرے دو روز میں گو کرتے ہیں

ساس ہوں پر میں خدا لگتی کہونگی بیٹی
پاس مرزا اترا امراؤ بہو کرتے ہیں

سیدھی قسمت ہے تو اک بال نہ ٹیڑھا ہوگا
جادو پڑھ پڑھ کے کریں مجھ پہ جو چھو کرتے ہیں

لال پیلے مجھے غصہ کے دکھا کر دیدے
کھانا پینا مرا کیوں آپ لہو کرتے ہیں

اے بہو جان تو کیا بیٹی ہے گر یح خاں کی
جان صاحب تجھے ہر وقت جو تو کرتے ہیں

تماشا کرتے یہ بچے تمہارے پھرتے ہیں
ملا تھا ایک ہی لیلیٰ کو اے ندوا مجنوں
یہ گر کے حوض میں کھوئیں گے آبرو میری
کسی نے کردیا کچھ اُن کو کیا پری خانم
بنت بنائے گی مہرن کبھی نہ او مہتاب

۱۲۹ میں صدقے دیکھو اجی پیارے پیارے پھرتے ہیں
ہزاروں اس سے تو وحشی ہمارے پھرتے ہیں
بلا وہ بچوں کو باجی کنارے پھرتے ہیں
محل میں کل سے جو خشکا اُتارے پھرتے ہیں
پسند آیا جو سلما ستارے پھرتے ہیں

وہ نوجان کے گاہک ہیں جان صاحب کی
نگوڑے بیری جو اُس کو اُبھارے پھرتے ہیں

خالی حویلی ایک نہیں ہے جہان میں
غنغا کی شکل نام کہر کا سُنا میاں
باجی ستارا جان جو دیکھو تو لطف ہے
مرتی تو ہے دکھادو نگوڑے کی اس کو شکل
ٹکسال والی اشرفی خانم کے تئیں وہ
گوہر کے دانت دیکھ کے الماس مرگیا
یہ وا مجھے نہیں ہے کھلائے دانبال
صندل اگرنہ آتا تو نہیں لڑائیاں
گرگٹ کا کیا لیا مری خورشید نے جنم
پھبتی کہی یہ تیں نے ثریا یہ رات کو

۱۳۰ کیا آگ بے محل لگی گھر کے مکان میں
پایا زمین میں نہ اسے آسمان میں
مہتاب سے سوا مری زہرا کی شان میں
اٹھا ہے تو بہار کا دم باغبان میں
گن کے لگے ہیں تانبے کے بی پاندان میں
یا قوت آگاڑ نا اسے ہیرے کی کان میں
نعمت نساء نہ بھجتی کسو کے خوان میں
عنبر میں باجی مشکی میں اور زعفران میں
سو سو بدلتی رنگ ہے اک ایک آن میں
باندھا ہے یہ فرشتوں نے چھینکا کمان میں

ای جان آئیں ہوش میں بن جائیں آدمی
وحشی اگر ہوں جمع مری داستان میں

جب تنا دشاد آئے مرے تم مکان میں	۱۳	ای جان جان آ گئی بندی کی جان میں
تاثیر اتنی ہی مرے غم کے بیان میں		زنڈی رولا وے مردوں کو ایک آن میں
مہتاب اور زہرہ ہیں وہ دونو کٹنیاں		تھگلی لگائیں چھید کریں آسمان میں
آہوں سے میری گرنے نہ پائیگا آسمان		سو سو لگائیں ٹھیکیاں اس اک مچان میں
بھرتی نہیں ہوں آہیں میں اُس بھبوں کی یاد میں		چلوں پہ چلے باندھ رہی ہوں کمان میں
چوٹی کا بوجھ اوہی اُٹھائے جو یہ کمر		ٹوٹا نہیں ہی آنا بھی مجھ دھال پان میں
اس طرح گلبدن سے ہنسا آپ کیجیے		ماروں کٹار ہی جھٹکی جو لو میری ران میں
دی تم نے بیٹی اشرفی خانم فقیر کو		جوڑا ہی تم نے ٹاٹ مشجر کے تھان میں
مرزائی جان بات کرو اوہی جامہ زیب		ہنستی ہو سب سے جفتی نہ پڑ جائے شان میں
بھاری کیا ہی پائنچہ اس سے نہ آئیں وہ		سبزی لگا کے کودوں گی اُن کے مکان میں
بکتا رہا وہ شام سے مہتاب صبح تک		آتی نہیں ہی نیند تمہارے مکان میں

جیسا تمہارا نام ہوا ہی نہ ہوئے گا
ای جان کوئی لاکھ کہے اس زبان میں

اکیلی جاؤ جو مسجد میں طاق بھرنے کو	۱۴	دوگانا جان تمھیں جھک کے ہم سلام کریں

ستم ہے بے پڑھے دو بول گر کھلا نا ڑا
رہا نہ جائیگا اُس سے ہوئی جوان بہار
بنی ہیں نتھالی کا بیگن وہ ڈھلتی پھرتی ہیں

ذلیل ہوں گی زناخی نہ ایسا کام کریں
کسی سے بیٹی کی نسبت کا اب پیام کریں
کسی کے گھر میں تو بی بیگما مقام کریں

بلالے صبح کو جلدی سے جان صاحب کو
وہ آج بھی نہ کہیں کل کی طرح شام کریں

۱۳۴

وہ جس کو ڈولہ اب ای تو بہار لیتے ہیں
خدا نے ہاتھ دیئے ہیں بدن کھجانے کو
وہ موہی رسّی ڈھسے اُن کے دونوں ہاتھ لیں
ذرا محل ہیں وہ آویں بتاؤں گی چنگا
ببول بو کے مجھے سولی پر چڑھائیں گے
یہاں سے جائیں اجی اُن کی ہیں ڈبل نہیں
کرم ہے کل سے بڑا آج میرے جھنڈے پہ
عجب طرح کے سنخی دیکھے اس زمانے میں

اُسی نگوڑی کی خاطر یہ ہار لیتے ہیں
خرابی پیسے کی ہے پشت خار لیتے ہیں
نمو ہی جان کے وہ مجکو مار لیتے ہیں
یوہیں غریب کی عزت اتار لیتے ہیں
درخت گھر کے لیے میوہ دار لیتے ہیں
جوئے کے واسطے کیوں ہیر الہار لیتے ہیں
بلائیں وہ جو مری بار بار لیتے ہیں
نگوڑے سوم کی پگڑی اتار لیتے ہیں

نہ جائے کوئی بلانے کو جان صاحب کے
ہم آپ کوٹھے پر چڑھ کر پکار لیتے ہیں

۱۳۴

مل گئی جب کوئی بنگلے کی اوباش تمھیں
میری گاڑی سے اگاڑی جو بڑھے جاتے ہو
چھوڑو ہرجائی پن اور ایک پہ تم بیٹھ رہو
پارسائی کی بھلا قدر مری کیا جانو
آج کیوں آیا اجی باسی کڑھی میں اُبال
ای بی مہتاب اگر چاندنی بیجاؤگی تم
اُس کو قربان کروں اپنے گزہی گاڑھے پہ

بھیڑ بن جاؤگے مارے گی جو دو ماتیں تمھیں
کتوں کوؤں کو کھلانی ہے مری لاش تمھیں
ایسی ہمّت دے بنی جان خدا کاش تمھیں
جب خوشی ہوتی جو ملتی کوئی اوباش تمھیں
بھیجنی کیا تھی بھلا کل کی مجھے آش تمھیں
فرش کردیں گے ابھی مار کے فراش تمھیں
میری جوتی سے میسّر ہے اگر تاش تمھیں

اپنی بجّی کو بھٹار کھتی نہ تم کو دیتی
جان صاحب میں اگر جانتی عیّاش تمھیں

۱۳۵

دال آٹے کا سنو بھاؤ ہے اُس دم کھلتا
سوم کے پیسے میں لگ جائے نہ کیونکر کائی

جا ہنے والے اجی جبکہ بچھڑ جاتے ہیں
پال کے آم ہیں پکتے نہیں سڑ جاتے ہیں

لاکھ تدبیر کروں ایک نہیں بنتی ہے
دن مقدر کے جب اے جان بگڑ جاتے ہیں

۱۳۶

جو جو نہیں اُٹھانی تھیں میں نے اُٹھالیاں
مرزا اٹری چڑیلیں تھیں یہ جلسے والیاں

بس بہن زباں روکو نہ دو مجھ کو گالیاں
اچھا ہوا محل سے گئیں یہ نکالیاں

مان جاتی ہوں میں ٹالونگی آجکل ہی مہر کا کام
وہ ترش رو ہوئی مرا دل کھٹا ہو گیا
بجلی گرے الٰہی مہاجن کی جان پہ
کیسا ڈری ہوں رات کو آئی جو خواب میں
سنتی ہوں ایک روز بلاتی ہیں مردوا

جونا چھپا کے نیاب لیں دولہ کی سالیاں
نارنگیوں کی پھینکیں گلشن پہ ڈالیاں
کیا پڑ گئیں کھٹائی میں کانوں کی بالیاں
کچھ گوری گوری عورتیں کچھ کالی کالیاں
کیا نیک بخت ہیں مری ہمسائی والیاں

۱۳۷

جی سے بھاتے ہیں مجھے باجی تمہارے ہاتھ پاؤں
کر کے ننگا اُس نے سر ڈھانکا زہے دستی مرا
ای دو گانا جان دیکھیں کس کی مہندی ہے
بس گھڑی سے او ہی گھنڈی ہی ھیلتی پھرتی ہو تم
چار گھر جا کے اجی کھاؤں گی چکی پیس کر

گورے گورے ننھے ننھے پیارے پیارے ہاتھ پاؤں
کشتیاں لڑ لڑ کے ہیں نیلے لاکھا مارے ہاتھ پاؤں
سُرخ ہوتے ہیں ہمارے یا تمہارے ہاتھ پاؤں
شل نہ ہو جائیں کہیں باجی تمہارے ہاتھ پاؤں
دل نہ کچھ ہر ہیچ کھایا میں نے ہارے ہاتھ پاؤں

جان صاحب مجکو تم دیکھا لو بالا پوش میں
مارے جاڑے کے ہیں ٹھنڈے بہر سائے ہاتھ پاؤں

۱۳۸

بیاد خانم کا کروں گی نہ میں نہار کہیں
زنڈی چل دور تجھے مجھ پہ یہ بہتان نہ کر
اُن کے بن پوچھے میں تو چندی میں کیوں کس جاؤں
مردوے کھاتی ہوں میں تسبیح کلاموں کی قسم

آپ ہی اپنا بسا لیں گی وہ گھر بار کہیں
میرے بیری مرے دشمن ہوں گرفتار کہیں
ہے یہ دھڑکا کہ نہ ہو جائیں وہ بیدار کہیں
تیرے بن پوچھے گئی ہوں جو میں اک بار کہیں

جا کے سسرال میں ڈولے سے دولھن جانِ تم تم
اوں کس طرح ترے پاس دوگانا جنیاں
میری ماما نے نکالی ہے نئی مجھ سے چھیڑ
ایک پر میٹھا رہوں اور کسی سے نہ ملوں
میں تو ہاں ایسی ہوں پھر کس لیے تو آتا ہے
ماما کٹنا پے کا بے ڈول پڑا ہے لپکا

پہلے ہی روز نہ کر بیٹھیو اقرار کہیں
باجی ہونے ہی نہیں دیتی ہیں اسوار کہیں
بھیجتی ہوں کہیں جاتی ہے یہ مردار کہیں
ایسے بندی نے کیے ہیں نہیں اقرار کہیں
ڈھونڈ لے اور کوئی جا کے طرحدار کہیں
ایسی باتوں سے اری کھائے گی تو مار کہیں

جانِ صاحب مری خاطر سے نہ کہنا تم نے
رنڈی دیکھی ہے دوگانا سی طرحدار کہیں

۱۲۹

بیاہ خانم کا تو کر دینے کو تیار رہوں میں
اس کی صورت سے دوا ایسی ہی بیزار رہوں میں
جانے بندی کی بلا تجھ پہ گزرتی کیا ہے
تم پہ میں مرتی ہوں جو چاہو ستم جو تو تم
دیکھا آنکھوں سے جو کانوں سے میں سنتی تھی بوا
اپنے گھر والے کی وہ جا کے خبر تو لیویں
اپنے پلے سے نہ باندھو مجھے اب چھوڑ دو تم

باجی کوڑی کا سہارا نہیں لاچار ہوں میں
نام پر بھی نہیں اب مارتی بیزار ہوں میں
ناک چوٹی میں بوا اپنی گرفتار ہوں میں
سچ تو ہے ہاں اجی ایسی ہی گنہگار ہوں میں
اب تو چاہت میں زلیخا کی طرح خوار ہوں میں
اُن کی بہنا سے زیادہ نہیں مکار ہوں میں
لاکھ مکاروں کی مکار ہوں بدکار ہوں میں

جانِ صاحب ہیں یہ رمز آپ کے پہچان گئی
تم بھی کہتے ہو کہ مردوں میں طرحدار ہوں میں

۱۴۰

یونہیں اُلجھی رہے گی اک نظر جنبات دیکھے گی
جدائی سے ہوا اُن کی بڑا آنر ارای نرگس
نئے مرزا کو ای سبزہ بنایا تو نے پردیسی

دوا کیا جان نکلے گی دم اٹکا ہی جیا تن میں
ہوئی ہوں سوکھ کر کانٹا نہیں باقی لہو تن میں
اُڑائی خاک گھر میں جھولیاں گا گا کے ساون میں

پری خانم سی دیوانی کو شیشہ میں اُتارا ہے
بڑے عالم ہو تم ای جان صاحب عشق کے فن میں

۱۴۱

چاہت تمہارے دل میں ہماری اگر نہیں
دھگاڑوں کے پیچھے اوہی زناخی تو مر نہیں
دولت النسا ہیں اشرفی خانم سے بڑھ چلیں
آنکھوں کی اندھی ہے وہ مثل نام نین سکھ
بھٹیاریوں کی طرح خواصیں لڑ رہی ہیں آج
دار الشفا میں مرتے ہیں بیمار ای حضور
بیٹی تانگے اب وہ محل پھاندنے لگے

پروا ہ آپ کی بھی مجھے اس قدر نہیں
جنجال سے جوانی مفت یہ برباد کر نہیں
کھوٹی ہی راہ چلتی ہیں حاکم کا ڈر نہیں
نرگس کو دن کو اونٹ بھی آتا نظر نہیں
مرزا یہ سیر دیکھی کبھی عمر بھر نہیں
کوڑا دوائیں ملتی ہیں جن میں اثر نہیں
جس جا فرشتے خاں کا بھی دم بجھا گزر نہیں

ای جان لکھنؤ سے نکل جاؤں گی میں اب
اوقات مجھ نجنتی کی ہوتی بسر نہیں

۱۴۲

سوت جل ککڑی سی آ گئی بل میں
بھلسی جاتی ہو اپنی ہی جھل میں

یہ بڑھا درد آج میں کل میں — کل نتھا پیڑو میں آج کل کل میں
آنکھ لڑتے ہی ہو گئی عاشق — موہنی تھی موئے کے کاجل میں
آنکھ نرگس کسی سے لگنے دے — چھوڑ دوں گی موئے کو اک پل میں
گیہوں ہل ہل کے میں اُٹھا نہ سکی — نیچے ہونے کی اوہی ہل ہل میں
تل نہیں مانگ میں زنانخی کے — یہ کنھیا کھڑا ہے گوکل میں
تیرے ہی سر کی ہے قسم عنبر — بو محبت کی پائی صندل میں
چھوڑ لیلیٰ کو تھا سڑی مجنوں — کون یہ دیکھتا تھا جنگل میں
نین سُکھ کو سمجھ نہ گاڑھا یار — آنہ محمودی اُس کے چھل بل میں
ہر کی چادر تلک نہ چھوڑے گا — باندھ رکھ میری بات آنچل میں
میں پڑی کیا اہیر کے گھر میں — پھنس گئی بوڑھی بھینس دلدل میں

میم صاحب گلے پڑی اے جان
مہر ڈھکا کیوں نہ ٹھہرے کونسل میں

۴۲

رکھیں ہمسائی مرا مال چُرا کے گھر میں — اینٹ اُلٹوں گی دوگانا میں خدا کے گھر میں
میں چلی۔ تو بھی تو لوٹے ذرا انگاروں پر — اب نکل جاؤں گی میں آگ لگا کے گھر میں
ڈولی لادو کھڑے پانی نہ پیوں گی صاحب — خوب رُسوا کیا سمدھن نے بلا کے گھر میں
پیٹتی ہوں جب مجھے پنج مواد دیتا ہے — نام کی اُس کے بوا قبر بنا کے گھر میں
جان صاحب کی نہ کیوں بات سے بگڑوں لوگو — روز وہ آتے تھے اک فقرا بنا کے گھر میں

۱۴۴

سیدانکل کھڑے ہیں بڑا کائنات میں
مردوں کو گھور و چھید کرو تم قنات میں
بیشک اچھی ہے شک مجھے دولہ کی ذات میں
ہوتا ہے چال ڈھال میں ہر ایک بات میں
میرا سا رنگ روپ تو چمپا کو ہو نصیب
اس سے نہ بات وہ کرے اس سے نہ بات یہ
چلتی وہ چال ہوں کہ نہیں چڑھتی سیج پر
خیمے میں کیوں اترتی اگر ایسا جانتی
نادار کے چلن پہ پڑو ولے جب چلے
اپنے تو چھوڑ دیتے ہیں غیروں کا کیا گلا

لیکن سمائی سب کی ہے شیخیوں کی ذات میں
رخنے نکالو مجھ سے نہ تم بات بات میں
کیسے ہوئے ہیں جمع براتی برات میں
بنّو سے چہرے مہرے میں چھپ تختی گات میں
میں ایک ہوں ہزار میں وہ پانچ سات میں
شبیر بنی بولے آج سے مصری کی بات میں
بھرتے ہیں ہیلوان کئی دانوں گھات میں
کیسا یہ پردہ چھید ہیں لاکھوں قنات میں
بٹا لگے نہ اشرفی خانم کی ذات میں
اللہ کام آتا ہے۔ بی۔ مشکلات میں

کیونکر میں تیرے جان کو دوں۔ اُن پہ ہے حرام
ستّیہ کا عق نہیں ہے دوگانا ذکات میں

۱۴۵

خورشید کے ہیں ٹوٹتے مہندی لگے ہاتھ پاؤں
بھاری وہ جوڑا پہنے گی ہو گا خصم کو داغ

تیرا خصم ہے جا کے ذرا داب ہاتھ پاؤں
تڑوائے گی زناخی کے کمخواب ہاتھ پاؤں

ای جان میں تو کڑوی یہ میٹھا ہے قافیہ
ثابت نہ ہوں بلا سے۔ کھولیں ہاتھ پاؤں

چل نکلے میرے آگے بہت شہ دے ٹرھے نہیں
کنگھی کی طرح سوت مرے سر چڑھے نہیں

ہمسائی تم نے خود نہ سُنا ہوگا کیا کہوں
کوٹھے پہ بے پکارے کبھی وہ چڑھے نہیں

عزت مری گئی تو گئی اس سے تجھ کو کیا
خیر اُود بات کر کہ اری تمر بڑھے نہیں

گھوڑے پہ چڑھ کے کیوں نہ وہ نہ زوبیاں کریں
جو عمر بھر گدھے پہ نگوڑے چڑھے نہیں

شامت ہی آئی کہتی ہے تو مجھ سے نو بہار
وہ جال ڈالوں مُری کا تم سے کڑھے نہیں

اس شہر میں تم اب یہ مٹی کا کال ہے
وہ کونسا مکان ہے جس میں گڑھے نہیں

ای جان جا کے تم میاں خورشید سے کہو
میرے محل میں آیا کرو دن چڑھے نہیں

پھلا پھولا آباد گھر دیکھتے ہیں
پچے! ایسا نشاط بر دیکھتے ہیں

بوا بے ہنر کیا مری قدر جانے
ہنرمند میرے ہنر دیکھتے ہیں

جلاتے ہیں مردوں پہ دل ہم۔ مثل ہے
تماشا یہ گھر پھونک کر دیکھتے ہیں

جو جوان رنڈی سے ہیں دل لگاتے
بوا انخ وہ ہی بشر دیکھتے ہیں

زناخی سدا جو ہیں پھولوں پہ سوتے
اُنھیں ایک دن خاک پر دیکھتے ہیں

خدا ہی لہے پیٹ اب پیر زادے
ترے بھی عمل کا اثر دیکھتے ہیں

پرائی بہو بیٹی اپنی ہے صاحب
کسی کو نہیں بد نظر دیکھتے ہیں

میں باہر نہیں جان صاحب سے آئیں
زناخی مراد دل اگر دیکھتے ہیں

۱۴۸

بہن کے کپڑے انگریزی میاں جو شرو نکلتے ہیں
مجھے بدنسونہ ہفتہ وہ میں تم سے ہو کچھ دینی
گلے میں کو کلا گا بُن کے ہڈی ہی نہیں گویا
وہ کرسی کے بوا احمق ہیں جو دو دن کی کثرت میں
مجھے لوٹن کا جوڑا ہی جو خاکی شاہ نے بخشا
میں وہ زندی نہیں جو چھوڑ دے وہ جعل سازی سے

نئے موتی محل سے بن کے اب لولو نکلتے ہیں
ذرا ڈوئے سے ناپو کس کے بی بازو ہیں نکلتے
ہزاروں ہی نہیں یہ حلق بہ نالو نکلتے ہیں
کبھی تو دیکھتے مونڈھے کبھی بازو نکلتے ہیں
خدا کی شان ہی بچے اجی یا ہو نکلتے ہیں
مرے پھنسنے سے کب ایسے بھلا اُلّو نکلتے ہیں

حسب
لیے تو جان صفا آپ نے بوسے ہیں ہالن کے
مگر کیسے یہ منہ کی راہ شفتالو نکلتے ہیں

۱۴۹

نہ کیں جورو سے تقریریں ہزاروں
نہیں آنے کی دم میں ہیں تمھارے
نہ بگڑوں گی بناؤ لاکھ باتیں
پری خانم سی دیوانی نہ ہو گی
نرالی سب سے ہی بندی کی قسمت
میں اُس جلاد کے پلے پڑی ہوں
یہ کیا نقشہ ہی کیوں تم لائے گھر میں

سدا کیں جس نے تقصیریں ہزاروں
عبث کرتے ہو تدبیریں ہزاروں
سُنی ہیں ایسی تقریریں ہزاروں
بہت آئی ہی زنجیریں ہزاروں
وگرنہ دیکھیں تقدیریں ہزاروں
نئی دیتا ہی تعزیریں ہزاروں
تلے اوپر کی تصویریں ہزاروں

تمھیں تو سات خط آنو کو اے جان
اجی ہیں یاد تحریریں ہزاروں

١٥٠

بھیجا نسبت کا ہے پیام کہاں — کہاں بچی مری غلام کہاں
کر دیں ثابت مجھے یہ حافظ جی — ہیں اُٹھا آئی ہوں کلام کہاں
اوہی دیتی نہیں جواب تمھیں ؟ — ہے یہ تہمت - کیا سلام کہاں
تھرہے کو ٹھری میں مسجد کی — باندی کرنے گئی حرام کہاں
بیس ہنڈیوں کا چکھ چکی ہے مزا — وہ کرے گی بھلا قیام کہاں

بیاہ ماموں نے بھانجی کا کیا
جان صاحب کا ہوگا نام کہاں

١٥١

میں اری دولت قدم شکلی پہ کیا کوڑا کروں — وہ نہیں باندی مری بندی رہی کیا کروں
دوش ہے یعقوب کو یوسف بھلا کیا مال ہے — بی نباتی جان ہیں مصری کو تو سودا کروں
منہ وہ بنوائیں ذرا - شر ہوگا ماما خیر ہے — اُن کا در پردہ ہے مطلب بھانجی سے ڈرا کروں
بات دو کوڑی کی کر دوں چار پیسے کے لیے — اپنے بیگانوں میں اُس کو آج میں رسوا کروں

جان صاحب ، دوگانا گر لگائے ہاتھ وہ
تیرے ہی سر کی قسم اک حشر میں برپا کروں

١٥٢

اپنے رسوا تجھے خود کرتے ہیں بیگانوں میں — خیلا فرزانہ نہ بن رہ کے تو نادانوں میں
اُن کے ملنے سے ہوئی زیست دوبارہ مری — ہے مثل پانی پڑا سوکھے ہوئے دھانوں میں

ہم تو مردوں کو برا مرد ہیں گھورتے تھے گو نہیں ہٹیا ہی یہ بیٹی ہی پر دان چڑھے	لطف دیوالی کو نھا چوک کی دو کانوں میں ایک ہی چھپڑا ہمسائی یہ نوجوانوں میں

۵۳

کیا کلیلیں کریں یہ مرے بیچارے ہاں
دل لگا جس سے موئے نے کیا دو کر ہوا
کل نہ مجھے ہاریں گے وہ جوہری سہاے گوہر
اڑ گئی روئی نصیبوں نے اڑائی ہی خاک

کل سے بچے مری بکری کے بیچارے ہیں
دیدے دیدہ گو مرے صاحب کے ہرکارے ہیں
آج تو موتیوں کا ہار مرا ہارے ہاں
ہمن کے بدلے یہ برستے انگارے ہیں

جان صاحب سے نہیں جلتے ہیں میرے دلسوز
بھانجے مجھ کو یہ بیٹوں سے سوا پیارے ہیں

۵۴

نگوڑے مرد موئے کیا کیا گناہ کرتے ہیں
اٹھاتے جا کے عدالت میں ہیں ٹیڈی
زنا جی نوح کسی کو میں آجکل دن دن ل
خصم تو کیا ہی بوا کتنا چھوٹ جاتا ہی

خراب جان کے عقبیٰ کی راہ کرتے ہیں
دوگانا کام تو جھوٹے گواہ کرتے ہیں
موئے نفاخنے وہ دن کی چاہ کرتے ہیں
یہ ٹھگ ہیں مرے وہ دل میں آہ کرتے ہیں

مزا ملا ہی وہ بی جان جان صاحب سے
کہ فاقے کرتے ہیں ہم اور نباہ کرتے ہیں

۱۵۵

بسنا باغ کی مالن سے جور کی باتیں
حواس اُڑ گئے سُن کے حضور کی باتیں
نکیلے ہو تو یہ بالی دو۔ بجلیاں۔ لاؤ
ہوا ہر ایک ہی فرعون کے لیے موسیٰ
قسم ہی تیسوں کلاموں کی اے دوگانا جان
ٹھرائے کھڑے وہ مرے پاس آکے ہو جائیں
ہوا ہی خار سینیں وہ قصور کی باتیں
نہ ہوں فرشتے سے میرے یہ نور کی باتیں
کرو نہ لکھنؤ میں کان پور کی باتیں
خدا کو بھی نہیں بھاتیں غرور کی باتیں
میاں فہیم سے سیکھو شعور کی باتیں
کچھ اُن سے کرنی ہیں مجکو ضرور کی باتیں

ہی مرد نام کو۔ نامرد جان صاحب ہی
چھپے گا سُن کے زناخی وہ صور کی باتیں

۱۵۶

دو چار نہیں ہیں چکی دس طور کی باتیں
لعنت کر اُسے کیا تجھے شیطان لگا ہی
غزت سے سوا پیسا ہی اے کوڑیا خانم
کیا کنگلیاں ہیں او ہی مرزا کی خواصیں
باندھی ہیں غزل میں اجی دستور کی باتیں
سنتی ہی بوا کیوں ہوئے مغرور کی باتیں
دمڑی کے لیے سنتی ہوں مزدور کی باتیں
انعام کے دن کرتی ہیں یہ پور کی باتیں

مصرعہ ترا اے جان ہی تلوار کا پھلڑا!
کیوں ہوں نہ ترے دور میں اندور کی باتیں

۱۵۷

مری ہی جانی ہو تم مجھ سے غلط نہیں
ہیں بات چیت میں نقصان سے بھی نہیں

نہ شوق گلنے سے مجکو نہ ہی بجانے سے
اسی سے حسن مرا مردوے پسند نہیں

ہر اک کے کان میں شیطان نے یہ پھونک دیا
زیادہ تجھ سے زمانہ میں عقلمند نہیں

مرے جو نکلا ہی تل بھاگوان چلتی ہے
میں دل کو سوختہ کیونکر کہوں سپند نہیں

رموزیں چھانٹ کے ای جان دل جلاتا ہے
پچے ہو بات یہ تیسری مجھے پسند نہیں

۱۵۴

لونڈی ہوں پچھنے کے بھی میرے پیر ہیں
دو ہاتھ ہیں تو پانچ مرے دستگیر ہیں

تم کیا ہوا اس لکیر پہ عاشق امیر ہیں
بندی کی مانگ پر ہوئے لاکھوں فقیر ہیں

لیٹرن پہ ڈالی آنکھ مرے دل سے گر گئے
اپنے چلن سے آپ ہوئے وہ حقیر ہیں

لڑنے پہ لیس کیوں نہ ہوں جاتی ہیں بگھیا
نشتے نہیں ہیں اس کے ناوک کے تیر ہیں

فرہاد خاں بلائیں گے شیریں کو آج کیا
پکوا رہے ہیں ۔ جو میرے سلونے سی کھیر ہیں

ہیں ایک فن حسن میں بدر منیر ہیں
فرزند چاند خاں کے بوا بے نظیر ہیں

آتے ہیں بوڑھے چونڈے پہ میری دو دلکے وہ
بیویوں کے بھائی ننھے میاں کوئی پیر ہیں

بڑھیا کے بوڑھے چونچلوں پر مر گیا مریں
اتری ہوئی کمان میں یہ کے تیر ہیں

جوتی ہی کا رکا مری سفلی عمل ہے حسن
آنکھیں ہیں یا موہنی ہری تل چاروں پیر ہیں

ای جان خوب کہتا ہے تو ہر زمین میں
تیرے ہی شعر سب کے ہوئے دل پذیر ہیں

عقل نے بھی اوہی دیکھا خوض کر ملتی نہیں
واہمہ بھی ڈھونڈتا ہی - پر کمر ملتی نہیں ۱۵۹

ای بوا عنقا کی صورت عمر بھر ملتی نہیں
واہمہ بھی ڈھونڈتا ہو - پر کمر ملتی نہیں

سیکڑوں خیالات میں چربانک - پر ملتی نہیں
صاف دیدہ انکھ منڈی مجھ سی نڈر ملتی نہیں

مردوے رستم ہوں میں تو قدر کر مجھ زال کی
دل ہو جس رنڈی کا ایسا اور جگر ملتی نہیں

کیا ارادہ اور ہی چھندرا کے بولے جو میاں
منہ ملا مچھی کے لینے سے کمر ملتی نہیں

ہو گیا اظہر یہ ہر ذرّے کو ای شمس النسا
چاند خاں سے خود بیں کرتی ہو قدر ملتی نہیں

ای بوا مصری جسے کہتے ہیں تعلب وہ کہاں
بے اثر لایا ہی یوسف با اثر ملتی نہیں

بر نہ ہو شتمہت میں جب تم ہوئے کیا بانو کی بات
روز مشاطہ ہی جاتی بات پر ملتی نہیں

ایک ہمسائی بہت ہی آگ پانی کے لئے
میں محلے میں ہر اک سے گھر بہ گھر ملتی نہیں

خیر جب تک جان کی ہی جان صاحب جان لو
جب تلک بے دید رنڈی سے نظر ملتی نہیں

پہونچی اُن تک بے قراری کی خبر برسات میں
میں نے بجلی کو بنایا نامہ بر برسات میں ۱۶۰

تھی میں رونے والیوں میں روتے روتے مر گئی
کرنا مجلس نام کی میرے مگر برسات میں

ابر سے کیا کم بھریں خضر رونے نالے ندیاں
یہ بھی رونی ایکساں آٹھوں پہر برسات میں

گھر ہے ٹوٹا سا کہیں دیکھے نہ مر جاؤں اجی
ہی یہی اب لی جان محکو ڈر برسات میں

کیا عجب رونے میں بینائی سے جاتی ہوں میں
کوکتی کوئل ہو بنو جیسے شجر برسات میں

آنسوؤں کی جب جھڑی لگتی ہی دم بھر نا آئے
دل نگوڑا ہی گیا جھینگر مگر برسات میں

ساتھ رونے کے اُمنڈا تا غم ہے دل پر جس طرح | جیسے آتی ہیں گھٹائیں جھوم کر برسات میں

ڈھونڈھتی پھرتی ہے ہمسائی کرائے کا مکان
چھاؤنی کا گھر نہ بچتی ہے پکڑ برسات میں

جانور تک گھونسلے کو لائے پر برسات میں
خوب کڑکے خوب تڑپے خوب چمکے آئیں جب
سے لیں ہمسائی کرایہ کوڑی کوڑی کیوں اٹھوں
اُن کی آنکھیں یاد آئیں روتے روتے مر گئی
جو ہیں گرجے کب ہیں برسے یہ مثل مشہور ہے
بنا ہوتی ہی نہیں ہے ڈاک خطرہ کیا نہیں
اپنی آنکھوں سے جو سوتے جانؔ دیکھے غور سے

۱۶۱

اُس موئے اُلّو نے بنوایا نہ گھر برسات میں
بجلیاں کانوں کی میری چھوٹ کر برسات میں
خبر ہے اُن کو کریں مجھ سے نہ شر برسات میں
میں نے دنیا سے کہا لوگو سفر برسات میں
یا علی بادل خاں کریں اور آئیں گھر برسات میں
یہ مسافر وہ نہ کرتے ہیں سفر برسات میں
گر گئے نظروں سے دریا بیشتر برسات میں

ردیف واو

غرض نہ ساس کی الفت نہ چاہ سے ہم کو
وہ ہوں فقیرنی تکیہ خدا کی ذات پہ ہے
خصم چھڑا کے موئے دل نے یار کروایا
یہ سچ ہی بات کو بیہودہ پہلے بول اُٹھی

۱۶۲

فقط ہے کام خصم کے نباہ سے ہم کو
وزیر سے نہ غرض بادشاہ سے ہم کو
کیا اسی نے ہے بے راہ راہ سے ہم کو
زنانخی جانؔ ترے اشتباہ سے ہم کو

یہ سچ مثل ہے اجی جس کا پاپ اُس کا پاپ
موئے وکیل عدالت کے بن کے بیٹھے ہیں
سمجھ کے سوت جھنکائے کنوئیں زلیخا نے
الٰہی سوت ہو محتاج دو دو دانوں کو
موئے کی آنکھوں کو تلووں تلے ملے نرگس
ہماری بھابی کی بگڑی کو چوتھی شادی ہے

نہ رانڈ ھئے گا وہ نہائے گناہ سے ہم کو
کیا تباہ ہے جھوٹے گواہ سے ہم کو
کیا عزیز نہ یوسف کی چاہ سے ہم کو
پھل ملے تری بارگاہ سے ہم کو
جو کوئی کھوئے اری ناگاہ سے ہم کو
نہیں بلاتی ہیں ننّو کے بیاہ سے ہم کو

۶۲

قید کرتے او ہی بے معمول ہو
دوسری مجھ سی نہیں سیتا ستی
دیدے ای خصرو کہاری پار کی
گھر کی کیا گت ہے نہیں کچھ بھی خیال
شیخ جی بیٹھا لو بکرے کی عوض
سود تک تو مردوا دیتا نہیں
لال خاں لائے وہ مونگا کے لیے
کان ہیں ہو در دخا کی شاد سے
ہل کے پانی تک اجی پیتے نہیں
مار کر بیٹھے ہو گھی والے کا مال
چکنی باتوں سے نکل جائے گا تیل
روغنی صورت نہ حاکم دیکھ لے

مجھ سے لو جو صاد کا محصول ہو
جو دعا مانگوں وہی مقبول ہو
پوچھ کے مہرا سے جو معمول ہو
ناچ گانے میں یہ تم مشغول ہو
پھول کی جا پنکھڑی مقبول ہو
اشرفی خانم ادا کیسا مول ہو
جو شفق سے سرخ بہتر بول ہو
ڈال دے خانم جو گنگن وصول ہو
تم تو خہدی سے سوا مجہول ہو
اب لگے گئے کی صورت پھول ہو
چپ رہو جھگڑے کو دیتے طول ہو
او ہی سمجھو دل میں کچھ معقول ہو

وہ جو بجرے پر دھوئیں کی ہوں ہوا | دل جلے کی آہ کا مستول ہو

یاد رکھیے کہ فراموشیں ہوئیں
ہو نہ ایسا جان صاحب بھول ہے

بجاؤ تم پرو چٹے ہیں یہ بھیجو میرے بھائی کو | ۱۶۴ | لگے ہیں دستہ مرتی ہوں بلا لائے وہ دائی کو
یوہیں گھریاں بھکیں یہ غم خدا دے اُن کی جانی کو | | مرے پلے سے جن لوگوں نے باندھا ہے قصائی کو
ہوا گو آئینہ غائب نہ لائی میل کچھ دل میں | | اجی اس انگھ مندی کے دیکھو بیدوں کی صفائی کو
قدم سے سوت کے آباد کرنا سیج تم اپنی | | کروں دنہ گور سمجھوں اب جنازہ چارپائی کو
نہ چھوٹی تم سے زنڈی ایک اے دیں چھوڑ بیٹھی ہو | | تمہارے واسطے گھر بار کیا ماں باپ بھائی کو
نہ بات اس سے کرو سمدھن نئی مصری ہے مشاطہ | | ڈلی یہ زہر کی ہے بی نہ لو تم اس مٹھائی کو
میں دن کو چاندنی خانم کا سر اوڑھوں کیا بجا رت | | نہ ناخی رات بھر میں میری شبنم کی دلائی کو
ہوا ثابت کہ دریاباد سے جا رطلے میں آ مر گئے | | بوا آب رواں کا بھیجا ابرا جو رضائی کو
مرے ہونٹھوں کی جب لیتا ہے مچھی تنش ہو تمغول | | تو کہنا ہے ملاتی ہو مٹھائی میں کھٹائی کو

کروں کیا جان صاحب جا کے گھر میں جیرے والے کے
تمہارے راج میں پیسا نہ کوڑی ہے دوائی کو

اب نہ سوؤں گی تمہارے ساتھ اور کو سونگی بہ | ۱۶۵ | داغ لگیں اُس کے جس کو بھیجتے کچھ اب ہو

رات کو وہ دن آگئے اُڑ جاتے ہیں میرے ہاں سے
موتی خانم ہے سڑک پہ مردوں کا اژدہام
سانپ بچھو سمجھو اُس کو بھیجو صاحب مجھے
جل بجائے یہیں خورشید کی صورت غلام
ٹپے گاتی ہو نہیں رو کے غم میں رتے کے

مجھ نجہتی کی بنے قسمت سے تم سرخاب ہو
آبرو دو گی چلی تو دیکھنے تالاب ہو
میرے میکے کا تمہارے گھر میں سب اسباب ہو
ہاتھ سے نسرین کے تم چھڑوا رہی مہتاب ہو
میرے گھر کو تم بناتی آج کل پنجاب ہو

کیوں نہ دوڑے جاؤ گھر تم سوت کے کیا کرو
جان صاحب دل ہوا سینے میں خوب پیٹا ہوا

غلط بالکل پڑھاتی ہو بڑی روتی تو فتنہ کو
یہ کہہ مرجان سے مونگا کہ موتی جان روتی ہے
بنی بیگم نہ سمجھیں میر دولہ نام بھی سن کے
کماں افسر کی بیٹی تم وہ تیر انداز کا بیٹا
سنو باجی پری خانم خدا پر اپنے شاکر ہو لیا
الٰہی کوڑھ ٹپکے ایسی مغلانی کے ہاتھوں میں

٢٦٦

فضیلت کیا پڑھتی ہو دیکھے کو دوں اپنی آنتو کو
بلا لا جو ہری بازار سے نوجلکے لولو کو
یہ دل میں آگئی کیا لہر بیٹھی ہی دو جو کو
لگا لو اُس سے دل گویاں نشانہ تم نہ چوکو
نہ ٹونوں کو سمجھتی ہوں کسی کے ہیں نہ جادو کو
کتر کے کر دیا غارت مری انگیا کے بازو کو

سنو اے جان صاحب کل ہے نوچندی کو جاؤ نگی
چنا جائے دوپٹہ پائجامہ بھیجو اُتو کو

میرے بچھے پری خانم کو لگا دیتے ہو
روٹی کپڑا مرے تن پیٹ کو کیا دیتے ہو
گزری اس پیار سے دل میرا کڑھا دیتے ہو
فتنہ انگیز یہ طوفان ہے برپا کرتی
سوتن سے گرم ہوئے جب کیا ٹھنڈا مجھکو
بی جمالو کی طرح ڈال کے ... میں منگی

۶۰

کیوں نہ بگڑوں مجھے دیوانہ بنا دیتے ہو
کیا کھلا دیتے ہو کیا اوہی پہنا دیتے ہو
ہنسنی بچی کو اجی تم تو رُلا دیتے ہو
کیا ہی روتی ہے جو سوتے سے جگا دیتے ہو
ہمن سے کے لڑواتے ہو رو رو کے ملا دیتے ہو
دوڑتے پانی کو ہوا آگ لگا دیتے ہو

جان صاحب مجھے تم خیالا ہو مجھے صاحب
چٹکیوں میں جو مری بات اُڑا دیتے ہو

مہتاب کو بری نہ میاں آفتاب دو
ہلکی گلابی پھول ہیں تم بھر کے پھول سے
کانٹے پڑے ہیں حلق میں ہاں لو گوہے قرار
آنوجی شادی کرنے پہ مائل ہوا خالہ
ہمسائے والیوں سے اجی ناک میں ہے دم
دولت جو پیسے والی ہوئی کیا بنی ہے سوم
کرنے دو وہ لیٹ کے جو کرتا ہے چھیڑ چھاڑ
پیالے بھی چار ہو چکے کب تک رہیگی شرم

۶۱

مستانی ہو شبا رہو اچھی شراب دو
مجھکو میاں تبسم گلابی شراب دو
ہاہی تو سے کے بھون کے مجاو کباب دو
پڑھنے کو حسن و عشق کی اُس کو کتاب دو
گھر میں مرے ہیں اک یہی خانہ خراب دو
کہتی ہے کوڑی کوڑی کا مجکو حساب دو
تم تو نہ اپنے ہاتھ سے بنو حجاب دو
گھونگھٹ اُٹھاؤ واری خصم کو جواب دو

پیوند ہو زمین کا جس رو نکہ یہ جان
ہٹی تم اپنے ہاتھ سے یا بو تراب دو

	۱۶۹	
تم نہ آئیں دل بہت تڑپا ہمارا رات کو		ذکر ای گوئیاں رہا کیا کیا تمہارا رات کو
ہو گیا دھکا ہے کلیجا او ہی ہیں تو ڈر گئی		گھر میں بی تنہا سے ٹوٹا جو تارا رات کو
اپنی رنڈی کے لیے مجھ سے لڑے تم چھیڑ کر		کیا مری تقصیر تھی تم نے جو مارا رات کو
ہو رہے سوا تھا یہی مطلب تمہارا او میاں		نام جو لیکر مرا تم نے پکارا رات کو
چاندنی خانم سے مرزا اگر نہیں ہے تم کو کام		کیا سمجھ کر اُس سے کرتے تھے اشارا رات کو

مینہ برستے میں گئی میں جان صاحب پاس جو
بھر گیا جوتا مرا کیچڑ میں سارا رات کو

	۱۷۰	
دھمکا دو کسی بودی کو تلوار دکھاؤ		خونخوار پن اپنا نہ یہ ہر بار دکھاؤ
در پردہ چہ خوش مجکو ستاتے ہیں یہ مرزا		مشتاق ہیں مشتاق ہیں دیدار دکھاؤ
مصری ہوئی حرافہ زلیخا سے زیادہ		یوسف کی طرح تم اسے بازار دکھاؤ

صدقے میں تمہارے سنو ای جان کسی طور
بندی کو شہنشاہ کا دربار دکھاؤ

	۱۷۱	
بوا حرمت! خدا نے جیسی عصمت دی تھی مریم کو		ملی ہی پاکدامن کے تصدق سے وہ ابرہم کو
پری خانم ہے دیوانی پڑیں پتھر نگوڑی پہ		بٹھایا نیک بختوں میں ہے مونڈھے والی خانم کو
یہی تعلیم دیتے ہیں اچھی شاگردو کو گھر خال		مجھے تو زہر لگتا ہی نہیں یہ دیکھنے سم کو

میاں خورشید مجھ سے دن ہارے چال چلتے ہو
نکالوں پیٹ سے جو پاؤں کیا ہی سر پھرا میرا

جو اتر ہو وہ مانے ایسی سو کھلے آپ کے دم کو
گھسے یاں کون صندل تم سی یہ عادت نہیں ہم کو

وہ نادے ہیرے دھو دھو کے پئیں ہم حق نباں ماروں
بنا دے جان صاحب ایسا کوئی ٹوٹکا ہم کو

لگا کیا ہی شیطان سمجھائے کوئی
ہمیں سوت کے واسطے چھوڑتے ہیں
نہیں دل سے ای لڑکے بڑھیا ہوئی ہوں

۱۸۲

ہماری طرف سے موئے بدگماں کو
دکھائیں گے منہ کیا وہ سارے جہاں کو
جیوں چاہتی ہوں میں اچھے جواں کو

سنو جان صاحب بھلا کیا ہی نسبت
مری نیلی چادر سے اس آسماں کو

ہی قیامت جاننا تیمار داری رات کو
گلبدن کے ساتھ اب آپ جا کر سوئیں گے
چاندنی خانم ستم ٹوٹے ستارا جان پر

۱۸۳

دن سے ہوتی ہی زیادہ بے قراری رات کو
پیٹ میں اپنے میں ماروں گی کٹاری رات کو
سیر دریا کی گئی کرنے ہی واری رات کو

جان صاحب منہ ہونے دوں گی بچی کو سوار
دن کو کیا سوتے تھے لٹائے ہو ساری رات کو

١٧٤

اس کتابی منہ کی اک پچھی دوگانا جان دو
ایک ہی شتا ہے باجی منجھلی بھابی کی بہو
سوت کی بھتی نہ کھائی ۔ بانجھ دنیا سے چلی
ہاتھ اب مجھ کو کسی صورت لگا سکتے نہیں

میں نہا دھو کر ہوں آئی چومنے قرآن دو
موٹے موٹے کیا لگائے ہیں مجھلے طوفان دو
دل ہی میں میرے رہ گئے افسوس یہ ارمان دو
اپنا سر کھاؤ مری پاپوش سے تم جان دو

وہ مثل ہے میری اُن کی ایسی لعنت ہے بوا
جان تو ہے ایک اور قالب ہیں میری جان دو

١٧٥

تو خصم والی بنی سچ ہے اری ہاں اب تو
فاصلہ حسن سے کربلا کی ہے نسبت ٹھہری
اُجڑی گھر بار بسا ۔ ہو چکی بچوں والی
کواریوں سے بھی سوا کرتی ہیں نخرے تلے

دیدا چہرہ بانک ہوا اور بھی گوئیاں اب تو
نام حق پڑھ چکا پڑھتا ہے گلستاں اب تو
بیٹھ کر لڑکیوں میں کھیل نہ گڑیاں اب تو
نوجوانوں کو پھنسا لیتی ہے بڑھیاں اب تو

چوٹ چوٹی پہ ہے گل ۔ پھولی ہو چوٹی کی بہار
جان ٹکواتی ہوں ہیاف میں کلیاں اب تو

١٧٦

کیوں نہ دیدوں کو کہوں نوح کی اولاد میں ہیں
تلیاں یہاں مٹی آنکھیں ہیں حید ر آباد
باجی یوسف کے بچھڑنے سے جو پھوٹ دیئے

لائیں طوفان جو رو رو کے دوگانا دونو
ایک عالم کا دکھاتی ہیں تماشا دونو
لیکے یہ اترے ہیں یعقوب کا ورثا دونو

دولا اچھا ہے تری بہنوں کا سمجھا اُن کو
سانس تیتیں ہیں جو چاہیں کہیں ای گوئیاں

ہیں تو حبیب ہوں وہ مرا کرتی ہیں شکوا دونو
ایسا ہی رکھتی یہ کم بخت ہیں شتاد دونو

سالہا سال جو رو ہی اچھی ملیں تم کو ای جان
ایسی ہنس مکھ ہیں نہیں جانتی رونا دونوں

۱۰۷

نندوے کب تک اسے ہو گئے بھائی گھر آباد کرو
حق میں جورو کے قصائی نہ بنو اے بیٹا
نہیں پڑھنے کی اس آتو سے نئنہ انگیز
کیا سلیمان ہیں تم عرفی ہو دیوانی ہو
چھوڑنے مجھکو ہو اب کرتے ہو صاحب شادی

باپ دادا کے نہ تم نام کو برباد کرو
نام مشہور تو کنبے میں نہ جلاد کرو
اس پہ آخوں معین کوئی جلاد کرو
مردوا ڈھونڈ کے بی کوئی پریزاد کرو
کیا قسم کھائی تھی بھولو نہ ذرا یاد کرو

کر کے آزاد صنوبر کو اُسے دے ڈالو
جان صاحب مرے شمشاد کا دل شاد کرو

۱۰۸

دانوں پر پھر مرد چڑھتا ہے بڑی مشتاق ہو
سیکڑوں میٹھی مرادیں آگئیں اک بار گی
بیٹا بھر لونگی اجی دو گھر کی جگی پیس کر
کوڑیا خانم کی یہ بھابی کو نہ دینا فام تم

آٹھ دن جب نو سے ہو نا جفت کیا ہی طاق ہو
بی دوگانا رونہ تم مسجد کا بھرتی طاق ہو
اور یہی رزاق ہے کچھ تم نہیں رزاق ہو
حبیب تم نے پیا نہ اگلی سال کا بیباق ہو

لوٹ گئے گھر لے گئے ٹھاٹ ٹھاٹ کے ہم تو ٹھالئے
جان صاحب تم ہماری جان کے فراق ہو

۱۷۹
دربار چلے ہیں اجی از نہار نہ ٹوکو — دیکھو وہ خفا ہوں گے خبردار نہ ٹوکو
دیکھوں گی تماشا کھو دربانوں سے جاکر — آنے دو نہ ٹوکو مجھیں نہ نہار نہ ٹوکو
ہلکا ہے لہو اس کا ذرا دیکھ تو ایڑی — بچی مری ہو جائے گی بیمار نہ ٹوکو
عادت ہے یہ باندی کی تو پھر مارو گی باجی — لو چپ یہ ہوا سا ہو گئی ہشیار نہ ٹوکو
کس کام کو جاتی ہے خدا جانے دوگانا — بے فائدہ تم کرتی ہو تکرار نہ ٹوکو
جھربیری کے کانٹے کی طرح لپٹے گی گلشن — ہو جائے گلے کی یہ کہیں ہار نہ ٹوکو

مردوں کا بھی سب جانتی ہوں کام سنو جان
تم رنڈی سمجھ کر۔ مرے اشعار نہ ٹوکو

ردیف ہ

۱۸۰
جب چاہوں وہ احمق بنے الو سے زیادہ — ٹونوں میں اثر ہے مرے جادو سے زیادہ
میں تول لیا کرتی ہوں نظروں میں اک کو — کانٹا سی ہوں آنکھیں ہیں ترازو سے زیادہ
شیریں کی طرح تلخ ہے جنیا مجھے مصری — باتوں میں تری زہر ہے بچھو سے زیادہ

ناحق نہ کرو پاس تم اُس کا مرے بھیا
عصمت نہیں ملتے کی اگر لاکھ چھپے گی
جب مردوے نے پہلی پہل ہاتھ لگایا
دے ہاتھ میں ع بروکے جو دوروکے کمائی
موتی کے لیے آبروجنّی کی گنوائی

ماں باپ کا ہی مرتبہ جورو سے زیادہ
کسبی کی بہو اوہی گھر بلو سے زیادہ
میں باغ میں شرمائی لجالو سے زیادہ
باجی وہ کماؤ ہی نکھٹو سے زیادہ
یہ بالے سے سن میں بنی لولو سے زیادہ

ای جان کہو بخنی اک اور نہ تم ایسی
پہلو ہو ہر اک شعر کے پہلو سے زیادہ

گو آبرو مرزا کی ہی گنگو سے زیادہ
گالو نظر آنے لگے اب لاکھوں ہیں گورے
کیوں بیل نہ ڈالیں مجھے تیل لا دئے سکرو
ننھا سا نہ جیوڑا مری بجی کا دہل جائے
پلے سے بندھی اُس کے یہ قسمت کی نجومی
یہ گت نہ بجا گھر مرا ویران کرے گی
پیاز دو مجھے آتی نظر دال میں کالا
وہ ٹھنڈیاں نکلیں مری گابن کے دوگانہ

۱۰۱

اسلام ہی رغبت مجھے ہندو سے زیادہ
در گور ہوا لکھنو کنہو سے زیادہ
یہ تشنہ ہی حق میں مرے کولھو سے زیادہ
بی نام نہ لو ڈرتی ہی جوجو سے زیادہ
جو مردوا ظالم ہی ہلاکو سے زیادہ
جنگل ادرے منحوس ہی بیلو سے زیادہ
باتیں نہ بگھارا کرو اردو سے زیادہ
ایکسا ایکسا ہی دانا اجی گھنگرو سے زیادہ

ای جان تم نہ سناؤں گی اُسے بہوگسا
اُنجھے نہ فضیلت مرے آنسو سے زیادہ

١٨٢

منھ سے تو کچھ کہیں۔ یہ کریں نابکار کچھ
مردوں کی بات کا نہیں ہے اعتبار کچھ

کیا ناچ تخت لیں گے سلیمان کا موئے
دیو لنے ہو گئے پری خانم کہار کچھ

وئی نوج ایسا ہوتے کردی نرم کیوں سہول
کرتی نہیں ہوں آپ کو صاحب میں پیار کچھ

اس کان جو سنوں تو میں اُس کان دوں اُڑا
مانوں نہ ایک مجھ سے کہیں وہ ہزار کچھ

تم کو بسنت کی ہے خبر کیا میاں بسنت
ہے آج کچھ بہار تو کل ہے بہار کچھ

مسجد کا طاق بھرنے نگوڑی چلے گی کب
کیا فرض ہے دوگانا کو کرنا سنگار کچھ

پارے میں اُن پہ جا کے خدا جانے کیا ہوا
اے جان دل ہے کل سے مرا بے قرار کچھ

١٨٣

گو نہاں چھپا نہ عیب ہوا سب پر آئینہ
مرزائی جامہ خانہ میں کروا کر آئی نہ

پھر اُس میں مکھڑا دیکھو کہ گوندھا ہے کیسا سر
مشکی سے مانگ لاوے اگر عنبر آئینہ

جب تک رہی میں شیش محل میں تھا میرے پاس
موتی محل میں جو رہی گیا گوہر آئینہ

آتی ہے عار سی مجھے فلاتے بلا سے ہوں
بھیجوں گی بیچنے کو نہ میں گھر گھر آئینہ

اللہ رے شوق بجّی ابھی سے بناؤ کا
چھٹتا نہیں ہے ہاتھ سے اب دم بھر آئینہ

اس آئینہ کے ٹوٹنے کا غم ہے دل کے ساتھ
چھاتی کا میری بن گیا اب پتھر آئینہ

یوسف نہ ہوں تجھ پہ مرتی زلیخا کی طرح سے
اے میری چاہ تجھ پہ تری مجھ پر آئینہ

پھٹکار کس کی منھ پہ برستی ہے چل نکھٹے
منھ اپنا دیکھ مردوے منگوا کر آئینہ

جو چاہیے بڑے دولہ کی ماں سُرخرو ہوئی
بیگم ہی کے تخت کی لے چادر آئی نہ

قلعی تمہارے عشق کی اے جان کھل گئی
سب باتیں آپ کی ہیں مرے دل پر آئینہ

۱۰۴

خوب گن سیکھے کنواری کھیل کر جلشن کے ساتھ
رات کو نسی ملی اندھیر ہے سوتن کے ساتھ

ایک غمخواری نے لوگو نیک بختی دی تجھے
خوش مزاجی سے نباہی اُس موئے بد ظن کے ساتھ

رنگ لالہ ئی گل کھلایا لڑکی نے اے نو بہار
باغ میں جھولا گئی کیا جھولنے مالن کے ساتھ

نام کیا لنکا میں کرتی سامری سے بن ہوا
مجھ سی جادوگرنیاں ہوئیں اگر راون کے ساتھ

نام سے نفرت مسلمانوں کے اُس کافر کو ہے
نوج ہوں ہندا رخاں میرے موئے درشن کے ساتھ

منہ بنایا کس لیے بگڑی ہے کیوں کھولی زبان
کونسی میں نے برائی کی بھلا سمدھن کے ساتھ

پھر نہیں پھولے سماتے آج کل گلزار خاں
دیکھیے کیا گل کھلائے اُلجھے ہیں پھر گلشن کے ساتھ

۱۰۵

باجی جائے گی نہ جوتی موئے ناشاد کے ساتھ
ذبح کروانا ہے تو بھیجو جلاد کے ساتھ

سنگدل کیا ہی تھی کتنی پڑیں پتھر اُس پہ
باجی شیریں پہ ستم کیا کیا فرہاد کے ساتھ

باجی سمدھن نے کیا ظلم مرے بچّے پہ
ساس کرتی ہے سلوک ایسا بھی داماد کے ساتھ

آئے اُس کے بھی اجی تھے بڑے سے آگے
جیسا سوکن نے کیا ہے مری اولاد کے ساتھ

باغ کو سوتن چلی ۔ موت نہیں تابو میں
میں وہ کرتی جو خدا نے کیا شداد کے ساتھ

دے وہ تصویر جو ہو زیر و زبر کا نقشہ
پیش آئے دُلہن اسی شکل سے بہزاد کے ساتھ

بیاں نامی اُسے ای جان نہیں ملتی ہے
جو کہ شاگرد بدی کرتا ہے اُستاد کے ساتھ

ردیف ی

١٨٦
رانڈ ہو گور کا یا منہ اری مکن دیکھے
دوستی میں تری جو رنج ملا ہے مجھ کو
چشم بد دور ہیں نرگس کی رسیلی آنکھیں
آنکھ مندی ہے اری بچی ابھی مسی نہ لگا
میری چوٹی کی تو وہ چوٹی کی ہے چوٹ پڑی
اور کیا ہوگا بنا گھر تو بگاڑا رنڈی
نور تن کا مری دم ڈھک ڈھکی میں اٹکا ہے
باغ میں توڑو گل اندام جو کچی کلیاں

تو بھی غم سوت کا دنیا میں سہاگن دیکھے
کھو جڑی پیٹ بیٹے وہ دشمن کا نہ دشمن دیکھے
گو ہے بیمار کوئی اُس پہ یہ جوبن دیکھے
کیا کہے چھوچھو جو آ کے تری ہوسن دیکھے
سو قدم اُڑ کے ڈسے جس کو یہ ناگن دیکھے
شہر ترے ہاتھ سے کیا کیا نہیں خرمن دیکھے
جب سے اِک اکے کے بازو پہ ہیں جوشن دیکھے
خار کیونکر نہ ہو کن آنکھوں سے مالن دیکھے

جان صاحب نے دیا جب سے گل اندام پہ دل
ایک چندڑی کے ہزاروں اجی دشمن دیکھے

١٨٧
اب اہا کہنے کو مانوں گی نہ زنہار تمہارے
ناداں ہو تم دوستنا ہیں ہشیار تمہارے

دو سوت کو۔ لے میری بلا۔ ہار تمہارے
بی۔ لڑنے کے آپس میں نہیں یار تمہارے

بے واسطہ شر روز کیا کرتی ہے خیرن
یہ ورثہ کا جھگڑا ہے سنو چھوٹی ممانی
ہیں مول جو دو باندیاں بی اشرفی خانم
تم جھوٹ کے پتلے ہو تمہیں سچ سے ہے کیا کام

رہنا مجھے گھر میں ہوا دشوار تمہارے
دو چار بڑے اپنے ہوں دو چار تمہارے
گاہک کوئی پیدا ہوئے زردار تمہارے
انکار سے بدتر ہیں سب اقرار تمہارے

عزت لی ہزاروں ہی کی اے جانِ بد ہو
ہو قہر حوالے ہو جو اخبار تمہارے

کس گدھے باپ سے بنوا کے ہے لائی بجلی
ابری کاغذ پہ جو ردی ہوئی تصویر کھنچی
کالی چادر کو نہیں پھینک کے چمکی مہتاب
بالیاں، بلبلے، اچی - جھالے - مگر تو نے
رعد خاں جورو پہ کیوں گرجے یہ بادل کی طرح
کیا بیاں کیجیے دانتوں کی چمک کا عالم
یار نے بھیجی ہے جب پہنے گی ہوگی رسوا
کان چھونٹوں کے بھی کاٹے موئے بکھے تو نے

۱۰۰

اس پہ بجلی گرے جس نے یہ بنائی بجلی
آہ کے بدلے ہوا میں نے بسائی بجلی
کوندے کے اوہی گھٹا سے نکل آئی بجلی
پھوٹے دیدوں مجھے بھابی کی نہ بھائی بجلی
ریجھ کے یار کو زنڈی نے کھلائی بجلی
انبہ پہ شاد نے ہنس ہنس کے گرائی بجلی
آج ظاہر ہیں اگر اس نے چرائی بجلی
نالے بالے ہی ہیں دن گزرانا ئی بجلی

بال باندھی وہ بلا جو ہے اس سر کی قسم
جانِ صاحب بڑی خانم نے اڑائی بجلی

۱۸۹

جان صاحب کی خبر لاوے جو اے دلبر مجھے
ہو محبت کا برا راتوں کو گلیوں میں پھری
گوندھنے کو جب کہا چوٹی کے وہ کہنے لگی
مل گئے کیا تم حسین آباد میں مجھ حور کو
آج اُن کے دل پہ آئینہ مری چاہت ہوئی
سب دیا صاحب نے سچ ہی جھوٹ میں کہتی نہیں
چکنی باتوں کا ہو منہ کالا۔ کیا دل میرا خون
وہ اگر قرآن کا جامہ پہن کر کچھ کہیں
،، مفت کرنا دور لیجانا ،، خیل سچی ہوئی

اُس کی میں لونڈی ہوں لیلے مول وہ بے زر مجھے
ٹھوکریں کھلوائیں اس دل نے اجی در در مجھے
بال دا اس ریشمی کے ڈستے کا نہیں منتر مجھے
باغ اب جنت ہی اور تالاب ہی کوثر مجھے
صاف دل میں دیکھ کر حیران و ششدر سب مجھے
نیل، سرمہ، مسی، مہندی عطر بھی لا کر مجھے
لال خال پہناؤ گے پھولوں کا تم زیور مجھے
ای دوگانا جھوٹ سمجھوں کچھ نہ ہو باور مجھے
کالے کوسوں لے گیا اُڑ کے دم دیکر مجھے

قدر کیا نامرد جانیں مرد وے جو مرد ہیں
جان صاحب شاد ہوتے ہیں وہی سُن کر مجھے

۱۹۰

جب نہ دو پیسے کمانے کی ہو تدبیر کوئی
کلمونہی رنڈی کبھی دھوپ میں کیا بال سفید
قند کے بدلے نمک چکھے نہ اس وبا شیر بیانے
چاندی خانے میں نہ سونا تھا تجھے ای قضہ

ناک میں کوڑیا خانم نہ کرے نیر کوئی؟
کرتا دانا سے ہو نادانی کی تقریر کوئی
شکر وہ ایسی بھی یکتا ہو بھلا کھیر کوئی
پھر یہ کہتی ہو بنائے مری تقصیر کوئی

نقش ہو جائے جو دل پہ سنو ہو جان صاحب
بھائی مانی و دیگر مصور کھنچی تصویر کوئی

مجھ سے کہا یہ پوچھو اجی اپنے ہی گھر والوں سے
میر سنے دیدے بھی سمندر سے ہیں نالے واوا
بی صنوبر ہے عجب کیا جو گئے سرو میں پھل

١٩١

کوئی اچھا نہیں کہنے کا بُری چالوں سے
سیکڑوں دل نہ بال پیدا ہوئے ان نالوں سے
پھول پیدا ہوئے مردوں کی اجی ڈھالوں سے

جان صاحب کے کبھی دم میں نہ آئی ہرگز
چھوٹے مرزا نے پھنسایا ہے بُری چالوں سے

ہوں کھرے کھوٹے نہ اس میں آئی ہیں ٹکسال سے
ہے خدا کی شان وہ فضل النسا خانم بنی
آپ کے سر کی قسم سب سے بڑا ہے اعتقاد
ترش ہوتی ہیں تو ہوں کر منع اُن کو تو سہا

١٩٢

اشرفی خانم روپے پر کھائے کندن لال سے
بیٹی تیخنی بھرتی ننھی گلیوں میں جو کھرنی فالسے
بھائی نعمت خاں ٹبر دی کی مجکو فال سے
ہے بُرا آزار نرگس کو نہ دیدیں فالسے

جان صاحب تو رہے جم جم سلامت سیح تو ہے
نام روشن ہو گیا میرا ترے اقبال سے

ڈر گئے کیونکر نہ ان دونوں کی مجکو چال سے
اک دوگانہ شیخ جھینگا میر بجری کا غلام
اُس کی چاہت میں یہ منی خانم سدا جھانکی گئی
نام میکے کا مٹایا کہیں اشارے بازیاں

١٩٣

چھوکری اندھی ہے لڑکا کم نہیں کچھ نجال سے
ہے بڑا اچھپ چھپا لیا بچنا تم اُس کی چال سے
لاکھ پردہ نت سے وہ پوچھے یا کسی تُمال سے
کیا ہی کھل کھیلی ہے بنو آئی ہے سسرال سے

باؤلے کتنے نے بیبو خاں تجھے کاٹا تھا کیا ۔ تو جو کہتا ہے چلا آتا ہوں میں لگرال سے

جان صاحب سچ ہے یہ ٹکسال والے کا کلام
"جو نہ ہو دل کا غنی وہ کم نہیں کنگال سے"

۱۹۴

اجی وہ آندھی سے لڑنے کو ایک بار آئی ۔ ہو لے کے گھوڑے پہ دولت قدم سوار آئی
پکڑ کے بال میں پاپوش اُس کے مار آئی ۔ چڑھی دماغ کو گرمی تھی سب اُتار آئی
پھنسایا مرزا کو شہباز خاں کی باندی نے ۔ جب آئی گھر میں کبھی کھیاتی تنکار آئی
بسا بسایا لٹا گھر۔ نہیں بھولی بھلی ۔ گوڑی سبز قدم ایسی تو بہار آئی
خدا ہی خیر کرے بیگما کی ڈھنڈھی پر ۔ مہینا میٹھا ہو کھاتی ہوئی اچار آئی
یہ ٹوٹکا کیا ٹانگوں میں اپنا ڈال کے منہ ۔ گلی میں چھٹے کے آگے اُنھیں نکل آئی
نہ رکھوں ماما کو درگاہ سے تو ہو آؤں ۔ دماغ عرش پہ ہی لیکے کیا کہار آئی
پکڑ لگیا ۔ ہوا معلوم تجھ سے یار ترا ۔ زناخی شکل بنائے جو سوگوار آئی

دل اپنا کرتا ہے ای جان کس لیے بھاری
جو تیری بات تھی بگڑی ہوئی سنوار آئی

۱۹۵

چو کھی کو تو صورت نہیں فردا دیکھیں دلھن کی ۔ بندھوا کے اُٹھنی مجھے لا دو اجی گہن کی
حق ماں کا بھی سمجھو نہ بیوا می دلھن کی ۔ بیٹا تمھیں لازم ہے کرو بات چلن کی

اچھی مری نجبن بری خانم کو بلا لا
تم صبح کو پھر کس لیے کرتے تھے اشارا
جو کہتے ہو سچ کہتے ہو ہاں ہیں تو ہوں ایسی
چل دور پرے ہٹ یہ نہیں ٹونگی میں جانوں
یہ الٹا دھڑا سیر میں پنسیری کا دھوکا
کھا لو یہی پکا ہے کریلوں کا جو سالن
بھائی کا مرے بیاہ ہے ڈالوں گی میں آنچل

میں مثنوی فیروز سے پڑھواؤں حسن کی
چاہت نہیں مرزا جو تمھیں شام پرن کی
گھر والے ہیں تو جا کے خبر لیجے بہن کی
بنیا ترا دھگڑا تھا جو تو لائی ہے کنگی
بھاتی نہیں باتیں مجھے کھدو کے چلن کی
صدقے گئی خاطر کرو مجھ رانڈ دلھن کی
بنوا دو کوئی اوڑھنی اچھی سی کرن کی

کیوں جان نہ ہو بندی کے اقبال پہ صدقے
سنتی ہے مصیبت وہ سدا مجھ سی سڑن کی

۱۹۷

دم مرا ناک میں ہے ہاتھ سے استادوں کے
مجھ سے آ آ کے جو لڑتے ہیں میاں کے شاگرد
اپنا پردیس سے آیا نہ مسافر سبزہ
عشق دونوں کو جو رنڈی کا ہے لٹو اُنکے گھر
دیکھنی جس کی ہوں در آتا چلا آتا ہے
عشق میں اُس کے میں کس طرح نہ ہوں دیوانی

تم تک آ سکتی نہیں بس میں ہیں جلادوں کے
یہ تو اچھے ہیں پڑھائے ہوئے استادوں کے
راتیں ساون کی کہیں دن بھی گئے بھادوں کے
طور بے طور ہیں بی جان کے دامادوں کے
دیدے کیا پھوٹ گئے او ہی سے بیادوں کے
میرے مرزا میں ہیں انداز پری زادوں کے

جان صاحب کا جی ہو گیا کچھ اور دماغ
جب سے جانے لگے دربار میں شہزادوں کے

ٹھی باجی نے ناحق ہی ستم یہ مجھ پہ توڑا ہی
لگے آگ ایسی گرمی کو ہوئیں سب چھڈیاں ٹھنڈی
جواہر کیوں نہ اترائے جڑاؤ پہن کر گہنا
نہی ہے جان پر اک دم نہیں چین اس کے ہاتھوں سے
ئی تھی کل زیارت کے لیے مصری کی بغیا جب
دبیل ایسی ہی ہیں تو ہو گئی دل انہی کے ہاں صاحب
دوگانا جان کیسی باد کے گھوڑے پہ پھرتی ہی
زبردستی کی شیخی کرتے ہیں منہ اپنا بنواتیں

۱۹۷

بتاؤں تو وہ میرا کوسنا دھگڑا لگوڑا ہی
پکڑ کے ہاتھ کیسے زور سے پہنچا مروڑا ہی
روپی والی ہوئی کس چیز کا اُس نے کچھ توڑا ہی
نگوڑا دل ہے پہلو میں الٰہی یا کہ پھوڑا ہی
اکیلا پا کے اُس نے مجھ کو کیا توڑا مروڑا ہی
ستم جو جو کرو تم میرے اوپر وہ نہ تھوڑا ہی
ہوا جب سے سواروں میں خصم کا داغ گھوڑا ہی
وہ کیا چھوڑیں گے مجھ کو آپ میں نے اُن کو چھوڑا ہی

مجھے سودا ہی کیا جو تیل مل کر سر کو چکناؤں
نہائی ہوں ابھی تو گیلے بالوں کو نچوڑا ہی

سر پہ باندی جو مرے آ کے تو چلاتی ہی
اپنی صورت سے جو کوکا مجھے ترساتی ہی
کل سے گھر میرے دوگانا جو نہیں آتی ہی
لوٹی جاتی ہی مری جان ہنسی کے مارے
کچھ نہ کچھ دال میں کالا نظر آتا ہی مجھے

۱۹۸

میں نے جانا اری اخیدیا تری کھجلاتی ہی
میں سمجھتی ہوں یہ سب آئی کی بدذاتی ہی
دل ہی بے چین مری جان چلی جاتی ہی
دیکھنا مجھ کو چھوکو کیسی پڑی برّاتی ہی
مدانت سے آنکھ جو گوئیاں تری شرماتی ہی

مجھ کو یہ چوچلا تیرا نہیں بھاتا ماما
جان صاحب سے تو کس واسطے کھسیاتی ہی

۱۹۹

کہتی ہوں میں خدا سے یہ شام اور سویرے

جم جم رہیں سلامت باجی کے بچے میرے

میں خود جلی بھنی ہوں مجھ سے کرو نہ گرمی

بس ٹھنڈے ٹھنڈے صاحب تم جاؤ اپنے ڈیرے

بیٹھی ہوں سور ما کی ڈو چوٹوں میں بھگا دوں

لشکر امیر خاں کا گر آ کے مجھ کو گھیرے

سودا ہوا ہے تم کو اوباش میں نہیں ہوں

گلیوں میں میری آ کے کرتے ہو تم جو پھیرے

منگل کا دن ہے صاحب ہو جائے گی وہ دبلی

بچی کو میری دیکھو مار و نہ تم تھپیڑے

بھولی سمجھ نہ مجھ کو سننا ہے جان صاحب

ایسی نہیں ہوں نخمی آؤں جو دم میں تیرے

۲۰۰

دیا ہے کونسا میرا خزانہ بھر تو نے

بلا با یار کو گھر میں جو بے خطر تو نے

طلاق دے مجھے یا عیب میرا ثابت کر

نگوڑے الو کے پٹھے سے دوستی کر کے

خدا بچائے تری جان رنڈی باز بنا

نگوڑے فاقے ہی کروائے عمر بھر تو نے

کسی عزیز کا لاڈو کیا ڈر تو سینے

میں جان دوں گی نکالا ہے کیسا نشر تو نے

بسا بسایا اُجاڑا نہ تاخی گھر تو نے

نکالے مردوئے جیونٹی کی طرح پر تو نے

میں کوس کوس کے کھا جاؤں گی ہیں نہ بھی
ملوں گی تلوے تلے آنکھیں تیری ای نرگس

مری زبان کا دیکھا نہیں اثر تو نے
خصم کو میرے اگر دیکھا بد نظر تو نے

بچی ہوں آج بھی مر مر کے جان صفا میں
گیا جو کل سے نہ لی پھر مری خبر تو نے

کھوا نہ ٹھوکریں موئے دل در بدر مجھے
بچھڑا وہ جب سے پھر نہیں آیا نظر مجھے
صدمہ تری جدائی کا ہی اس قدر مجھے
میں چھوڑ کر حلال کو کرواؤں جب حرام
کاہے کو غم کے ہاتھوں سے سولی پہ چڑھتی جان
طوفان کے لگانے سے ہوگا نہ بیڑا پار
وہ تو سڑک تھی ہاتھ پکڑ لیتی ہے پھر ٹک
تم پانی پانی شرم سے ہوتے ابھی فقط
اک شمع والے پڑے ہوں پروانہ آجکل
پھنسواتی ہم ان کی نتھنی ٹریکو میں صدر میں
جب اوکھلی میں سر دیا دھمکوں سے کیا ہی ڈر
مرزا پہ جان جاتی ہے حاکم سے بھی کھول
آکے ہر گھڑی جو یہاں گھورتا ہے تو

رسوا نہ کر ذلیل نہ کر گھر بہ گھر مجھے
تیری خبر نہ اس کو نہ اس کی خبر مجھے
بے دانہ پانی کٹتے ہیں آٹھوں پہر مجھے
برباد کرنے ہوں اجی چالیس گھر مجھے
منصور تجھ سا کوئی جو ملتا بشر مجھے
دیکھا کسی کے ساتھ تھا نالاب مجھے؟
میرا تو ٹھونہ تھا پہ تمہارا تھا ڈر مجھے
میں ڈوب مرتی اتنی تھی غیرت مگر مجھے
جلتی ہوں نیند آتی نہیں رات بھر مجھے
ہوتا دوگانا جان جو منظور شر مجھے
سب کو خدا نے جیسا دیا ہے جگر مجھے
پھانسی دے یا چڑھائے کوئی دار پر مجھے
ای جان تیر سے دیدے لگتا ہے ڈر مجھے

۲۰۱

چھپا موباف چوٹی میں غضب گوبار نے ڈالا ہی
مو اخورشید کیا مہتاب کے رتبے سے عالی ہی
خدا کا قہر ٹوٹے کسبیاں لونڈوں سے لڑتی جب
کسی دھگڑے کا اپنے سوگ رکھا ہی دوگانے
طمانچہ مارا۔ مارا میرے لڑکے کو بھیں کیا ہی
مرادم ناک میں ہوا ای دوگانا سمدھیا سے
کٹوری گلاچ کی پہنی کہوں گوبان جس ہو ہستی
کیا پھر مال کا انا کے دعوی مجھ سے دادا نے
پپیٹا اوہی رسی کا یہ بچہ کوڑ یالا ہی
یہ لے پالک ہی حاتم کا تو یہ مرزا کا پالا ہی
زناخی نے نہیں لڑکے یہ پالے سانڈ پالا ہی
محرم بھی گیا اپنا دے پٹہ سر کا کالا ہی
نہ کچھ کہنا اسے صاحب مرے بھائی کا سالا ہی
بٹے گی دال جوتی آج پھر ننو کا چالا ہی
اناروں پر لگایا آ کے یہ مکڑی کا جالا ہی
گڑے مردے اکھاڑے پھر وہی جھگڑا نکالا ہی

کہوں کیا جان صاحب آج تو وہ اڑ کے بیٹھا تھا
ہزاروں منتیں کر کے موئے بنیے کو ٹالا ہی

۲۰۲

سوتن کا پیٹ۔ ہی یہ غم۔ ٹھہرے
روز تم آگ لینے آتے ہو
آج کیا جانے دیکھی ہی دنیا
شیخ کو دن لگے ہیں موتی خاں
دو نو ڈالیں ابھی کڑھائی میں ہاتھ
اور میرا۔ نہ۔ ہی ستم ٹھہرے
نہ کبھی پاس ایک دم ٹھہرے
کچھ تو ڈھونڈے یہ ہی کرم ٹھہرے
سچا وہ او ہی۔ جھوٹے ہم ٹھہرے
میری اس کی ابھی قسم ٹھہرے

اب نہ بولوں گی جان صاحب سے
بات کہنا بھی گر ستم ٹھہرے

جاسوسی لینے میری خبردار کب پھرے ۴۰
کیا سوئیاں جہان سے ناپید ہو گئیں
مرنا ہی مجھ کو ان پہ نہ تھا ان لوں کبھی
لو گو مرے وکیل سے ہمسائی گتھ گئی
نرگس کے ہیں تو جینے سے بے آس ہو گئی
کنگھی گئی وہ لینے جو چلنی ہی جیوں کی چال
بے داموں دی جاتی ہیں بی جنس حسن کی
کر یاد باپ بھائی کے بچے کدھر گئے

صاحب کو لو گو ڈھونڈھتے دو چار کب پھرے
تم ڈھونڈھتے مرے لئے بازار کب پھرے
مرزا ہو مجھ سے کر گئے اقرار کب پھرے
جب لگ گئی قبالے میں دیوار کب پھرے
ایسے خدا کے گھر سے ہیں بیمار کب پھرے
سر کب گن رہے کا دیکھیے مردار کب پھرے
بے آس او ہی لیتے خریدار کب پھرے
بے ہوش کو تو روتی ہی ہشیار کب پھرے

یا دھونہ پیش بندی یہ ہی تسبیح ہاتھ میں
ای جان کب ملے نہیں سو بار کب پھرے

سرکار میں ہی گھر میں وہ بے پیر نہیں ہی ۵۰
دیوانی ہو جھوٹے کے بڑی جان پہ بجلی
شیریں اسے ہمشیر کھلا دیں نہ سلونا
نقشہ ہی بوا گول مصور کی مہر کا
ہیں بیس رہی اپنے نشانے کو نہ چوکی
موتی لڑی گوہر کی ہی ذرد انا نے بدلی
سسرال میں باندی بنی میکے سے وہ جا کے

وسواس نہ کر شوق سے آ بیر نہیں ہی
توڑا ہی مرا طوق ہی زنجیر نہیں ہی
چاٹی مری بچی نے ابھی کھیر نہیں ہی
ہاں آدمی کی شکل ہی تصویر نہیں ہی
ہمسر کے کیا تاک ہیں کب تیر نہیں ہی
سچ ہی اجی جھوٹی مری تقریر نہیں ہی
قسمت ہی یہ اس کی مری تقصیر نہیں ہی

اتا با خوشنم تیکیت تو بدسا مس ملی ہو
کس طرح سے لوں سوت پھل بانی کی میں جان

کیا بگڑے دل بن آتی کوئی تدبیر نہیں ہو
کالی بھی نہیں پاس کوئی بیر نہیں ہو

جو مرد ہیں وہ قدر مری کرتے ہیں ای جان
نامرد کے آگے مری توقیر نہیں ہو

میری جوتی سے ۔ نو بہار گرے
ڈر گئی چھت سے وہ چمار گرے
ہیں نہ بولی نکالیں تنا نہیں لاکھ
مجھ کھری سے یہ کیا ہو کھوٹا بن
میلا استرکا سارا لوٹ لیا
اس میں گھوڑے کی کیا خطا مشکل
تم ہو دانا و لا ہنی خانم
نہ گلہری ۔ نہ ہو ہوا چلتی
کھل گئی کنگھی یہ آسنا کے
منہ کی خورشید کھائے ۔ ای مہتاب

۲۰ اس کنوئیں میں نہ نہ بہار گرے
ایک دو کیسے نین چار ۔ گرے
میر گل پاؤں پہ ہزار گرے
تجھ پہ بجلی ہوئے مستار گرے
ٹڈی دل کی طرح گنوار گرے
جھنکاتے وہ ہوئے سوار گرے
بولو کیا وجہ تین چار گرے
خود بخود ٹوٹ کر انار گرے
ٹوٹیں ٹانگیں جو چوبدار گرے
اوندھے منھ ہو کے ایک بار گرے

جان صاحب اک اور ریختی کہہ
ہو یہ ثابت ہزار بار دد گرے"

یہاں غبارہ۔ دور پار گرے
نیچے والی مرے نہ دنیا میں
غش ہو سن کر سنار جگا کا
نار باتوں کا ٹوٹ لے گا ان
گیا چھٹنے سے چاروں شلنے چت
کیوں نہ منہ دوسرے کا دیکھے وہ

۲۴۷

گھر چلے سوت کا یہ پار گرے
پیسہ خالق نہ یار دلدار گرے
پھینکا کر بن بیکار گرے
کہیں کھونٹی سے یہ ستار گرے
نیچے دونوں یہ ایک بار گرے
آپ سے کھل کے جو ازار گرے

جان صاحب کمر میں آئی ہے چپک
لیکے ڈولی جو کل کہار گرے

۲۰۸

محل میں آئے وہ میرے۔ گئی گردش ستارے کی
بہت دن سے خفا تھے آج مجھ سے بات بارے کی
مثل ہے ہاتھ بیچا ہے نہیں کچھ ذات بیچی ہے
نہ سمجھے نرم کوئی میں بھی بیٹی ہوں کرارے کی
ڈرے گی مرے سے جب پھیر میں ریوڑی کے آئے گی
ابھی صورت نہیں دیکھی ہے اے شیریں کرارے کی
نہ میں گونگی نہ میں بہری سنو میری کہو اپنی
اجی کیا بیچنے گپ چپ ہو جو سمجھوں اشارے کی

نہ بھولوں گی کبھی یاد اُس کی باجی ایک ڈھاڑی سے
سُنی ہی داہڑے میں چیزیں نے وہ گدارے کی
عزیزوں سے سوا میں چاہتی ہوں اپنے یوسف کو
زلیخا باجی ہی مجھ کو قسم فرزند پیارے کی
ہوائی منہ پہ ہی مہتاب کے اُڑتی آجی دیکھو
کبھی صورت نہیں چھپتی ہی جیتے اور ہارے کی

ستارے کی محبت میں جو نکلیں تار آنسو کے
نہ کیوں دیدے پہ پھبتی جانصاحب کی ہو پارے کی

ڈولا گئی سسکا رہیں ہمشیر تمہاری
چلتی نہیں جو رد یہ جو تدبیر تمہاری
سُن سُن کے مرا حال وہ چندرا کے یہ بولی
ایسی بھی تو دیوانی نہ تھی ای پری خانم
گھر میں رہے رنڈی کے ہو باتیں نہ بناؤ
عصمت تو بڑی نیک تھی اب ہو گئی بدکار
گروائے گی اب خون مرے لال کا صاحب
مہتاب کا چاندی کا ہی توڑا گیا چوری
شادی کا ہی گھر کس کو کہوں بن نہیں آتی

۲۴۹ ق

روتی کی بخوبی ہوئی تدبیر تمہاری
بٹیا میں اسے کیا کروں تقدیر تمہاری
کچھ ہم تو یہ سمجھے نہیں تقریر تمہاری
بن پوچھے بہن لیتی ہیں زنجیر تمہاری
جھوٹی ہی سراسر اجی تقریر تمہاری
ہمسائی یہ صحبت کی ہی تاثیر تمہاری
ہی سرخرو چونڈا جو یہ ہمشیر تمہاری
بی مہر نسا سونے کی زنجیر تمہاری
اس میں نہ خطا میری نہ تقصیر تمہاری

اے جان بسر ہوگی یہ کس طرح سے اوقات
میرا کہیں منصب ہو نہ جاگیر تمھاری

۲۱۰

دکھایا زنگ زمانے نے اوہی کیا کیا ہو — میرا کلام بھی جمشید کا پیالا ہو
کمال ہمنہ کا نوالہ نہیں ہو بی نعمت — خمیر چینی کا بارہ برس میں اُٹھتا ہو
نہ آبخورے سے ڈلواؤ سر پہ پانی تم — اسی سے اے بوا ہو جاتا بال خورا ہو
نہ ٹوٹکا ہو محل خانے والیوں کا سند — ہزار بار سُنا لاکھ بار دیکھا ہو

تمام عمر نہ آے گی یہ زباں اُس سے
کہے وہ ریختی اے جان اُس کا منہ کیا ہو

۲۱۱

نوج تم پہ کسی کا جی نکلے — سچ ہو تم بے وفا اجی نکلے
موتی خانم کی آبرو کے نثار — چار یار اُس کے جوہری نکلے
میر گل کو بلا لے اے عینپا — کچھ تو اس دل کی بے کلی نکلے
مفت رکھا نہ ایک کوڑی دی — ہیں تو مرشد تھی وہ ولی نکلے
باجی سمجھو نصیب ٹیڑھا ہو — سیدھی باتوں میں گر کجی نکلے

جان صاحب غزل کا لطف یہ ہو
بات میں بات اِک نئی نکلے

۲۱۲

جو میرے ڈالنے کی گھر میں جستجو کرتے — تو باجی اماں سے وہ آکے گفتگو کرتے
ہماری اُن کی ہو اولاد ایک جان جگر — عزیز اُن سے بھلا اپنا ہم لہو کرتے
زناخی جان بڑے بھائی کا گلا ہو غضب — وہ بات چھیڑتے شادی کی گفتگو کرتے

ذرا بھی چاہ اگر ہوتی جان صاحب کو
نہ اس طرح ہمیں رسوا وہ چار سو کرتے

۲۱۴

چھوٹی خانم کے جو کھڑن کے غل جہاں پہنچے
ہیں تو تھنکاری تھی وہ کھوٹے پریاں پہنچے

بے کلی دل کو ہوئی رنج میں بہنوں گجرے
پھولوں کے بوجھ سے دکھنے لگے جنیاں پہنچے

میٹھی باتوں پہ نہ جائیں کی ہے وہ گاڑھا بوا
کیا کہوں اُس سے جو صاف مجھے گوئیاں پہنچے

کچھ بھی سرسبز ہے تم سے نہ الف خاں لو گی
مجھ کو ہاتھوں سے کریں گے گلستاں پہنچے

حسن وہ نام خدا جھ میں ہے چھوٹی خانم
حور پہنچے ترے مکھڑے کو نہ غلماں پہنچے

یہ نہ لکھا نہ پڑھا لاکھ وہ قابل تھے اجی
جان صاحب کی نہ باتوں کو الف خاں پہنچے

۲۱۵

کر رہا ہے اپنے بیگانوں میں رسوا دل مجھے
اس نگوڑے نے نہ رکھا اب کسی قابل مجھے

اُلٹی سیدھی باتیں ہٹ دھرمی سے جو چاہو کہو
آپ قائل ہو کرو گے کیا بھلا قائل مجھے

رنڈیاں لالا کے ڈالتے تھے میری چھاتی پہ مونگ
دق کیا ایسا کہ آخر ہو گئی ہے سل مجھے

پاس اگر اُن کے نہ جاؤں میں تو لوگو کیا کروں
چین ہی لینے نہیں دیتا نگوڑا دل مجھے

گر نہیں آتے مری باندی کی جوتی سے نہ آئیں
ہر گھڑی کی دانتا کل کل سے ہے کیا حاصل مجھے

لیتے ہی انگڑائی ایسی چک کمر میں آ گئی
لیٹ کر اٹھنا ہوا ہے اب ہی اب مشکل مجھے

آپ کے غصے کے ڈر سے جا کے چھپ جاتی ابھی
کیا کروں صاحب نہیں ملتا چھپے کا بل مجھے

میرے بیری کھائیں ہیسی کی صاحب پنڈ بال
لڈو بنوا دوں گی لا دو تل پورے سے تل مجھے

رونہ پھر آئی ہے لونڈی مری جا کر خالی
بھاڑ میں جائے کرایہ وہ کریں گھر خالی

سُنا مرزا نے جو بکے ہیں چقندر خالی دے نہ آنا جو نہ ہو بھڑوا رفوگر خالی خط گلے میں نہیں۔ آنا ہی کبوتر خالی	لال منہ ہو گیا غصّے سے نہ کھانا کھایا ہی یہی ایک دوشالہ مرے سر پر مرزا مجھ کو دھڑ کا ہی دوا اُن کی خدا خیر کرے

یہ بھی ہر روز نئی نندڑی لگا لاتا ہی
جان صاحب کا نہیں رہتا ہی چھپر خالی

۲۱۶

کب کب آتے تھے جو مرزا مرے گھر آنے لگے
فیلسوفی سے زناخی کی نظر آنے لگے
جم جم آئیں منجھلے آغا منع میں کرتی نہیں
قہر یہ ہی ساتھ اُن کے بدنظر آنے لگے
ناک چوٹی میری کٹواؤ گے اپنا ہاتھ منہ
گھر میں وہ بیٹھے ہیں تم ایسے نڈر آنے لگے
اِن خواصوں کے دوا دھگڑوں نے پھر جو تا کستم
پھر اُسی صورت سے ڈھیلے رات بھر آنے لگے
لڑکی اِن باتوں سے تو مردوں کا سر کٹوائیگی
جو نہ آتے تھے وہ اب تجھ کو ہنر آنے لگے
مارے ڈبلاپے کے اس حالت کو پہنچی بیگما
دونو ہاتھوں سے کڑے ہر دم اُتر آنے لگے

ن دھاڑے کس لیے تم میرے گھر آتے نہیں
کس کا ڈر ہے چھپکے جو پچھلے پہر آنے لگے

لالہ موجی رام کی خاطر سے گوئیاں آ رہے ہیں
بن بلائے جان صاحب کیوں ادھر آنے لگے

۲۱۰

بامن یہ مجھ سے کہتے ہیں پونھی بچار کے
ویسا نہ پایا پاس رہی میں ہزار کے
اللہ رے گھمنڈ مری نو بہار کے
ننگی کھلی نہ بیٹھی ہوں ہمسائے والیاں
چاندی کا تار تم کو نہ لانا ہوا نصیب
بکھراج کیوں نہ پہنے گی ہے آج اُس کا راج
میکے کے میرے نام کو باندی نہ کر دلیل
قبضے میں جن کے ہوں ترے پینے اُڑا اب گئے
ہاتھوں سے اُن کے لاکھ کا گھر خاک ہو گیا
دیکھو مرے بدن کو نگاؤ گے تم جو ہاتھ
دیکھی جو اپنی جوبی کی پرچھائیں رات کو
نرگس کی یہ آنکھیں ہو گئیں چھنڈی لگائے روز

پھندے میں تم پھنسو گی ابھی تین چار کے
اُس کے گلے کا ہار ہوئی جب تو ہار کے
بھولوں نہیں سہاتی بھر دیتے پیار کے
کوٹھے پہ تم چڑھا کر دو صاحب پکار کے
سونے کا میرا لے گئے زیور اُتار کے
دو جوہری ہیں یار جواہر نگار کے
یہ چل بتاؤں گی میں تری مار مار کے
جیتا بچے گا تو مجھے تلوار مار کے؟
کنگلی بنا دیا ہے مجھے ہار ہار کے
سر پہ چڑھول گی پاؤں سے جوتے اُتار کے
رسّی سمجھ کے بھاگی ہیں اک چیخ مار کے
اک پھول کی کٹوری میں کاجل ہیں پار کے

درگور تم کو اپنا ہی مطلب ہے سوجھتا
ای جان ہیں تو مرتی ہوں مارے بخار کے

۲۱۱

انگوٹھی تو یوں مفت پائی نہ ہو گی
سناروں کو جب تک دکھائی نہ ہو گی

بھلی عورتوں سے بُرائی نہ ہوگی
منگا دو مجھے ڈولی میکے کو جاؤں
قیامت کا دن یاد رکھو نہ بھولو
نہ ہرگز کروں بات رمضاں خاں سے
ہی بھلی پہل رکھا بجی نے روزہ
لگا یا کرے آگ پانی میں سوکن
بُری تو بتاتی ہے مسّی کو سوکن
نہ بھیجو۔ اوہی۔ باجی بی بی کا دانہ

بُرے مردوں سے بھلائی نہ ہوگی
تمھارے لیے کچھ بُرائی نہ ہوگی
وہاں کیا خدا کی خدائی نہ ہوگی
جیوں مر کے تو بھی صفائی نہ ہوگی
نوڑا اُس کی روزہ کشائی نہ ہوگی
کبھی میری اُن کی جدائی نہ ہوگی
فرشتوں نے تیرے لگائی نہ ہوگی
وہ ہی میلے سر سے نہائی نہ ہوگی

میں کیا جان صاحب کے گھر سونے جاؤں
سوا خاک کے چارپائی نہ ہوگی

۲۱۹

کام چمپا نہ رکھتی ہوں نہ میں سوسن سے
وہ تو اب مسّی کے مہینے ہیں وہ گانا جنیال
میری گوئیاں کی جو چوٹی میں ہے موباف سیاہ
ہو نہ ٹھٹھول مل کے ابھی نیلے کروں گی مرزا

میر گلزار اگر سمجھوں گی ہاں گلشن سے
مرتے ہیں ہلی سے خوش ہوتے ہیں ہم ساون سے
باجی ڈسوائیں گی دل کس کا ہے اس ناگن سے
جو تخ بند اپنی کرے کہنے ذرا سوسن سے

بیگما کھاتی ہیں پھر روٹی یہ روٹی رکھ کر
جان صاحب سُنا میں نے ہے محبوبن سے

۲۲۰

قاضی جی کس کتاب میں لکھا یہ حال ہے
رادھا کو اپنے یاد کرے کیا وہ مال ہے
نینو کا تھان بھیج چکے لالہ ہیں سکھ

بیچی حرام کہتے ہو بیچا حلال ہے
کون اُس سے رادھا نگری کا کرتا سوال ہے
ڈھاکا دیا ہے بوٹی کا یہ اُن کا جال ہے

جاسوسی صحنچی میں یہ لیتی ہیں باندیاں
ایسی تو چھپ کے باتیں بھی کرنا محال ہے

مرزائی جان پہنے ٹکے گز کی کیوں گزی
گاڑھا ہے یا رے کپڑے کا جو کوٹھی وال ہے

ململ کے ہاتھ رہ گئی تن زیب کے لیے
دیں بھار ہی جوڑا سوت کو اس کا ملال ہے

سب رہا کروں گی آج رونے کو خوب سا
آڑا منگلنے یہ ہوا ترچھا کمال ہے

رستی دراز عمر کی کوتاہ ہو چکی
درگور لمبہ راز کا کس کو خیال ہے

ہوں گی نہ لنکلاٹ کبھی اور نہ کام لبیٹا
بڑھیا ہوئی ہوں دل مرا گوڈر کا لال ہے

باناڈرے میں جھولا مار گیا شربتی کوئی
کمبخت کو یہ کیسا لگا میٹھا سال ہے

گھرڑے میں پائجامہ جو ہے چار خانے کا
گھر چار وہ کر گئی ہے کھاتا حال ہے

یہ نانا بانا جس کو خوش آئے کرے نکاح
بہتر ہے یہ حرام وہ بار تر حلال ہے

بیقچی کا اک نمونہ ہے یہ بدبختی مری
اے جان جس کو قدر ہے اس کا یہ مال ہے

کوئی کبھی یہ پوچھتا نہیں نچھمی یہ حال ہے
دولت ہمارے حسن کی مردے کا مال ہے ۱۲۶

لہاوٹ کھل او پار کے پائے پڑی ہوں میں
دم کیوں الجھے بال کی ودھیجے کھال ہے

حلوائی کی دوکان کی پھینی نہ کیوں کہوں
دن رات آسمان مٹھائی کا تھال ہے

ہے چاند اندرسا تو ستارے ہیں گولیاں
شاخیں کرن ہیں اور یہ سورج سمال ہے

مصری نہ ایسی بات عزیزوں سی کرتے ہیں
یوسف منا کے لے گیا اس کا خیال ہے

کیا ہو گا گل ہزارہ پھولا ہے موا بہار
میں پات پات ہوں وہ اگر ڈال ڈال ہے

جنیا گلے کی ہار جو ہو باغبان کی — کیا دھوتی بند نے کیا تجھ کو نہال ہے
بانا لیا فقیری کا چیتے کی اوڑھی کھال — بن بن پھروں گی اس کی کمر کا خیال ہے
آٹھ آنے پیسے باندھ فرنگی محل چلے — ایکے تماشبینوں کا جندیاں یہ حال ہے
نرگس یہ ڈیڑھ دیدہ نہ رو بیٹھنا کہیں — آنکھیں بگاڑ دیتا نگوڑا اگھال ہے

سولہ کے پاس اشرفی خانم وہاں رہی
ای جان کھوٹے شہر کی یہ کھوٹی چال ہے

۲۲۲

اس نناوے کی سدا نام سے پرہیز کرو — نوج پلّے سے پڑا عشق کا آزار بندھے
قاضی اتنے ہی پہ پڑھتا مری قضیہ کا نکاح — مہر میں اشرفی خانم کے جو دینار بندھے
بنارڑھے لڑواتی ہو تم پال کے بھانی بکری — کھول لے جاؤ مرے گھر میں نہ نہار بندھے
جو موئے نکلے کسی کی ہیں بہو بیٹی کو — چور کا حال ہو اجب کے اٹھا کے بندھے
چین جب آئے گا دل کو مرے بھیا یوسف — ایک ہرسّی میں یہ سب جو ٹا بازار بندھے
ٹکٹکی باندھ کے دیکھے جو تجھے ای نرگس — دونوں دیدے ہوں پھٹم ٹکٹکی سے وہ یار بندھے
سر نہ ہو دستی کنواری کا جو ڈھانکے بنّو — کوڑے اور جوتے پڑیں جھپتا سے گنہگار بندھے
اپنے اللہ سے ہر دم ہے یہ بندی کی دعا — رونہ ہی مردوں کی کھلے پھر کہیں تلوار بندھے

جان صاحب جیسے خوش ہوتے ہیں سن کے شاعر
ریختی میں وہ تری قافیے دو چار بندھے

تم سے نسیم کیا کہوں وہ لوگ کیا ہوئے
آنکھیں ملائیں اور وہ ہم سے جدا ہوئے
پھولی پھلی دہائے صنوبر سی جورو بانجھ
کڑوے کسیلے دن ہیں لگی زہر اُن کو بات
بڑھے ہوا اپنی جورو سے سیدھی سناؤں گی
ای خضر وجن کی چاہ میں کتنے کا ڈوبا نام
لڑکے یہ بگڑے نیلی کا چکنا گھڑا بنے

۲۲۴

اپنے گئے بہار کے دن سب ہوا ہوئے
جنگلی ہرن سے تم اجی وحشی سوا ہوئے
وہ کیا نہال دے کے مجھے بد دعا ہوئے
مصری کو کوسا شیریں نے وہ بد مزا ہوئے
خوش ہیئے آپ مجھ سے جو ناحق خفا ہوئے
دشمن ہیں جان کے وہی لب آشنا ہوئے
دیدے کا پانی ڈھل گیا وہ بے حیا ہوئے

ای جان ہر زمین میں وہ ریختی کہی
سُن سُن کے ہوش بیر بوں کے باختہ ہوئے

نام پھر حاتم کا جاگا سوم خلقت ہو گئی
جس بھرے گھر میں گئی ۔ بھر آئی خالی ہاتھ میں
چار پیسے تک نہ ڈولی کے کرایہ کے دیئے
کی نہ تھی وہ بات جس تک بلبلاتا تھا بہت

۲۲۵

اُڑ گیا دنیا سے پیسا کم سخاوت ہو گئی
جا بجا جانے سے ۔ دل کو باجی نفرت ہو گئی
کوڑیا خانم مری کوڑی کی عزت ہو گئی
تھوک تیری مردوے دو دن کی چاہت ہو گئی

کچھ نہیں ہٹنے والا جان صاحب جان لے
اس زمانے میں بھی ہمت خان کی ہمت ہو گئی

مرزا کی حب سے نکلی نہیں آتشک گئی ۔ ۲۲۷ ۔ بد بات پھوٹی چا میں ۔ یہ ہانڈی پک گئی
ایسی سیاہی چھائی یہ آنکھوں میں یا بن ۔ لو کھیر میں ہی ڈالنے شیریں نمک گئی
بیری کو بھی نہ مرض جدائی کا ہو نصیب ۔ غش آیا ۔ گر حکیم جی ۔ دروازہ تک گئی

بیچا جو منہ پہ باندھ کے ہی جان آیا تو
بچی مری دہل گئی اور میں جھجک گئی

ثریا جاہ عادل ہیں ۔ سراسر قدر دانی ہے ۔ ۲۲۸ ۔ مری کیا اصل ہے مہتاب اُن کی مہربانی ہے
ترے دل میں ہے ۔ مصری ۔ چاہ یوسف بکٹ گھتا کی ۔ نہ کیوں آنکھیں چرائے مجھ سے مرزا تجھ میں پانی ہے
نہ کر عنبر سے منہ کالا اری صندل سے صندل گھس ۔ یہ ہیں منظور اے مشکی اگر ذلت اُٹھانی ہے
ہرن کل سرا میں کس سے آنکھیں تم لڑاتے تھے ۔ چلن اچھا نہیں عین وحشت کی نشانی ہے
زلیخا کی طرح عاشق ہوئی کیا تجھ پہ یہ یوسف ۔ کہی جاتی مری رسوائی کی گھر گھر کہانی ہے

گواہی دل مرادیتا ہی تو رنڈی نہ چھوڑیگا
ترے ہاتوں مری جان ایک دن اور جان جانی ہے

زبردستی لڑی مجھ سے پری خانم کو سودا ہے ۔ ۲۲۹ ۔ کوئی سمجھائے تو اُس بد بلا کو ہو گیا کیا ہے
مٹر کس سے کل گئی ڈولی مری شیریں کے آگے سے ۔ ڈری اُن سے نہیں جب تھا یہ بندی کا کلیجا ہے
محبت میں تمھاری مجھ کو دورہ آتا ہے گلشن میں ۔ نگوڑا دل نہیں رکتا بڑا منہ زور گھوڑا ہے
کرو کنگھی نہ چھوٹے بن سے اری سنبل نسا بیگم ۔ تم اپنے بال سلجھاتی ہو میرا دل الجھتا ہے
بہار افروز مارا امیر گل کی مجھ کو چاہت نے ۔ بدن میرا اسی غم سے ہوا گھل گھل کے کانٹا ہے
ہوئے میٹھوں پہ کڑوے مجھ سے کل مصری کی بنیا میں ۔ نہ بات اُن سے کرونگی بغض دل میں سمایا ہے
میں جا بیٹھوں گی میکے میں کرونگی روز کے فاقے ۔ ابھی نام خدا دینے کو روٹی سارا کنبا ہے

نہا دھو کے بڑی رو رہی ہیں اس ضد سے اٹھا دو
خدا کا قہر ہو طوفان۔ لو بندی یہ باندھا ہے

اکیلی جان تھی جتنا ہر ایک صورت نئی تھی
مری جاتی ہوں جیتی جی کہ کیا کچھ دینا ہے

یہاں پڑھتی ہوں دن کی سو گھٹی ہی ہو گئی جاتی
یہ مجھ بڑھیا کا کانا ہے جوانوں کا تماشا ہے

بنوں دیوانی کپڑے پھاڑ کر جنگل میں جا بیٹھوں
بہن کہلاؤں مجنوں کی یہی دل میں ارادہ ہے

مزا ہے ریختی میں دو کے شعر کہنے کا
ہوا اپنے موافق جان صاحب خوب کہتا ہے

۲۲۸

لو بیبی بہا بیئے نہ مرے آ کے سامنے
یہ نخرے تلے پیچھے جورو کے سامنے

گھر سے نکالوں پاؤں تو سر کاٹ ڈالیں گے
لوگو بہانا کیا کروں مرزا کے سامنے

کس طرح جاؤں دیکھنے میرا رہا ہے محل
چھڑیاں ہیں سر ملک یہ ہیں کھڑی دریا کے سامنے

فرعون نے خدائی کا دعوی کیا اجی
غارت نگوڑا ہو گیا موسیٰ کے سامنے

مرزا کا قول سچ ہے کہ ویران ہو گا گھر
جھگڑا وہ روز کا تی ہے آ کے سامنے

مجھ کو توڑ ڈالا گھر میں۔ فرنگن کے ہو مرید
مسجد بنائی آپ نے گرجا کے سامنے

۲۲۹

تم کو اتنی بھی نہیں میری اگر پروا ہے
چھوڑ دو روٹی نہ دو بندی کا بھی اللہ ہے

چاہتی جس کو میں ہوں اس کا نہیں مجھ پہ بھی قصور
دل ہی اپنا کھو چڑا پیا بڑا بد راہ ہے

مجھ کو چلا کھولتا ہے۔ چھوڑ دے اپنی مراد
رات آئی ہے بڑی جانا مجھے درگاہ ہے

جان صاحب آئی ہو۔ شادی ہے بیگم جان کی
آج ساچق کل ہے۔ مہندی پرسوں اُس کا بیاہ ہے

۲۳۰

مرتے ہیں سب کے مرد یہ تاثیر ہو گئی
شیریں کی میٹھا زہر تو تقریر ہو گئی

مہرن نسا ہے صبح کو باجی یہ کہہ گئی
کافور طاق پر سے طباشیر ہو گئی

اجی کا گلبدن کی گیا کل جو پیٹ پھول — نرگس نے اُس کو چٹکی دی اکسیر ہو گئی
تم ناک چوٹی کاٹنا پھر ہو جو یہ قصور — بخشو مری خطا اجی تقصیر ہو گئی
دیوانے یہ ہوئے پری جانم پہ مر دوئے — سونے کے مول لوہے کی زنجیر ہو گئی

تم جان ہو امیر ہیں بیٹی فقیر کی
سچ ہی خصم کیا تھیں۔ تو قیر ہو گئی

۲۲

کس کس سے کہوں لوگو کہ چور آیا کدھر سے — کو نہبل مرے گھر میں ہوا ہمسائی کے گھر سے
خورشید کو لے آئی وہ کل پہلے گجر سے — گھبرا نہ اری شام برن صبح کنور سے
ڈر لگتا ہی بندی کو ترے ٹوٹے کھنڈر سے — صدقے گئی خالق۔ کہیں اب مینہ نہ برسے
ڈالا مجھے بیمار پہ ہم اُس کے ہوں دیدے — کھانا نہ پچا۔ بندی کو نرگس کی نظر سے
ٹل ہی دوگانا ذرا ٹھوکر تو لگا جا — چاپ آئی ہی ہم اٹھا نہیں جاتا ہی کمر سے
وہ آتے ہیں کیا آتا ہی بھونچال محل میں — مرجاتی ہوں جیتے جی اللہ کو ہی کے ڈر سے
غرّاؤ نہ ای شیر خاں۔ لو ہوش کیے ناخون — بلی تو نہیں لانگہ کے تم آئے ہو گھر سے
کوٹھے پہ چڑھی رات کو مہتاب اکیلی — سایہ بھی ہوا بھاگ گیا ایسی نڈر سے

کیا ریختی کہہ کہہ کے کیا نام ہی پیدا
ای جان ترا عیب بھی بہتر ہی ہنر سے

۲۳

جب آکے گھر میں وہ خانہ خراب رہتا ہی — کہوں میں کس سے جو مجھ پر عذاب رہتا ہی
کباب ہوتا ہی دل جل کے ایسی باتوں سے — وہ میرے پاس جو پیکر شراب رہتا ہی
اجی میں کیا کروں وہ بات آج تک نہ ہوئی — دولہن سے دولہ کو ایسا حجاب رہتا ہی
جو تم ہو پانچ۔ میں چھتیسی ہوں وہ میری پائی — تمھاری بات کا دوہرا جواب رہتا ہی

نگوڑی بھنڈیاں ایسی خراب ہوتی ہیں
ہے شوق گانے بجانے کا جان صاحب کو

کسی جتن سے پکاؤ لعاب رہتا ہے
جو گھر میں اُس کے یہ چنگ و رباب رہتا ہے

بی سنارن نے پہیلی کیا کہی نایاب ہے
آنکھ بندی اُٹھ جاؤں باجی تو گناہوں سے بچوں
کس لیے ڈرتے ہو آتو جی سے لو تعبیر تم
رات دن سے ہے سوا خورشید وہ ہے روشنی
آنکھ پھوڑوں گی ہیں نرگس کی ترے اغونگی ہے

٢٣٢ چاند تو بگلا ہے اور سورج بواسر خاب ہے
کھول کر آنکھیں جو دیکھا وہی دنیا خواب ہے
ہو گا اچھا - کیا ہوا - دیکھا جو بھونڈا خواب ہے
چھوڑی مہتابی یہ کیا مہتاب نے مہتاب ہے
اُس نے اِک بادام کھایا تو نے اک عناب ہے

لاکھ کا گھر خاک تو اے جان صاحب کر چکیں
بیچنے کو کون سا باقی رہا اسباب ہے

مرنجانا میلے سر تھی وہ رہی بیمار سے
شامیانے میں سنہری ٹانکی مہرت نے کرن
روندتی پھرتی ہے باندی پاؤں کے نیچے اناج
سیر دریا کی کروں گی آج چل کے رات کو
اپنے بچے چھین لو بندی کو دو صاحب طلاق
ہے ابھی بے ہوش بچی خیر ہو اب جان کی
وہ اگر ہیں پانچ تو میں بھی ہوں چھتیسی بوا

٢٣٣ دوستی ہیں دشمنی رنڈی نے کی ہے یار سے
چاندنی مہتاب سے سی بادلے کے تار سے
تو نہیں ڈرتی نگوڑی پیٹ کی بھی مار سے
مبر مچھلی کو بلا لا جا کے خضر دیار سے
کام مجھ کو کچھ نہیں اب آپ کے گھر بار سے
ڈر لگا رہتا ہے بی - پالا پڑا ہشیار سے
کیا ملا سنجوگ ہے مکار کا مکار سے

ایسی ہی اک ریختی کہہ جان صاحب اور بھی
حکم آیا ہے مرے نواب کی سرکار سے

جس کے تھی قبضے ہیں۔ پھل پایا یہ اُس خونخوار سے[۳۴۵]
رکھ کے تہمت کاٹ لی چوٹی مری تلوار سے

ای کریما اس تکبر سے موئے شیطان کو
طوق لعنت کا ملا اللہ کے دربار سے

آبرو لیں میری گوہر کی طرح کیا ہو مجال
ای جواہر باز آئی موتیوں کے ہار سے

باو کے گھوڑے پہ پھرتی ہو نہیں ملتا مزاج
پھنس گئی ہمسائی ای دولت کہیں اسوار سے

خاک کے پیوند ہوں گے ای دوگانا جان ہم
زندگی کس کی ہوئی اس عشق کے آزار سے

قطعہ

ایسی مشاطہ کا گورے استرے سے مونڈے سر
نوج بیٹی کی کہوں نسبت کو اس مردار سے

جن کے گھر سے بات لائی جانتی ہوں خوب ہیں
ہیں نہ کچھ کابل سے آئے ہوں نہ وہ قندھار سے

ہنستے بچے کو رولا دیتے ہیں کیا خو ہی بُری
ای کھلائی لے لے باز آئی میں ان کے پیار سے

ہیں تو مر مر کے بچی جھونٹوں نہ لی میری خبر
کنوارہ چھلا میرا اُتارا تھا اسی اقرار سے

کشتیاں نوشاہ سے لڑ لڑ کے کیوں تھکتی ہو تو

تخت کی ہو ذات بتو فائدہ ؟ انکار سے

شیب سے کٹ جائے گردن تیری میں کوسوں اگر

اُلٹی سیفی تیز ہو میری۔ تری تلوار سے

۲۴۶

اور کیا پھبتی کہوں بن آئے ہو لنگور سے
داڑھی منڈواؤ میں باز آئی خدا کے نور سے

اُن کے غم میں روتے روتے ایسا ڈھلکا گلت گیا
یا جی اماں کم نہیں آنکھیں مری ناسور سے

بیٹی اور داماد کے کس نے اُٹھائے ایسے ناز
بات باہر کر رہی ہو اپنے تم مقدور سے

کیا برابر کا ہی یہ باجی۔ مراد دیکھے گا کیا ؟
ہوں خفا بھینگے سے مر مرا کیوں چھیں مزدور سے

باتیں دو فصلی کرو ان سے اجی جن کے لیے
خربزے کھیلی سے آئے آم خالص پور سے

تر شرہ ہوں گے کہوں جو رنڈی بازی چھوڑ دو
تھے وہ چمرخ ہو گئے اب سو کھرا انچور سے

جان صاحب سچ ہی کہنا کون کہتا ہی اجی
لکھنؤ میں اب غزل گانے کی : بہتر طور سے

۲۴۷

گھر میں مہتاب کے خورشید کہاں رہتا ہی
دن کو جائے وہیں راتوں کو جہاں رہتا ہی

ایسی بے چین ہوں جانے سے ہوں اپنے باہر
کیا کہوں درد کمر میں جو میاں رہتا ہی

ہر مثل آپ ہی گرتا ہی وہ اُس پر خضرو
چھوڑ دنا اور کی خاطر نہ کنواں رہتا ہی

دل جلی۔ مانگ جلی۔ کوکھ جلی ہوں بیوہ
کیا ہوا منھ سے نکلتا جو دھواں رہتا ہی

جان صاحب یہ فقط دیکھنے کا کپڑا ہے
خاک چلتا ہے یہ۔ کیا آبِ رواں رہتا ہے

٢٤٨

یوسف مرا گھر مصر کا بازار ہوا ہے
ہر ایک زلیخا کا خصم بیدار ہوا ہے

پتھر کا کلیجہ کیا پر سوت کے غم میں
دق ایسی ہوئی سل کا اب آزار ہوا ہے

سسرال کو اب جانا خصم مارے گا۔ بنو
کی مہر۔ بڑی ریونی پہ اقرار ہوا ہے

کیا جانے کوئی حال خصم جورو کے دل کا
کس بات پہ اُس کے مرے انکار ہوا ہے

اے جان میں خضر کی طرح روتی ہوں آن آت
دل تجھ سے لگانا یہ مزادار ہوا ہے؟

٢٤٩

تمہارا دل اگر مجھ پر نہیں ہے
مجھے بھی جان کچھ دوبھر نہیں ہے

خوشی اُن کی بگڑتے ہیں تو بگڑیں
مجھے منظور اُن سے شر نہیں ہے

کروں گی جو کہ جی چاہے گا میرا
کسی کا زور کچھ مجھ پر نہیں ہے

پھروں گی گھر میں سب کے دوڑی دوڑی
پھرا بندی کا صاحب سر نہیں ہے

نہا دھو کے بڑی روٹی اٹھاؤں
میرا کہنا اگر باور نہیں ہے

وہ موذی ہے تو۔ کالے خان گوڑے
ترے کاٹے کا کچھ منتر نہیں ہے

چلے پاؤں کی میں بلی نہیں ہوں
میرے پاؤں میں اُن چکر نہیں ہے

انھیں کس طرح پاس اپنے بلاؤں
بھرے ہیں لوگ خالی گھر نہیں ہے؟

کٹے کی مفت میری ناک چوٹی
یہاں پھر کس لیے آئے ہو چھپکر

مجھے۔ کیا وارثوں کا ڈر نہیں ہے
اگر جورو کا تم کو ڈر نہیں ہے

جدائی میں تمھاری جان صاحب
مجھے آرام اب دم بھر نہیں ہے

۱۴۱

کھوؤں کیوں حرمت میں اپنی دوپہر کے واسطے
پیر بھاری اُن کی بیٹی کا ہوا جب ہے بوا
پھول پھلا پھل یہ میٹھا ہے نہ گر جائے کہیں
ہر گھڑی جھگڑا بکھیڑا ہوگا اور قصہ فسانہ
دوہرے اخراجات کرکے گھر میں لائی ہوں بہو
دوست باندی کے بنے دشمن ہماری جان کے

روٹی کپڑا مجھ کو لکھا ہیں عمر بھر کے واسطے
ایک دن بھیجی نہ ماما بھی خبر کے واسطے
بیٹا گنڈا اوجورو کی کمر کے واسطے
گھر میں خیرن کو وہ لے آتے ہیں شر کے واسطے
جو اُدھر کے واسطے تھا وہ ادھر کے واسطے
داغ تھا قسمت میں یہ لوگو جگر کے واسطے

ہا تجا سے بچی کو کھویا جان صاحب نے لائے
پاؤں بھی اُن کے پڑے ہیں رام سر کے واسطے

۱۴۲

کروں گی دھوم سے شادی۔ نسبت تو ٹھہری ہے
نہایت غرق ہیں چاہت میں دریا والی کی
بنا ہے عشق ہر کارہ۔ نگوڑی خانگی بن ہے

گلہرا ہے مرا اور منجھلی بھابی کی گلہری ہے
مرے خسرو کا بھائی بھی زناخی کیا بلی ہی ہے
یہ دل حاکم ہے سینہ صدر کی گویا کچہری ہے

نہ پہنچے اشرفی خانم کا گھڑا اُس کے ناؤوں کو ۔ مری کندن سے وہ مہر النسا رنگت سنہری ہے

ہے مطلب اس کا بی بی بانہ آئیں کام لینے سے ۔ اجی کٹنی ہے یہ باندی نہ گونگی ہے نہ بہری ہے

خطا کیا گوہرن کی ہے اعمالوں کی خوبی ہے ۔ ابھی سے تناتا ہے جو فقر چوڑی اور گہری ہے

ملا سب خاک میں پھولوں کا گہنا کھل گیا مطلب ۔ یہ کھتی گور پر پڑے کی چادر اور مسہری ہے

فلک سکھپال ہے بندی کا اونار کہاں اُن کے ۔ ہے مہرا چاند سورج بی زناخی زہرہ مہری ہے

کہارو کیا کہاری لوگے تم بن بیاہی بیٹی کی ۔ سوائی ہے نہ ڈیوڑھی ہے سواری یہ اکہری ہے

نہیں دیکھا جو کل سے دل مرا بےچین ہے لوگو
بلا دو جان صاحب کو ہوئی اب تو سہری ہے

دوگانا پی کے یہ مجھ سے مدام رہتا ہے ۔ اہہ ہوا حلال میں کرتا حرام رہتا ہے

مجھے ہے چھیڑتی لوگو دوگانا دو دن سے ۔ کہ جب نماز میں باقی سلام رہتا ہے

کہیں ٹھہرتی نہیں چاند خاں کی بات بوا ۔ ہوئے مہینے ہر اک سے پیام رہتا ہے

خدا ہر ایک کو دنیا میں نیک دے اولاد ۔ نشان باقی ابھی اُن سے نام رہتا ہے

رسول خاں ہی کو بھیجو اماں جان کے گھر ۔ تمہیں تو سارے ہی خدائی کا کام رہتا ہے

پڑی ہوں پالے میں اے جان اُس لکھنو کے
کہ جس کی گانٹھ میں پیسا نہ دام رہتا ہے

بی۔ بنا آتی ہی بگڑی ہوئی تقدیر کسے
رنج مجنوں کی ہو باتوں سے نہ کیوں لیلی کو
اپنا گھر بھرنے کا اس وقت کے حاکم ہی دھیان
بکتی ہی بکنی۔ وہ دیوانی پری خانم ہی
نقشہ دنیا کا ہی۔ یہ ایک یہ مرتا ہی ایک
پڑھ چکا نام خدا ساری زلیخا یوسف

۲۴۳ اچھی سوجھی ہی بُرے وقت میں تدبیر کسے
بنّو دیوانے کی خوش آتی ہی تقریر کسے
ملک چھن جاتی ہی اب ملتی ہی جاگیر کسے
دے گئی طوق کسے اور یہ زنجیر کسے
اس مرقع کی پسند آئی نہ تصویر کسے
یاد ہی اس کی طرح خواب کی تعبیر کسے

جان صاحب نے کہا جو مرا دل جانتا ہی
آپ اپنی ہوئی ثابت اجی تقصیر کسے

یہ بات سچ ہی جسے جس سے پیار ہوتا ہی
دوگانا جان تمھیں ان گنا مہینا گو
خفا جو ہوتے ہو ناحق تو خوش یہ ہو صاحب
لگاؤں آگ میں ایسے بناؤ کو ہائی ہی
نہ ناحق جان یہاں کس لیے تو آتی ہی
میاں بسنت تمھیں کچھ خبر بسنت کی ہی
بنی ہی جان یہ میرے تو دل لگاتے ہی
لگا دو باجی مجھے آہ او ہی کا سالن
یہ مرد اپنے ہی مطلب کے آشنا سب ہیں

۲۴۴ وہ لاکھ جان سے اُس پر نثار ہوتا ہی
نہ کھاؤ گرم نگوڑا اچار ہوتا ہی
وہ مجھ سے کام نہیں بار بار ہوتا ہی
لگاتا مہندی کا ہی دکھ سنگار ہوتا ہی
خفا جو تجھ سے اری تیرا یار ہوتا ہی
تمھارے محلوں کا ناظر۔ بہار ہوتا ہی
یہ عشق لوگو کسے ساز وار ہوتا ہی
یہ جتنا کھاتا ہی سب ناگوار ہوتا ہی
کہیں ہزاروں میں اک دوستدار ہوتا ہی

تماشا کو کوٹھے پہ چل کے برات کا دیکھیں
بلائیں لیتے ہو ہر دم گلے لپٹنے ہو

جہیز نکلا ہی دولہ سوار ہوتا ہی
یہ آج کیا ہی جو اخلاص پیارا ہوتا ہی

وہاں تو جلد بلایا ہی جان صاحب کو
یہاں دوگانا کا اب تک سنگار ہوتا ہی

۲۴۵

خدا دیتا ہی ٹکڑا نان نفقے کا سہارا ہی
جیئے بیٹی مجھے داماد کے دم کا سہارا ہی
ستارا جان کو پیارا جو ہو وہ مجھ کو پیارا ہی
پھنسا جو مولوی کیا پڑھ کے جادو مار ڈالا ہی
ہو تم ہو خسر کا مال جو ہی وہ تمہارا ہی

وہ راجہ مجھ پہ مرتا ہی کہ حسن کا نان پارا ہی
مثل ہی مول سے بی جان ہوتا بیاج پیارا ہی
بس ای مہرن تماشا کا مسہری آنکھوں کا تارا ہی
پری خانم نے پیچے جن کو شیشے میں اتارا ہی
امانی جان کے اس نے خصم کا کیا اجارا ہی

برابر گر نہیں نسبت کسے۔ دو ماہہ ہمارا ہی
غنیمت ہی نمک کی کنکری کا تو سہارا ہی

۲۴۶

سنو شیریں عجب میٹھا نیا مضموں ہمارا ہی
بوا یہ آٹے میدے کی بنائی تافتا بیں ہیں
روا ہی گر کہوں رزاق کی سینی فلک کو میں
چپاتی کی سنو ہی تیرھویں کے چاند کی پھینی

چھپے تارے جو بالی میں بنا گویا گرانا ہی
جو کوئی چاند سورج کی طرف کرتا اشارا ہی
بوا میدے کا پیڑا دیکھ لو ہر ایک تارا ہی
زنا خی چاند پہلی کا تو روٹی کا کنارا ہی

گلابی! شاہزادہ نے کیا اقرار کیا چھوٹا
مین مٹھاک دیتی ہوں دریا پری کی تم نہیں تیں
خدا کا خوف کرکے چونڈا امنڈ و ایا نہیں باجی
خدا شاہد ہوا ی باجی نہیں احسان میں بھی لی

نہیں ہیں پھول کھلتے کیسا نو کا نتارا ہی
یہ دل میں لہر کیا آئی۔ کیا مجھ سے کنارا ہی
جوؤں کے واسطے باندی کے سر میں ڈالا پارا ہی
اگر سر سے کسی نے میری تنکا بھی اُتارا ہی

مہاجن سے تمہارے بدلے ہیں باتیں کر جا کے
یہ کیسے جان صاحب آپکے دل کو گوارا ہی

خوب ہی شاد کیا اد موئے ناشاد مجھے ۲۴۷
بی صنوبر کو جو دیکھا نہ رہا یاد مجھے
ساس نندوں کی طرح ادہی نگوڑ اسیلا
گھر مرا موسا گھر آبادی کا آباد کیا
جن کے دیوانی نہ کیوں بیجھے پڑوں جن کی طرح
اس سے گل پھولے گابی ہنستے ہی گھر بستے ہیں

یعنی اللہ سے اس بات کی ہو داد مجھے
بچا قمری کا جو کل دے گیا شمشاد مجھے
بولیاں بول گیا آپ کا داماد مجھے
اُجڑی بی اُلو خصم لے گیا برباد مجھے
تم سا ملتا نہیں اب کوئی پری زاد مجھے
اب صنوبر کو بھی کرنا پڑا آزاد مجھے

جان صاحب مرا دل شاد نہ کیونکر ہو جائے
ہو ولی عہد بہادر نے کیا یاد مجھے

چھو چھو کے واسطے: کھلائی کے واسطے ۲۴۸ بیٹی جنی ہو۔ جوڑا موائی کے واسطے

پچی کو میرے کُند چھری سے کرے حلال
پالی تھی کیا حرامی قصائی کے واسطے

ہو جائے صبح۔ شام کنور کی ہیں نکھیوں سیر
اک چھیڑ تھی نکالی لڑائی کے واسطے

گوہر کی بیٹی مائیوں بیٹھی ہے۔ لال خاں
کنگنا ہو موتیوں کا کلائی کے واسطے

ق

اُس کا قصور کیا ہے نہ کھلوائی ہوتی فصد
تعزیر کچھ نہ ہوا جی نائی کے واسطے

ہلکا لہو تھا آ گیا غش دیکھ کر لہو
آیا تھا کیا نگوڑا بُرائی کے واسطے

آئے گا آگے کچھ نہ کہو بیٹھ بیچھے تم
چاہو بُرا نہ غیر کی جائی کے واسطے

بی۔ آئینہ ہے دل۔ نہ سکندر کو پھر دیا
کیا کیا اُڑائی خاک صفائی کے واسطے

سرسوت انے اُٹھایا تھا لو۔ ڈھے گیا غرور
سمجھاتی ہوں تمھیں بھی بھلائی کے واسطے

اے **جان** مارے جاڑے کے مہرن ہے کانپتی
ابر شفق کا لا دو رضائی کے واسطے

۲۴۲

منڈیا میں کاٹوں کوڑیا خانم کے یار کی
ٹیا سی جان جائے موئے نابکار کی

مرزا دماغ عرش پہ دولت قدم کا ہے
بیدل ہو تم۔ تو۔ وہ نہیں سنتی سوار کی

دیکھی زمین۔ نوج۔ فلک سیر کھاؤں میں
باجی دوا بنا دو نشے کے اُتار کی

کندن ہوئی فریفتہ میری امیر جان
رنگین باتیں ہُن کے موئے سادہ کار کی

کوسا ہے تجکو سوت نے برچھی کا پھل ملے
اُن کو نصیب ہو اجی کوڑی کنار کی

اے **جان** اس روش سے شگفتہ ہیں میرے شعر
صحبت رہی نسیم کی۔ برسوں بہار کی

٢٥٠

جتنی باتیں تھیں سب اک نگاہ نظر بھول گئے
ہی مثل صبح کے بھولے ہوئے جو شام کو آئیں
چڑیا آٹے کی بنائی ہی جو بنّو کے لیے
وہ اُڑ اپیسا زملنے سے ہے باد نسیم

ماما پنجتنیوں کا کھانا وہ مگر بھول گئے
اُن کو بھولا نہ کبھی جانیے گھر بھول گئے
کیسے الو ہو لگانا اجی پر بھول گئے
رکھنا مٹھی میں اجی غنچے بھی نہ بھول گئے

جان صاحب نہ رہی جبکہ کسی بات کی قدر
جو ہنر یاد مجھے تھے وہ ہنر بھول گئے

٢٥١

دم بدم جیسا وہ نابکار اُلجھے
خار ہو یا جی مجھ کو گل پھولے
میرے پھندے میں ایک بھی نہ پھنسا
اپنی کہتا ہی میری سنتا نہیں
ماما ان کی نہ آئے اب ڈولی
ایک چھپا اُمّتی ہو لاکھ بلا :

کیوں نہ دل اوہی بار بار اُلجھے
میرے گل سے جو نو بہار اُلجھے
پانچ بنّو تھی جس سے چار اُلجھے
قوم کا ہو موا گنوار اُلجھے
دونی مزدوری پر کہار اُلجھے
میں نہ بولوں کوئی ہزار اُلجھے

جان صاحب بُرا نہ مانیں ہم
جس پہ مرتے ہیں ۔ لاکھ بار اُلجھے

٢٥٢

خیر سے نکلو تم مرے گھر سے
بانہ آئی ہیں روز کے شر سے

ہوکے حیران ننگے پیر ہوا — نکلی آئینے والی ہی گھر سے

جان صاحب تمھارے سر کی قسم
زور چلتا نہیں مقدر سے

۲۵۳

گھر سے تجھ نحس کا قدم نکلے — یا نگوڑا مرا ہی دم نکلے
ای دوگانا خدا خدا کرکے — مات کو کل محل سے ہم نکلے
مرثیہ سُن امام باندی اُٹھ — چلکے ماتم کریں علم نکلے
مردمردوں میں جب نہو تم سا — کیوں نہ ہمدم کا تم پہ دم نکلے
رکھوں اُس گھر میں جاکے جب میں قدم — ننگے سر آپ کی حرم نکلے
لایا جو دانیال کل گیہوں — سیر میں پاؤ سیر کم نکلے

اپنا تم نے کہا کیا ای جان
گھر سے رنڈی کے مرتے دم نکلے

۲۵۴

دیوانی جاکے چھپ گئی کس کوہ قاف میں — ملتی نہیں اجی پری خانم کہیں مجھے
وہ گو یہ تیری باتیں ہوں ایسی نہیں ہوں میں — اوباش جانتا ہی موئے بیقیں مجھے

ای جان آسمان پہ بندی کا ہو دماغ
حافظ حسین آباد میں گر دے زمیں مجھے

۲۵۵

لڑکے الفن سے کیا خراب ہوئے
پڑھ کے فاضل بڑی کتاب ہوئے

اچھی کیا ہوں بروں سے صحبت ہی
تھے خراب اور بھی خراب ہوئے

میٹھی باتیں مری لگیں کیوں زہر
کڑوے کس واسطے جناب ہوئے

جان صاحب کی ہو نہ مٹی خراب
یا علی آپ بو تراب ہوئے

۲۵۶

سوت کی بات کا معلوم جو پہلو ہو جائے
ہیں وہ رسوا کروں سب لوگوں میں بدو ہو جائے

پکڑے انگریزی نہ میں پہنوں گی موتی خانم
مال جو لولو ہو تو کیا بیٹی بھی لولو ہو جائے

آج باندی تجھے گھسواؤں گی وہ صندل ہے
سر سے اور پاؤں تلک جسم یہ اتو ہو جائے

تو تو دن رات پڑا رہتا ہے گھر رنڈی کے
کیوں نہ اوباش نگوڑی تری جورو ہو جائے

ایسے اجڑے کی بھی گھات کرو آبادی
گوشت الو کا کھلا دے موا الو ہو جائے

نیک و بد مرد کو نظروں میں نہ تو تو لا کر
تیرا دیدہ نہ یہ مشہور ترازو ہو جائے

جان۔ کعبے میں عمل تیرا ہوا۔ ای جگنو
جان صاحب کے جو دل پر ترا قابو ہو جائے

۲۵۷

باجی گرمی ہیں جہنم سے سوا گرمی ہے
تن بدن اوہی پھنکا جاتا ہے کیا گرمی ہے

آتشک بادی کے گھوڑے یہ ہیں انکے نہ دن ستارہ
لو نہیں چلتی ہے معلوم ہوا گرمی ہے

بھن ہی جائیں جو چنے پھینک دوں مہتابی پر رنگ دا سوختنا کا ملنا ہی غزل ہی اُن کی	کس قیامت کی ہوا مہر نسا گرمی ہی باجی آتش کی طبیعت میں بلا گرمی ہی

اُس کے ہاتوں سے تو ای جان ہوا ناک میں دم
دیکھیے ہوتی یہ کس روز ہوا گرمی ہی

۲۵۸

مرے جو ترشے تھے قسمت کے وہ تحریر میں آئے
زمانے کے ہوا ضدّی - مری تقدیر میں آئے

میں دیوانی بہن لیلیٰ کی اور مجنوں کی سالی ہوں
مرا منصب ہی غم جنگل نہ کیوں جاگیر میں آئے

چلی تو سمدھیانے ہو - سمجھ کر بات کرنا تم ؛
نہ بے ڈھب کوئی کلمہ ای بوا تقریر میں آئے

بڑا نقشا کروں اُس کا - قلم ہو ناک مانی کی
جو کچھ بھی نقص ای بنو مری تصویر میں آئے

کنوئیں میں گر کے مرجاؤں اُٹھاؤں ہاتھ جینے سے
قسم اس سر کی باجی فرق گر تو قیر میں آئے

زلیخا وہ تھی جو رسوا ہوئی یوسف کی چاہت میں
نہ مانوں حکم یہ قرآن یا تفسیر میں آئے

بوا مصری بلی مارا ہمارا افند شیریں نے
مزا شکر کا او رہ رنگت نہ کیوں کر کھیر میں آئے

اُتارے جن ہیں شیشے میں بڑی خانم نے اُس پر سے
کہ جو وحشی ہوئے جکڑے ہوئے زنجیر میں آئے

خطا کیا چیرے والے کی۔ نہیں پرہیز کرتی ہو
نہ کیوں ترگس دوا کی پھر خلل تاثیر میں آئے

پنہاتے سوت کو گہنا مرادم دے کے لیجاتے
زناخی جان صاحب تھے اسی تدبیر میں آئے

۲۵۶

مرد وئے کیوں ہوں میں تیری آشنا کے سامنے	میرے بیری جائیں ایسی میسوا کے سامنے
باجی امّاں کب گئی ہیں منجھلی بورانی کے پاس	جس نے دیکھا ہو وہ کہدے میرے آکے سامنے
اے دوگانا بس یہی باتیں مری سر چوٹ ہیں	مجھ کو بیٹھے تو اگر جھگڑے دوا کے سامنے
تو وہاں بیٹھی ہوئی کیا بڑبڑاتی ہے ددا	جو کہ کہنا ہو تجھے کہہ میرے آکے سامنے
جیتنے جی مرزا کو اپنا منہ نہ دکھلاتی کبھی	باجی امّاں لے گئیں قسمیں دلا کے سامنے
ہاں کہنا دل نہ دے اپنا بڑی خانم کو تو	بھول گئے اس سر کی قسم گوئیاں ملا کے سامنے
آتے ہی دھگڑے کے بیگم جان کو دیکھو کوئی	کیسی آبیٹھی ہے جلدی بن بنا کے سامنے
جب نہ جاتی تھی تو اب جاؤنگی میں یاروں کے پاس	تو تو ہے کیا چیز کہدوں بادشا کے سامنے
جو بری باتیں خصم والی سے کرتے ہیں بوا	کیا جواب اس کا بھلا دینگے خدا کے سامنے

ابھی ہیں چہلم کے دن خیمے کھڑے کرواؤنگی | جا کے امرتیوں کے پیچھے کربلا کے سامنے

جان صاحب کی دوگانا بے حیائی کیا کہوں
کر دیا ہلکا مجھے منجھلی بوا کے سامنے

۶۰

ہر طرح آپ کی منظور مجھے خاطر ہی
مجھ سے اور اُس سے اجی کون نہیں ماہر ہی
دل نہ بھاری کرو کیا کرتے ہیں والی وارث
آپ کے نام کا اس بندی نے چلّا باندھا
آج مرزانی مجھے بھیجدیں صحنک باجی
کونسی بات سکندر سے چھپائی خضر و
کھل گیا باتوں سے باطن میں ہی باتو دشمن
وہ تو انسان ہی دن گھورے کے پھر جاتے ہیں
مہری زہرا کی سواری نہ اُترنے پائے
ظلم کرتا ہی مری جان یہ ہر وقت موا
کھیل کی راہ سے مہتاب اجی ہار چکی
لے چکا منہ میں ہی للّو مری سو بار زبان
ای میاں صدقے ہیں معشوق محل کے پر سول
جس کا جی چاہے وہ بہتان کرے بندی پہ

دل اجی مال ہی کیا جان تلک حاضر ہی
میں بھی تا جو ہوں جو وہ بھائی مرا ناصر ہی
بیکسوں کا تو مری جان خدا ناصر ہی
حاضری لائی ہوں درگاہ سے یہ حاضر ہی
میلے سر سے نہیں جامہ بھی مرا طاہر ہی
کیا نہیں آئینہ کا اُس کو نہیں ظاہر ہی
دوستی دوست کے دشمن کی اجی ظاہر ہی
قدر ہو گی مرے قدر و کی خدا قادر ہی
کہدے ڈیوڑھی پہ اگر مہر نسا حاضر ہی
یہ ہلاکو ہی یہ فرعون ہی یہ نادر ہی
چال سے جیت لی بازی تو مری نادر ہی
ہو گیا کب کا مسلمان یہ کیا کافر ہی
چھوٹی محبوب کا بچپنا ہوا ناظر ہی
میرا اللہ تو حاضر ہی اجی ناظر ہی

مول لے لینی میں گھر بیچ کے بی ہمسائی
شکر ہر حال میں اللہ کا لازم ہی ہوا

حسن کی جنس کا ہاں کوئی اجی تاجر ہو
وہ ہی شیطان کہ جو اُس کا نہیں شاکر ہی

اعتراضوں سے اری او ہی تجھے کیا مطلب
جان صاحب ہو تجھے تو بھی کوئی شاعر ہی

۲۶۲

آبرو تالاب پر لی دودیا چھینٹا مجھے
ایسی ہمسائی کو کیا کوسوں گدھی کا ہل پھرے
راہ کی خضر و نے کھوٹی یہ گئی نہ ری کہاں
بی صنوبر کب بڑھی نو ہاتھ کی میری زبان
سوت مانی کی ملاؤں خاک میں تصویر کو
میں بنی خیلا ہوں اک یوسف زلیخا سے سوا
حق ہی جو مشکل بڑی آسان کی اللہ نے
چار پیسے والا جس کو جان کے میں پڑ گئی
کیسا کپڑا جس سے روٹی تک بو ملتی نہیں
دل تو یہ کڑوے کسیلے آ کے گھر آؤں میں؟

مفت پانی پانی بنو کر گیا سقا مجھے
جن کے گھر سے اے پری خانم ہوا سودا مجھے
چھوڑنے جانا ہی پہ یوں کا طبق دریا مجھے
بانس منڈی والیوں سے او ہی کیا لگا مجھے
کیوں قسم کھانے لائی یہ بھاتا نہیں نقشا مجھے
یا د نتھا جو کچھ وہ تیری چاہ میں بھولا مجھے
بن گئی سولی بھی ای منصور خاں کا نٹا مجھے
کوڑیا خانم دیا اُس نے نہ اک حبا مجھے
وہ نکھٹو بے حیا جھنڈو ملا کھڑوا مجھے
جان صاحب ایسا میٹھا ہی تمہارا کیا مجھے

۲۶۳

کیا نانا چھوڑے گاؤں کا در گور ہو ہمارا
پایا ہوا کے کاندھے پہ تھا جن کے تخت کا
دنیا میں راہی لوگ مسافر عدم کے ہیں

بایوش سے مری وہ ناگوڑا کہیں رہے
وہ تاج چتر والے نہ مسند نشیں رہے
کوئی نہیں رہے گا نہ تاخی یقیں رہے

کرلوگے ہم کو چھوڑ کے تم اور اک اجی
اب کیا ہنسیں خصم سے بڑھاپے میں ای بوا

اچھے رہے تمھیں نہ کہیں کے ہمیں رہے
اُٹھر پہنے کے دن وہ ہمارے نہیں رہے

ای جانؔ تم تو مجھ سے لڑائی کے واسطے
باندھے کمر چڑھائے سدا آستیں رہے

۲۶۳

لگا کے آگ اک دن تیرے شر سے
مرا بچہ پھرا خالق کے گھر سے
مری کندن پہ جو فولاد پگھلا
لگائی آنکھ بادامی سمجھ کر
جو دیتا ہو نہ مانو لو۔ کہا رو
سُگڑ ہی سوت تو اپنے لیے ہی

نکل جاؤں گی آتش بانہ گھر سے
جیا مر مر کے نرگس کی نظر سے
ہوا لوگو یہ لوہا موم زر سے
بڑی نرگس نے چھوٹی خوش نظر سے
مجھے تم لائے ہو عالم نگر سے
مجھے کیا کام اجی اُس کے ہنر سے

نہ جائے سوت کے گھر جانؔ صاحب
گھٹا چھائے الٰہی مینہ وہ برسے

مہتاب رہی کل جو گئی بارہ دری سے
بہ اچھا ہی۔ محتاج رلا گر تجھے بنو
ٹکسال چڑھے کیوں نہ چلیں جب کے ہوں کھوٹے

۲۶۴ دس گز تھی بڑی چاندنی خانم کی دری سے
ایسی ہی برات آئے گی ثابت ہے یہی سے
کی تو نے بدی اشرفی خانم سی کھری سے

خوش مجھ سے ہوں اک پیا نہ دیں گو ڑ با خانم
گو شکل مری اچھی ہے میں کیا کروں لچھمی
چاہت سے سلیمان کی پر لگ گئے بنو!
تقدیر بھی پلٹے پہ نہیں کیا کروں لوگو

کیونکر نہ جلوں سوموں کی ہر منت رہی سے
تقدیر تو بد تر ہے مری بھاگ بھری سے
بلقیس کچھ اچھی نہ تھی صورت بن پری سے
کچھ فائدہ مجھ کو نہ ہوا نامو ری سے

اد جان میں دل کھو کے ہوں درگاہ میں آئی
شیشہ مرا چوری گیا بنا گری سے

۲۶۵

ڈھونڈنے آپ کو بندی نہیں بیجا نکلی
پیچھے مجنوں کے سٹرن بن کے جو لیلیٰ نکلی
بنجہ کرنے کو جو رستم سے میں تیار ہوئی
بی دوگانا میں ادا فرحن سے بنو کے ہوئی

ہو اجی چاہ میں یوسف کے زلیخا نکلی
دل کا کہنا کیا گھر چھوڑ کے دکھیا نکلی
پیٹ پکڑے ہوئے بس رال کی بڑھیا نکلی
بیاہ اچھا نہ ہوا کچھ نہ تمنا نکلی

جل کے اک دوزخی لونڈے نے کہا محفل میں
جان صاحب کی طرف ایک کی بڑھیا نکلی

۲۶۶

ہیں اس چمن میں بند نہیں اب ہزار سے
قسمت کا کیوں گلا کروں پروردگار سے
الفت کی اوہی دل کو کدورت نصیب ہو

نوٹی ہوں ایک ہند کی بجھوں ہزار سے
تنہا کے اگر بری ہوں تو اچھی ہوں چار سے
شیشہ گھڑی کا پایا ہے رونق غبار سے

لالی لبوں کی چوس لی لے کے مچھیاں ایسے نہیں ہیں شیخ اسد نہیں مارخاں		باز آئی ایسے آپکے اخلاص پیار سے جیسے جونپچے شیر کے بھیجیں شکار سے
نوج گھر میرے وہ نامرد نگوڑا آئے	۲۶۷	خود نکل جاؤں جواب کھیے جڑے پٹیا آئے
سوت کے گھر سے مرے گھر نہ وہ آئے مردار		یا خدا آئے تو ایسے کا جنازہ آئے
بے حیا چکنا گھڑا۔ بکٹنا۔ نگوڑا جو ہو		اُس موئے کو مرے ترکھے سی حیا کیا آئے
بی سبب مجھ سے نہ کیوں نیک قدم ہو وہ خفا		چابک اسوار ہیں کرتے ہوئے کوڑا آئے
باجی اولاد میں مجنوں کی پری خانم ہی		ایک دیوانہ نہ کیوں کنبے میں ہوتا آئے
لاکھ بیگانوں کا بیگانہ ہی وہ اچھی بی		جو بُرے وقت میں بھی کام نہ اپنا آئے
مجھ زلیخا کی اگر چاہ ہی اُس یوسف کو	ق	نوج میں جاؤں وہی گھر مرے دوڑا آئے
پاس پیاسے کے کنواں دوڑکے جاتا ہی کہیں		کیا غرض ہم کو۔ غرض رکھتا ہی پیاسا آئے
دونوں بچے بھی ہیں دیوانے پری خانم کے		بن کے باہر سے عجوبہ ہیں تماشا آئے
مرتے مرتے بوا جنگل میں کہا مجنوں نے		نہ دھائی دینے کو مری قبر پہ لیلا آئے

جان صاحب میرا دل جانتا ہی کیا میں کہوں
دل کسی پر نہ مری جان کسی کا آئے

تمھارا مال ہی ہر وقت اختیار میں ہی بڑھاپا اونٹ سا ہی پر عقل خاک نہیں	۲۶۸	خبر نہ ہونا دولہن سے ابھی بخار میں ہی یہ سانڈ۔ ہاتھی باندھی کسی قطار میں ہی

وہ اپنے منہ سے ملے پانچویں سوار وں میں گلے میں کھٹکا ہی گلشن کے میر گل۔ کیا ہی	وہ کس حساب میں کس گنتی کس شمار میں ہی ستم کی ہولیاں گاتی اجی بہار میں ہی
پاؤ کھی کا جنا مصیبت نئی ہی نہیں او ہی اولاد سے پیٹ بھرنا پرانی حویلی کا ہی نام باقی سکندر نے آئینہ خضر و کو بھیجا بلال اور قنبر قدیمی ہیں چیلے	۲۲۔ نئے رنج کے ساتھ راحت نئی ہی خدا جب یہ دولت دے دولت نئی ہی بگڑ کر بنی سب عمارت نئی ہی نکالی یہ ملنے کی صورت نئی ہی دیئے مجھ کو اُن کی عنایت نئی ہی

پڑھے کیوں نہ ہر وقت یوسف زلیخا
نیا دل لگایا ہی۔ چاہت نئی ہی

خمسی (۱)

کچھ کھا کے سو رہوں گی میں خبر گنواؤں گی — یہ دور رکھیں دل سے کہ اُن کو مناؤں گی
جتنا کہا ہی منہ سے اُسے کر دکھاؤں گی — میکے میں جو پڑے گی مصیبت اٹھاؤں گی
مرجاؤں یا جیوں نہیں سسرال جاؤں گی

ڈولی پہ چڑھ کے آپ ہی گھر اُن کے جاؤں گی — ناحق بھی جھوٹھ موٹھ کے آنسو بہاؤں گی
باہیں گلے میں ڈال کے قسمیں دلاؤں گی — تو بگی بلائیں منتیں کر کے مناؤں گی

چیخوں گی سارے گھر کو میں سر پر اُٹھاؤں گی

میں خوب جانتی ہوں اجی جیسے ہو گے تم — لوں گی نہ موتیوں کا اگر تخت دو گے تم
دیکھو سنائے دیتی ہوں خفت ہی لو گے تم — کچھ اور بات کا جو ارادہ کرو گے تم

چیخوں گی سارے گھر کو میں سر پر اُٹھاؤں گی

اُن کی تو ضد ہے گلیوں میں اب خاک چھانونگی — گھر میں بٹھائیں گے تو بڑا مرد جانونگی
جان اس میں اب تو ہے نہ رہے میں نہ مانونگی — گن گن کے اُن کی ہنسی ٹھٹھی کو بجھانونگی

مجھ کو کہیں گے ایک تو نشتر سناؤں گی

دن پیر کا رہا نہیں منگل ہی لگ گیا — تو چنڈی کو نہاؤنگی جاؤنگی کربلا
بک بک کے جان کھاتی ہے کیوں میری آئی ددا — ہو جائے سایہ پریوں کا دیوانی ہوں میں کیا

ملتے ہیں دونوں وقت نہ اب میں نہاؤنگی

اب کچھ دنوں میں مردوں کے تو پاس جائیو — یہ لاڈ جن کے سر چڑھے اُن کو دکھائیو
چل دور مجھ سے پھر چھینے پھر تو نہ آئیو — لونڈوں سے کل کو چھوکری تکّل لڑائیو

کہتی ہے تو جو آج کبوتر اُڑاؤں گی

کس کا ہے ڈر مجھے جو کروں باتیں گول گول — سب کچھ کروں گی آپ کے سر پہ بجا کے ڈھول
صاحب دیئے ہیں پہلے ہی بندی کے کان کھول — تم کسبیوں کی چاہ میں پھرتے ہو ڈانواں ڈول

دیکھو تو میں بھی کیسے کنوئیں اب جھکاؤں گی

تھی کون جس کے پاس رہا جا کے رات تو — چھوڑا نہ میرا ہاتھ تو کھائے گا لات تو
اے جان یہ دکھا کسی خیلا کو گھات تو — چندرا کے چھند سے نہ کر اب مجھ سی بات تو

میں بودلی نہیں جو ترے دم میں آؤں گی

(۲)

پھر اگلے چلن ہیں وہی سارے کئی دن سے　　پھر آپ کو پھرتی ہو سنوارے کئی دن سے
بولائی ہوئی مستی کے مارے کئی دن سے　　پھر کرتی ہو ہمسائی! اشارے کئی دن سے
پھر دیدے ہیں چرباں تمھارے کئی دن سے

جھوٹی بھی میری بات بنائی نہ کسی پر　　میں جھوٹ نہیں بولتی ہو جانتا سب گھر
خود دیکھو جو کہنا مرا تم کو نہیں باور　　مہتابی پہ چڑھ کر مری ہمسائی کا دیور
مہتاب سے کرتا ہے اشارے کئی دن سے

مانو مرے کہنے کو ابھی کورا ہے بنڈا　　بن بیاہی ہو واری یہ چلن کچھ نہیں چھپا
دھڑکا مجھے اس بات کا دن رات ہی رہتا　　ہو جائے نہ سایہ کہیں دریا کی پری کا
کیوں جاتی ہو دریا کے کنارے کئی دن سے

کیوں نٹکھٹ ہو وہ بات ہی کرواؤ نہ بنّو　　دکھ درد کہو ساس سے شرماؤ نہ بنّو
جم جم جیو تم ہول ذرا کھاؤ نہ بنّو　　بچّے نے لیا پھیر ہی گھبراؤ نہ بنّو
ہے ہوک جو پیڑو میں تمھارے کئی دن سے

کوئی مری اب ریڑھ کو ملتا نہیں ہے ہو　　بس دائی کا بھی اس گھڑی چلتا نہیں ہے ہو
پیڑو کو ذرا چھوڑ کے ٹلتا نہیں ہے ہو　　کیسا ہے یہ بچہ کہ نکلتا نہیں، ہے ہو
مرتی ہوں پڑی درد کے مارے کئی دن سے

مغلانی تو طبتی ہے اجی نام سے میرے　　یہ لالچی بندی ہے تو مزدوری ہی لے لے
دن کو نہیں چھٹی تو ذرا رات کو آکے　　مہتاب سے کہہ دو بنت انگیا کی بنا دے
ہے مہر نسا لائی ستارے کئی دن سے

لگلے موئے کو چھوڑ کے زردانہ کرونگی　　گھر والے سے بنتی نہیں میں یار کروں گی
جب وہ نہیں کرتی بنتی تو اب چار کرونگی　　تن بیٹ نہیں مانتا لاچار کروں گی
یہ کہتی ہوں میں ہانکے پکارے کئی دن سے

میں جھوٹ نہیں بولتی ہی جانتا اللہ　　جو پیسا تھا سب اُٹھ گیا نوکا کیا بیاہ
سرکار رسالا منتا ہے والی کی مرے چاہ　　اب دونگی تمہیں لا کے میں کل پرسوں میں تنخواہ
بیٹھی ہوں اسی کے میں سہارے کئی دن سے

بدرپا نسا پڑا کیا ہوا. جو منہ سے نہ بولے　　غمزے تو فقط اچھی بُری چال نے کھولے
اری جان کسی خیلا کو بتلاؤ بتولے　　کچھ کھیں نہیں جانتے ایسے مرے بھولے
جھوٹی بھی تو بازی نہیں ہارے کئی دن سے

۳

قرآن کا جامہ بھی اگر پہن کے آئیں　　درگاہ میں یا جا کے بڑی روٹی اُٹھائیں
مانوں گی نہیں لاکھ بہ اقسمیں وہ کھائیں　　چاہت اُنھیں رنڈی کی گھر رنڈی کے جائیں
منہ میرا نہ دیکھیں نہ مجھے اپنا دکھائیں

کیوں سوت کی میں آگ سے جل جل کے مرونگی　　ہوں سہرے نہ جلوے کی جو بھرنا میں بھرونگی
ایسی نہیں لو دبی ہیں جو مرزا سے ڈرونگی　　وہ رنڈی کریں گے میں یہاں یار کرونگی
پھر لوٹیں گے انگاروں پہ مجکو نہ جلائیں

اپنے ہوئے بیگانے تو بندی کا خدا ہی　　پرواہ کسی کے نہیں ملنے کی ذرا ہی
ہمسائی رشتو دل مرا مرزا پہ فدا ہی　　بدنام تو میں ہو چکی اب ڈر مجھے کیا ہی
میں اُن کی ہوں گھر اُن کا ہی وہ شوق سے آئیں

صدقے گئی خالق کے یہ دن مجھ کو دکھایا — بے آس تھی جس سے اُسے بر دوان چڑھایا
سامان تو شادی کا نہیں جاتا چھپایا — تھا میں نے تو باجی بڑی خانم کو بلایا
گھس آئیں کہاں سے یہ مرے گھر میں بلائیں

حاکم کے جو کتے کھڑے ہو جائیں گے آگے — ٹھنگا دیاں پہنیں گے ابھی صدر میں جا کے
یہ بات میں کیا کہتی ہوں کچھ اُن سے چرا کے — دیوانی بنے گی بڑی خانم کو بلا کے
بے ہوشی کی باتیں نہ کریں ہوش میں آئیں

بن چھیلی اگر ایسیوں کے بیچ بیاہے — میں دیکھوں کھڑی شوق سے اور آہ نہ آئے
بکارنوں سے بوا اللہ بچائے — موسل کریں اُس میں نہ جہاں سینک سمائے
ہر بات تو یہ رنڈیاں جھنڈے پہ چڑھائیں

میری سی کہیں مجھ سے وہ اُس کی کہیں اُس سے — وہ دیکھتی ہیں یوں نہیں تماشے کھڑے ہو کے
چھپتا ہی نہیں پیٹ دو دائی کے آگے — جو کچھ بڑی بیگم ہیں کوئی مجھ سے تو پوچھے
چوروں کو کہیں موذ تو شاہوں کو جگائیں

یوں چھیڑ کے ہر بات میں وہ لڑتے تھے اکثر — اب سوت جٹھانی ہے مری چھاتی پہ لا کر
ای باجی مثل سچ ہے کسی کی یہ مقرر — کڑوے تو کریلے تھے چڑھے نیم کے اوپر
وہ اور ہوئے کڑوے یہ باتیں نہ بنائیں

کل کل مری بکل ہو نکلے دم گئے سارے — مرتی ہوں پڑی پیر دکھے میں درد کے مارے
سمجھے نہ پڑو کچھ تم ای جان ہمارے — کیا بھولی ہوں آ جاؤں گی میں دم میں تمھارے
میں جانتی ہوں جس لیے لیتے ہو بلائیں

واسوختی

عشق کے نام سے میں تو کبھی آگاہ نہ تھی ۔ کچھ خبر میرے فرشتوں کو بھی واللہ نہ تھی
دائی۔ بندی کی تو گھٹی میں بڑی چاہ نہ تھی ۔ نیک بختوں میں رہا کرتی تھی بدراہ نہ تھی
پاؤں پھیلا کے سدا شام سے میں سوتی تھی
مجھ کو معلوم نہ تھا صبح کدھر ہوتی تھی

جھوٹ کہتی نہیں سچّی یہ قسم کھاتی ہوں ۔ آگ میں غم کے ارے لوگو جلی جاتی ہوں
کس مصیبت میں پھنسی آہ میں گھبراتی ہوں ۔ کیا کہوں کھول کے اس حال کو شرماتی ہوں
چین اک دم نہیں آتا ہی خدا خیر کرے
دل کا کچھ اور ہی نقشہ ہی خدا خیر کرے

بے کلی سے جو مجھے چین نہیں ہی دم بھر ۔ کچھ نہ کچھ پھولے گا گل۔ دل یہی دیتا ہی خبر
چاہ اس بات کی رہتی ہی مجھے آٹھ پہر ۔ مجھ زلیخا کو وہ یوسف کہیں آجائے نظر
دو بدو مجھ سے کہیں آگے وہ اب بات کرے
آرزو نکلے مرے دل کی۔ ملاقات کرے

اتنے سے اتنی ہوئی ہوش سنبھالا جب سے ۔ مردوا آجتک ایسا نہیں دیکھا میں نے
مجھ کو اس سر کی قسم کھُپ گیا دل پر میرے ۔ اُس کی تعریف میں کرتی ہوں تمھارے آگے
سر سے لے پاؤں تلک حسن کا اُس کا عالم
نور اللہ کا تھا اور کہوں کیا عالم

میں فرشتہ کہوں یا حور کہوں یا غلماں ۔ حسن کہوں یا مہِ تاباں کہوں یا انساں

کیا کہوں اُس کو مری عقل ہے اس جا حیران — اپنے دل میں کبھی لیجاتی ہوں بھی ہیں گمان

جن تو عاشق اجی ہوتے ہیں پری جلتی ہے
پر فرشتوں کی یہاں دال نہیں گلتی ہے

پیچاند ساحب سے نظر آیا ہے اُس کا ماتھا — سر ٹپکتی ہوں ذرا چین نہیں دل کو پڑا
اور اُن بالوں کا جس دن سے ہوا ہے سودا — پھنس گئی جان بلا میں یہ تماشا دیکھا

دم اُلجھتا ہے مرا جب سے نظر آئے وہ بال
میری جندڑی کا پڑے جاۓ گھونگری وبال

مجھ کو معلوم ہوئے بال وہ گھونگر والے — رات برسات کی ہے بیٹھے ہیں اک جا کالے
چھوٹی چھوٹی وہ بھویں ہیں عجب متوالے — گرہن دیکھے پڑیں جان کے اُس کو لالے

سو تواں ناک بھی وہ دل کو مرے بھاتی ہے
اُس کے نتھنوں کی پھڑک ناک میں دم لاتی ہے

عقل نے کان مرے کھولے کیا مجھ سے بیاں — بہری کیا بیٹھی ہے سن بات مری او ناداں
حور کے کان کھڑے ہووین اگر دیکھے وہ کان — بنا بازار لگا حسن کی یہ ہے دکان

تو ہی دل بیچ خریدار ترا آیا ہے
حسن تو دیکھ تو اس مکھڑے نے کیا پایا ہے

ادھتی کوپل وہ جوانی کا نیا ہے انداز — ہونٹھ پتلے ہیں مسیں بھیگی ہیں سبزہ آغاز
گل سے گالوں پہ نہیں پھولا سماتا ہے ناز — چشم بد دور رہے نام خدا خوش آواز

اُس کی بو سونگھنے کا کیونکہ میں ارمان کروں
سیب جنت کا بھی اُس ٹھوڑی پہ قربان کروں

موتی اُن دانتوں کی تعریف اگر سُن پاتے
دانے نیساں کو نہ منہ اپنا کبھی دکھلاتے
سیپ میّا ہی کے وہ پیٹ میں مُر جاتے
پھوٹی نظروں نہ کسی جوہری کو پھر بھاتے

رہتے بے باپ سدا اُچّنیاں دُر دُر کرتیں
بالیاں کنواریوں کی لولو سمجھ کر ڈرتیں

کیا کہوں تم سے اجی کیسی ہی وہ پیاری زبان
جان آ جائے مرے منہ میں جو وہ آئے زبان
بھینا شیریں کو نہ بات آئے یہ ہکلائے زبان
میٹھی باتوں پہ کبھی اُس کی جو آ جائے زبان

زہر کو قند کہے قند سے بہتر ہو جائے
نام میٹھے کا اگر ہووے تو شکّر ہو جائے

کبھی پردار سے بے پر کا لگا ہی جوڑا
کام تالو سے کیا کوّے سے ناتا جوڑا
لاکھ بی ماما ہنسی نے کیا ان پر کوڑا
ساتھ دانتوں نے مسوڑھوں کا نہ ہرگز چھوڑا

پان کی سرخی جو رخوں میں نظر آتی ہے
شان اللہ کی وہ سرخی دکھا جاتی ہے

کنٹھ نکلا نہیں ہے صاف صراحی سا گلا
مونڈھے خوش دول عجب کاندھوں کی بانکی ہے ادا
دائی بندی کی نہ کیوں ہنسلی پہ ہو جان فدا
دُھک دُھکی دیکھ کے وہ پریوں کا دم ہے پھڑکا

آلی چھاتی سے وہ چھاتی کہ دم رُکتا ہے
یاد اس کوڑی کی ہے اب نہیں غم رُکتا ہے

شان خالق کی ہے شانوں کی کہوں شان میں کیا
اُن بھرے بازوں میں نور کا عالم دیکھا
دل کی بے تابی سے رہتا ہے یہ اُچھال مرا
مچھلی بازو کی اُدھر پھڑکی ادھر دل پھڑکا

کج ادائی نے بھی اُن کہنیوں کی ہار ا ہے

اب ستم ہنسنے کا بندی کو نہیں یارا ہی

چاہ اُن پہنچوں کی اب گو رہیں پہنچائے گی　　آنچ کل آنی کلائی سے نکل آوے گی
مہندی اُن ہاتھوں میں اب تاب نہ لاوے گی　　اُنگلیاں اُس کی بھرے خون میں ڈبوے گی

جو ہر مہندی کی تہمت نہ دھرینگے باجی
خون بندی کا وہ ناخن بھی کرینگے باجی

دم بدم اُس کی بغل کو جو یہ دل کرتا ہے یاد　　بغلی گھونسا ہے مری جان کا میرے ناشاد
رات دن کرتی ہوں درگاہ میں اُس کی فریاد　　اپنی بندی کی کہیں جلد خدا دیوے داد

رُت ہی جاڑے کی کہیں آ کے بغل گرم کرے
اُس سے کھل کھیلوں میں اور مجھ سے نہ وہ شرم کرے

گُر گُدا روئی سا وہ پیٹ ملایم شفّاف　　اور اُس ناف کے کیا تم سے کروں میں اوصاف
دل گرا اُس میں تو یوسف کی طرح چھپ گیا صاف　　مجھ کو وہ اندھے کنوئیں سے بھی سوا ہو گئی ناف

جیسے یعقوب کو یوسف کے پڑی تھے لالے
اس طرح دل مرا اب اُس کے پڑا ہی پالے

پھر نہ آیا مرے گھر میں کبھی آ کر جو گیا　　مُڑ کے کروٹ بھی نہ لی پیٹھ دکھا کر جو گیا
ہاں سُلائے گا وہی مجھ کو جگا کر جو گیا　　نیند وہ لے گیا دل مجھ سے لگا کر جو گیا

اب لگے ہاتھ تو مضبوط کمر پکڑوں گی
لوں گی کولوں کی بلائیں نہ میں جانے دوں گی

اس سے تو لے کے چھری کوئی کرے مجھ کو حلال　　غم سے دم گھٹتا ہے آتا ہے جو گھٹنوں کا خیال
پیاری پیاری ہیں عجب پنڈلیاں اور تھر کی تیاں　　روندا اُن پیروں نے دل مجھ میں نہیں تنا ہی حال

میں تو بولا گئی کس کس کی ادا یاد کروں
چینی بھر پانی میں اس جینے سے اب ڈوب مروں

شاد کیوں آج نہ ہو دل کی بوا پائی مراد — نامرادوں میں تھی خالق نے یہ کھلائی مراد
جلاد درگاہ میں باندھا تھا سو اب پائی مراد — صدقے عباس علی کے مری دلوائی مراد

دل سے غم دور رہے عیش کا سامان ملے
جن کے ملنے کے تھے ارمان سو وہ آن ملے

کیا کہوں تم سے عجب داغ دکھایا مجھ کو — دل لگانا تو ذرا راس نہ آیا مجھ کو
گرمیاں اوروں سے کیں اور جلایا مجھ کو — جس قدر تم نے ہنسایا تھا رولایا مجھ کو

غم کے لشکر نے مجھے آن کے پھر گھیرا ہے
آج کل اگلا سا پھر حال وہی میرا ہے

اس سے یہ میری زبانی کوئی کہتا نہیں آہ — اپنے بیگانے تو اس حال سے سب ہیں آگاہ
میری چاہت کا بہت خوب کیا تم نے نباہ — رحمت اللہ کی ہے تم کو یہ نہیں چاہیے واہ

تم پہ میں مرتی ہوں تم اور کا دم بھرتے ہو
اس کا شاہد ہے خدا جان کے تم کرتے ہو

رنج صاحب نے دیا پہلے جدائی کا کمال — اب ملاقات کیے گزرا نہیں دو برس اسال
پاؤں گھر سے جو نکالا تو چلے بینڈی چال — گھر میں رنڈی کے گئے میرا کیا دل پامال

پیٹ سے پاؤں اگر اپنے نکالوں ہیں بھی
ایک کیا دیکھنا گھر سیکڑوں گھالوں ہیں بھی

پھروں اب روتی ہوں اور آ کے ہنساتے نہیں تم — پانچ ایسا کیا بھاری کہ آتے نہیں تم

پھول سے گال مرے منہ سے لگاتے نہیں تم منہ بند ھی پائی کلی۔ پھولوں سماتے نہیں تم
تو سہی۔ تم کو کبھی منہہ نہ دکھاؤں میں بھی
آ گئے ان آنکھوں کے ہاں یار۔ بلاؤں میں بھی

تم نہ چھوڑو گے اُسے میں نے بھی تم کو چھوڑا میں نے بھی ڈھونڈھ نکالا اجی اپنا جوڑا
سوت کا رنڈی کے حق میں نہیں غم ہی تھوڑا کر دیا دل کو جلا کے مرے پکا پھوڑا
تم سے کیفیت مجھے ! بات مری یاد رہے
میرے جوبن کا بغیچا۔ مگر آباد رہے

منہہ تھوتھایا۔ مرے گھر آکے ہوئے آپ اُداس جائیے رنڈی کے گھر میں بھی چلی یار کے پاس
سوسے میں مل چکی تم ایک سے کر آئے مساس نو نج ملنے کی تمھارے ہو مرے دل کو آس
تم ہو ہرجائی تو اپنا بھی یہی طور سہی
تم نہیں اور سہی اور نہیں اور سہی

جو مرے دل پہ مصیبت ہے خدا ہی محرم کیا کہوں اگلی محبت کا تمھارے عالم
اپنے بالوں میں مری کنگھی تھے کرتے جس دم چار قل پڑھ کے تم اُس کنگھی پہ لیتے تھے دم
میرے اور آپ کے خلاص کی یہ صورت تھی
بغض سے ڈرتے تھے۔ مجھ سے نہ تمہیں نفرت تھی

تم پہ میں مرتی تھی اور تم مجھے کرتے تھے پیار میں تھی محبوبہ تمھاری مرے تم تھے دلدار
آپ کے دل سے نہ آتا تھا مرے دل پہ غبار صاف دل آئنہ سے۔ بنتے تھے دونوں ہر بار
میں تو اوباش نہ تھی آپ بھی عیاش نہ تھے
ٹونے میں کرتی نہ تھی مارتے تم ماش نہ تھے

چھوڑ دو رنڈی کو ان باتوں سے ہی کیا حاصل　　رنڈی کی اچھی نہیں ہوتی ہے دانتا کل کل
آپ کا مجھ سے پھرا میرا پھرا آپ سے دل　　جھوٹ میں کہتی ہوں تو کیجیے مجھ کو قائل

جون کی سوت بری ساجھی کا ہے نام برا
اس کا آغاز برا اس کا ہے انجام برا

تم تو ہو مجھ سے گڑے میں کروں تم سے نرمی　　اپنی باتوں سے ہو قائل نہ کرو ہٹ دھرمی
میرے گھر آئے گر اس نرمی پہ شرما شرمی　　پھوس کی آگ میں ہوتی نہیں ایسی گرمی

دیکھنا بات پر اپنی اگر آ جاؤں گی
کیسا تگنی کا تمھیں ناچ میں نچواؤں گی

یہ زمانے سے نکالے ہیں نرالے انداز　　اپنی یہ ذاتوں سے ایک تم آنہیں باز
گھر میں تم سوت کے جاتے ہو مری کھو کے نماز　　مجھ سے اٹھنے کے نہیں آپ کے یہ بیجا ناز

اس کی چاہت ہے تو گھر میں مرے آیا نہ کرو
جھوٹی باتیں مرے آگے یہ بنایا نہ کرو

مفت دنیا کے مزے میں نہ کرو دین خراب　　اے بی حجن تو ذرا دیکھ نصیحت کی کتاب
دل جلا کر میرا ہونے کا نہیں تم کو ثواب　　ہے بڑی روٹی میں آیا موئے ظالم پہ عذاب

او ہی دیوانے ہوئے ہو اجی کیا کرتے ہو
دو میانوں میں بھلا ایک چھری دھرتے ہو

غصہ اب تھوک دو جو کچھ کیا وہ خوب کیا　　میں تو ہر طرح سے لونڈی ہوں تمھیں دل دیا
کیا خطا تھی مری جس کا یہ عوض تم نے لیا　　سچ ہے ہے وہی سہاگن کہ جسے چاہے پیا

زور معشوق پہ عاشق کا نہیں چلتا ہے

ہاں مگر چاہنے والے ہی کا دل جلتا ہے

کل ہوا کل کا تھا دن آج کی یہ گوری ہے شام
چاندنی رات وہ اچھی جو ہو دل کو آرام
دل بھی کچھ صبح سے دیتا تھا خوشی کے پیغام
میں نہاتی ہوں کریں آپ بھی چل کے حمام
شکر اللہ کا پھر دور ہوئے دل کے پیچ
پھر مرے حسن کا آباد ہوا دولت گنج

میں نے جو کچھ کہا واللہ ہے سب جھوٹ خلاف
میری چوٹی کا کسی نے نہیں دیکھا مویاف
پیچ جب ہوتا ہے دل ہوتو نہیں ہوتے ہیں صاف
جو کہ ہونا تھا ہوا کیجئے تقصیر معاف
آپ کے ملنے کی پھر دھوم سے ہوئے شادی
جان صاحب دے مجھے آکے مبارکبادی

مسدس

پہلی رات کی کیفیت دولہن کی زبان سے

جس پہ بیتی ہو یہ وہی جانے
جو کہ بیہودہ ہو وہ کیا مانے
جب میں سسرال کو لگی جانے
دونوں بہنوں نے اور مری ماں نے
میرے چھٹنے کا جب خیال کیا
کیا کہوں کیسا اپنا حال کیا

کس قدر پھوٹ پھوٹ روتی تھیں
منہ کو وہ آنسوؤں سے دھوتی تھیں

جان کس کس طرح سے کھوتی تھیں　　صدقے ہر بار مجھ پہ ہوتی تھیں

رو رو کہتی تھیں بس نہیں اپنا
دھن ہی ہوتا ہو کنیاں کا بڑا

لگیں اماں گلے سے یک باری　　یوں لگیں کہنے مجھ سے بس واری
کس لیے کر رہی ہو دل بھاری　　پرسوں چوتھی کی ہو گی تیاری

چھوٹے بھائی کو تیرے بھیجوں گی
تڑکے ہی تجھ کو میں بلا لوں گی

اتنے میں غل محل میں یہ اٹھا　　لینے آتا دولھن کو ہو دولھا
جس کو چھپنا ہو کرلے وہ پردا　　منجھلی بھاوج نے میری تب یہ کہا

کون چھپتا ہو شوق سے آویں
دھوپ چڑھتی ہو جلد لے جاویں

گود میں مجھ کو لیتے ہی اکبار　　اُس نے سکھپال میں کیا جو سوار
اور لیکر چلے وہاں سے کہار　　روتی جاتی تھی میں تو زار نزار

پیچھے پیچھے برات ساری تھی
سب کے آگے مری سواری تھی

اُتری سسرال میں جو میں جاکے　　رونمائی سبھوں نے دی آکے
مجھ کو اور اُن کو پاس بٹھلا کے　　کھیر کھلوائی ساس نے لا کے

ہو چکے ساری جب کہ بیت رسوم
پھر ہوئی جو نے دالیوں کی دھوم

پھرتے تھے شاد شاد سب مہمان لڑکیاں ہر طرف جوان جوان
چُہلیں آپس میں کرتی تھیں ہر آن اور باقی نہ مجھ میں تھے اوسان
جوں جوں وہ دن نگوڑا ڈھلتا تھا
میری چھاتی میں دل دہلتا تھا

آئی جب کل موئی وہ تخت کی رات باجی۔ ہمسائی نے سکھائی یہ بات
ہاتھ دولہ لگائے جب بد ذات مارنا اُس کو ایک زور سے لات
اُس کے دم میں ذرا نہ آنا تم
چیخنا اور غل مچانا تم

آکے جس دم وہ بیٹھا میرے پاس اور کرنے لگا لپٹ کے مساس
نہ رہے مجھ میں کچھ بھی ہوش حواس دیکھ کر مجھ کو چپکی اور اُداس
میری چٹ چٹ بلائیں لینے لگا
مجھ کو قسمیں ہزاروں دینے لگا

بولا علوا ہمارا تم کھاؤ ایک چھچی دو منہ ادھر لاؤ
تم جو کہتی ہو یہاں سے اُٹھ جاؤ کیا ہی تقصیر میری فرماؤ
کون کہتا ہی ہم سے بولو تم
اپنا گھونگھٹ سے منہ تو کھولو تم

رات پہلی تھی اور مجھے تھا حجاب نہ دیا کچھ بھی میں نے اُس کو جواب
مارے مستی کے ہوتے ہی بیتاب ہاتھ اپنا بڑھا کے اُس نے شتاب
جب کہ پکڑا ازار بند مرا

کانپا دہشت سے بند بند مرا

دھینگا مشتی وہ جب لگا کرنے
شرم کے مارے میں لگی مرنے

چاہا جو کچھ کیا مقدر نے
دی نہ آواز مجھکو گھر بھر نے

زور وہر ایک کو پکارا کی
سر کو پٹی پہ دے دے مارا کی

میں ہی ایسی تھی بس کڑے دل کی
جو جو ایذا ہوئی وہ سب جھیلی

اوبی چھاتی سراہیئے میری
صدقے خالق کے میری جان بچی

زور کرکے وہ جب دباتا تھا
غش کے اوپر مجھے غش آتا تھا

میرے میکے میں جب گئی چادر
اماں صاحب نے سنتے ہی یہ خبر

بھر کے تنبول شیشوں کے اندر
بھیجی پنجیری جلد بنوا کر

رسم ہی یہ نگوڑا مارا نیا
اُلٹا دینا پڑا اہی خون بہا

کیا ہی مشاطہ نے دیا ہی دم
شادی کیسی کہ ہو گیا ہی غم

جان صاحب ہے ناک میں ہی دم
چھوڑتا ہی نہیں مجھے اِک دم

کیا کہوں بدگمان ہی کیسا
آنے جانے کہیں نہیں دیتا

مخمس

دیوالی

کھیلیں بتاسے اور کھلونے منگائیے تہوار کا ہے دن نہ ابھی راگ لائیے
جم جم سہی خیر بچوں کی صاحب منائیے دیوالی بھر نے سیدھی طرح گھر میں آئیے
بس تیز ہو کے دل کو نہ میرے جلائیے

ہو جو سوار باڈ کے گھوڑے پہ اس قدر مہرہ لیا لڑائی کا ہے کس بساط پر
شطرنجی ہارے چاندنی خانم کی نیچ کر وہ چال تم چلے کہ دیا برد سارا گھر
اب میں رہی ہوں داؤں پہ مجھ کو لگائیے

پہلا دیا۔ ہوا نہیں روشن دیوالی کا اندھیر ہے دبیل ہوں کھیلوں نہ کیوں جوا
حاکم کے بھی پیادوں کا ڈر اب نہیں ذرا مشکل ہے بعضی بات کہوں اے ہی تم سے کیا
بے رخ نہ مجھ سے ہو کے ابھی تسر بڑھائیے

کنگلے تھے مال والی ملی مجھ سی نیک ذات سمجھو نہ کیوں یہ دل میں لگی خوب برد ہات
ایسی نہ دوں گی شہ جو کرو تم بدی کی بات دہ گو آپ نے کیا شہدوں کو بھی ہے مات
میرا محل نہ پیر بخارا بنائیے

جو تم نے چھیچھڑے ہیں جنائے حرام کے لے سونت ہاتھی گھوڑے بھرے اُن کے نام کے
رہ جائے بندی اپنے کلیجے کو تھام کے لونڈی نہیں نہ بچے ہیں میرے غلام کے
سامان اب دیوالی کا جلدی منگائیے

ڈر کوتوال کا ہی نہ مجھ کو وزیر کا — حاکم کے آگے جوتیوں کی گرد جھڑیئے بھلا
یہ فیل سا جو ڈیل بڑھایا تو کیا ہوا — تم کو خدا نے احمقوں کا بادشا کیا
بک بک کے مغز کا مرے بھیجا نہ کھائیے
ای جان تیرے ہاتھوں سے کرواؤں روشنی — بگڑے بنے بلا سے۔ یہ منظور ہی ہی
جانے نہ دوں گی تجھ کو تو اس وقت میں کبھی — اندھیر ہے نہ توڑ۔ میاں آس تو مری
بچے کی ہتھڑی بھر کی ذرا چوک جائیے

شہر آشوب

کم نہیں قارون سے ہے ہر اک کی خصلت آج کل — دفن مردے کی طرح گھر گھر ہے دولت آج کل
مردوں کی ہوگئی نامرد ہمت آج کل — لکھنؤ میں شادہ ہے شوموں کی خست آج کل
گور پر حاتم کے روتی ہے سخاوت آج کل
جو تجھ ہی حشمت کا جنگل شوم ہر الو کا گھر — اُن چڑی ماروں کے بس میں ہیں یہ عنقا ایک تہ
کوڑیا خانم بنا ایسا عجائب جانور — سنتی جس کا نام ہو صورت نہیں آتی نظر
بھیس میں عنقا کے اب ہنستا ہے حشمت آج کل
دل میں اُٹھ سکتی نہیں کہ آنچ پیسے کی ہوا — صبر اُڑتا بے قراری ہے بلا ہے سے سوا
مفلسی کے اوہی نسخے نے مجھے کشتہ کیا — کیمیا گر جس کو سمجھی۔ اُس نے کیا مسکا دیا
چکنی باتوں کی مری روکھی ہے صورت آج کل

روتے مردوں کو ہنساؤں دل شگفتہ ہو اگر ناؤ کھا کے جل گئی۔ ہو خاک باتوں میں اثر
اک کھرا ملتا نہیں کھوٹے ہی آتے ہیں نظر جس نگوڑے کو ابھی جوڑا بنایا ڈھونڈھ کر
مفلسی سے کھل گئی اُس کی بھی رنگت آج کل

اب نہیں ٹکسال سے باہر کوئی مطلب مرا کیا روپے لینے کا ہو بے شرم ہے بی آسرا
اشرفی خانم۔ مری کندن نے دیکھو سچ کہا اپنی چاندی کیا بنے زردار جب بے حیا
بن گئی سونے کی بوٹی اور بھی غیرت آج کل

اینٹ سے یہ اینٹ بجوائیں نہ ہرگز خوف کھائیں پیسے والے اک ٹکے کے واسطے مسجد ڈھائیں
رنج بی اپنے ولی کھنگ کے بھی چونا لگائیں پہلے ہمسائے کے گھر کھودیں محل پھر وے بنائیں
نیو کی جا ہے ہر اک دل میں خصومت آج کل

رکھتی ہوں تن پیٹ میں بھی او ہی کیونکر ہو نباہ دوسرے فاقے کہا بندی نے خالق ہے گواہ
یاالٰہی ایسے زرداروں کے بیڑے ہوں تباہ کرتے ہیں کنجوس مکھی چوس خالی واہ واہ
کیا کروں اوڑھوں بچھاؤں ہے یہ حالت آج کل

سیکڑوں میرے خصم ہیں کیوں رنڈوں میں بے حجاب بڑھ کے بولوں گی فرشتہ خاں کو بھی دوں گی جواب
جان جائے پشم سے باندی کی ہے بھیا تراب اڑ رہی ہے خاک ہے ہر علم کی مٹی خراب
ہے بجا۔ بیجا نہیں میری شکایت آج کل

کچھ ہوس مجھ کو نہیں جو مٹ ہی جائے شاعری کہہ چکی قطعے قصیدے میں رباعی ریختی
ریختی واسوخت تاریخ خمسی مثنوی دل میں ہے تعریف کے بدلے ہر اک میں سقم کی
خوب مرزا کی طرح کیجے مرمت آج کل

بھیا انشا کی طرح میں جانتی ہوں ہر زباں کیسا نیسا حق میں ان سو میوں کے کرتی ہوں بیاں

یہ مرے بے قدر ہیں پر میں ہوں ان کی قدرداں ۔ پھاڑ ڈالوں گی موؤں کی موئے جینے کی فلان
بن گئی ہتیارہ میری طبیعت آج کل

ماں بہن بیٹی بہو خالا پھوپی نانی چچی ۔ جورو سالی ساس سلہج اور بھتیجی بھانجی
اے ممانی دادی پوتی اور نواسی تکساجی ۔ ہر محل میں ان موئے شوموں نے اپنی بھیجدی
ان کے کنبے کی یہ ہر بی بی حقیقت آج کل

رنگ یہ بدلا زمانے نے ہر اک حیران ہے ۔ مفلسی کے ہاتھ سے انسان بھی حیوان ہے
جو موا حیوان تھا پیسے سے وہ انسان ہے ۔ اے دوگانا جان دیکھو کیا خدا کی شان ہے
ہوش میں باجی ہیں اور ہم کو ہے وحشت آجکل

آتے ہیں حاکم کے کتے اتنی سی تکرار میں ۔ کچھ نہ دو تو باندھ لیں مشکیں موئے بازار میں
گیلی سوکھی دونوں جلتی ہیں بوا سرکار میں ۔ چاندنی خانم عجب اندھیر ہے دربار میں
ہے وہی میری کہ جس کی ہے حمایت آج کل

کوتوالی والوں نے باندھی کمر انصاف پر ۔ اُلٹا راضی نامہ دے کچھ اور خرچہ آن کر
پھر جو ہو چوری تو دہشت سے نہ ہو کوئی خبر ۔ پہلے گھر والے بندھیں اُس کے ہو چوری جس کے گھر
تھانے داروں نے نکالی ہے یہ حکمت آج کل

کیا بغل میں دابکے ایمان بیٹھے بے حیا ۔ بی دوگانا پاس خالق کا نہ ہے قرآن کا
داڑھی منڈوں سے ہیں لیتے داڑھیوں والے سوا ۔ حق کو ناحق کرتے ہیں ناحق کو حق یہ برملا
نوج دکھلائے خدا ایسی عدالت آج کل

لالچی بندے یہ لینا ہی سمجھتے ہیں ثواب ۔ ڈر نہیں مرنے کا ہے کس کھیت کی مولی عذاب
صاف ٹکرا تو ٹکا کر دیتے ہیں کارندے جواب ۔ جو بہت دے اُس کا کہنا ہو جو کم دے ہو خراب

ہر کچہری میں ہے گرتی کام رشوت آج کل

حکم کرتے ہیں یہ خدمت گار کو سُن اے شریر — چھین لو جھولی اگر مانگے کوئی ہم سے فقیر
ہیں مریدوں میں یہ پیسے کے بنے کوڑی کے پیر — فیض جاں بے فیض تو آگئے نہ تھے ایسے امیر

کیا پڑی ٹپکی عجب بگڑی ہے نیت آجکل

خوف سے دینے کے ہیں آنکھوں میں جاتے گڑھے — سمجھے شاعر کو جو تنہا آن منہ پر کیوں چڑھے
پہلے تو پڑھنے نہ دیں خیر ان پڑھے تو شعر پڑھے — کوئی ان کی شان میں شاعر قصیدہ گر پڑھے

اعتراض اُس پر کریں دیں اُس کو ذلت آجکل

موتھہ سوئر کی طرح سُن سُن کے بنائیں شعر پر — شعر کی شاعر سند دے کے کرے جھوٹا اگر
بحر میں پھر گفتگو کرنے لگیں بہروں وہ خر — قافیہ ہو تنگ اُس میں بھی تو قصہ مختصر

گالیاں بدلے صلے کے ہوں عنایت آجکل

مفلسی میں کام کب آتا ہے کوئی رشتہ دار — باپ ہے ماں ہے نہ کچھ ہے - ہے بوا پروردگار
غیر کیسے حال اپنوں کا یہ ہے اب آشکار — ایک بھائی کو ہے فاقہ ایک کرتا زہر مار

اُٹھ گئی دنیا کے پردے سے محبت آج کل

بیچ سے اور پر سے اوپر گر کسی کی کوئی شے — لڑنے والے دونوں جائیں جھگڑا ہو وے
دیکھ کر یہ حال کوئی چپ رہے پی تابہ کے — اندھی نگری راج چوپٹ شہر میں ہونگ ہائے

سے مرے جو چاہے جس کو - وہی تہمت آجکل

چارپائی سے بھی اب طاقت نہ اُٹھنے کی رہی — ہو گئی ہے حشر کا میدان انگنائی اجی
جیتے جی ایسی ہے شدت بھوک کی اور پیاس کی — حال ہے بدتر ہر اک کا گورکے مردے سے بھی

کونسا گھر ہے نہیں جس میں قیامت آج کل

چار دن کی چاندنی کی سیر لازم ہی اجی　　لے گیا قارون کب ساتھ اپنی دولت عمی
ای غنی خاں شوم کی بھی باپ ہیں ایکے ونی　　ماریں جھوٹے ہاتھ بھولے سے نہ گنے کے کبھی
نام سے مجکو نہ کیوں ہو انکے نفرت آج کل

ہو گئی راحت ہی دشمن ربح بنتو ہی حبیب　　دور دولت ہو گئی کس طرح سے آئے قریب
پاؤں جو پھیلا کے سوئے پھر نہیں جاگے نصیب　　جو سخی تھے پیسے والے اب وہ ہیں ایسے غریب
اُن کے گھر مہمان رہتی ہی قناعت آج کل

ڈر سے سڑ جانے کے شاید خاک میں یہ دھاب جائے تن　　لاش کا یہ حال ہو پائے نہ وہ دو گز کفن
مار کے چھریاں سُلائیں گو رمیت ہی چلن　　نوکری کرکے اگر تنخواہ مانگے ای بہن
جائے جنڈری آئے اُس کے گھر پہ آفت آجکل

منہ نہ کھلواؤ کہوں کیا ایک کا باوا ہی ایک　　کوئی فرقہ اِس میں ہی سب کا بنا نقشہ ہی ایک
دوسرے کو دیکھ سکتا ہی نہیں یہ سلا ہی ایک　　جس کے نوکر دو ہیں اُن میں سے ایک کی جڑ کاٹتا ہی ایک
رہ گئی بدلے سفارش کے ہی غیبت آج کل

جب گنواروں کو ہو عامل کے نہ رہنے کا یقین　　کس طرح پیسا چلے دستور ہی یہ بھی کہیں
سال میں بارہ بدلتے ہیں یہ عامل بہیں　　بی امانی سال بھر کا کچھ اجارہ ہی نہیں
جو اضافہ دے وہی بس پہنے خلعت آج کل

جیتے جی ہی پست رتبہ ہوگا مرنے سے بلند　　باجی کھل جائیگا جس دم آنکھ ہوگی تیری بند
بے وقوفی اپنی ظاہر پھر کریں گے عقلمند　　خاک میں مل جائیے یہ دنیا بھی ہی مردہ پسند
جو مرے کرتی ہی اُن کو یاد خلقت آج کل

اب سنو جو حال ہی کلجگ میں بارہ راس کا　　کھولتی ہوں اہر سنیچر کی جنم کا پترا

وید کاشی میں پڑھے بہاں ہٹ دھرم آکر ہوا
پونھیاں دل سے بناکے جھوٹ کہتا ہی کتھا
اپنے مطلب کی ہر اک گاتا ہی پنڈت آج کل

چھتری بر چیونت کہ ستو گی برہمن جو بہری
کھو سلے مر گی چھری کنبوہ جاٹ کی کھتری
یاس اب ایمان کا ان کو نہیں اپنے ذری
بے ایمانی ہی اجی ہر قوم کے دل میں بھری
کس کی خالی ہی دغا بازی سے طینت آج کل

کدہیں گو یا ای بوا اس شہر کے دوکاندار
نوچیں مردہ جان کر دیکھیں جو گاہک جاندار
اک ڈھونڈھے سو میں تو نکلے نہیں ایماندار
بھاری بھر کم دیکھنے کو ہیں یہ بھڑوے ننا ندار
کھو کھلے تربوز سے دے ان کو نسبت آج کل

نائی دھوبی کنجڑے بھٹیارے قصائی نانبائی
ایک کوڑی کے لیے ہوتے ہیں گے دن میں سوار
لوٹ کر ہم کو ہوئے تیلی تنبولی مالدار
ہم فقیروں سے ہیں بدتر دیکھ لو ہی آشکار
پاجیوں کے گھر میں ہی کیونکر نہ دولت آج کل

چاہیئے چھل دے کے سنتے سی کوئی پانی پیئے
ایک کٹورا دے نہ وہ پانی کا بے کوڑی لیے
اُس کو کچھ پروا نہیں پیاسا مرے چاہے جیئے
ایسے ہی لوگوں نے مولا پر ستم میرے کیے
کربلا کی یاد آتی ہی مصیبت آج کل

روز جھک جھک کے کروں اُن کو مجرا صبح شام
دیں اُٹھا انکھی ہی پر مُنہ سے نہ نکلی کچھ کلام
بھائی یوسف ایسے بھڑوؤں کا ہی کیا کوئی غلام
چاہتے ہیں جو کریں پہلے ہمیں جھک کر سلام
کیا کسی سے کیجیئے صاحب سلامت آج کل

ای زنا خی کام کیا ہی باپ دادے کی زمین
ننگی ہی حمام کی یہ عقلمندوں کے قریں
ہیں وہ ایسے ہی ہی اُن کی ذات سے مجکو یقیں
آشنا کیا کام اپنے باپ کے آئیں نہیں

کام ہونے پر یہ ہی یاروں کی حالت آج کل

بادشا میرا نمازی متقی پرہیزگار ۔ ۔ ۔ ذی دوگانا۔ رحم دل عادل سخی اور جیند گار

سچ خبر پہنچے نہ جب حضرت کو لوگو زینہار ۔ ۔ ۔ کیا کریں وہ یہ خطا اخبار کی ہی آشکار

کم ہی ہم پر جتنی ہو ہر شی کی شدت آج کل

سچ کے کہنے پر ہی گاہ کار کی کٹتی زبان ۔ ۔ ۔ منہ نہ کھلوا جانصاحب کیا کرو تجھسے بیان

لکھنؤ میں کون ہی اشراف کا اب قدرداں ۔ ۔ ۔ شیخ سے سید بنے چاہے مغل چاہے پٹھان

بیسہ جامہ زیب ہی دیتا ہی حرمت آج کل

مخمس

پیڑوں کے پھول پھولوں کی دیکھئے سنگھار رنگ ۔ ۔ ۔ دولہا سا باغ کو ہی دیتے سنوار رنگ

لاکھوں ہیں نام کیا لوں کروں کیا شمار رنگ ۔ ۔ ۔ ایک ایک رنگ ہیں اجی وہ دو ہزار رنگ

دکھلاتے ہیں بہار میں اپنی بہار رنگ

گر آپ آسمان سے پتال جائیے ۔ ۔ ۔ مانوں گی اب نہ ایک بھی یہ اگ لگائیے

سر کھینچو ڈگی۔ چھیڑوں ہیں پردے ملائیے ۔ ۔ ۔ جنگلا ہی پہلی بھیت کا پیلو بجائیے

ویرانی جائے دل کی اجی وے ستار رنگ

سو ہی سے گلبدن ملا اِترا نہ چل پرے ۔ ۔ ۔ جنت میں لات مار نہ تو اس غرور سے

یہ دل میں چٹکیاں نہ گل اندام لے مرے ۔ ۔ ۔ پھولوں نہیں سماتی ہی پھولام پہن کے

نیفے کا جو دکھاتی ہی تو بار بار رنگ

ٹکسال میں ہیں بارہ برس ایک جا رہیں — اُن کی قدیمی پوچھ تو ہمسائی ہول ہیں ہیں
چمپا کے پھول لا دے ملیں تجھکو گر کہیں — کیا جانتی ہو اشرفی خانم مجھے نہیں
کندن سنہرا بھاتا ہو بے اختیار رنگ

ایسی تو سا ہو کار یہ لونڈی ہو آپ کی — سنتے ہی منہ پہ زندی کے زردی سی چھا گئی
ہوتا ہی خار میرے نہ گھر آئے اب کبھی — چنپا چرا کے لے گئی چنپا کلی مری
چھپتا نہیں ہو چور کا ۔ بی زینہار رنگ

چنپا کے پھول لو گو چھپائے کوئی ہزار — عاشق تن ۔ اُس کی بو نہیں چھپتی ہی زینہار
کیا جانے کوئی مردوا اس رنگ کی بہار — بھونرے کی طرح رنڈ یاں کیونکر نہوں نثار
مستی کا گھر ہو چنپئی یہ نابکار رنگ

شرمائے دھویا کپڑا سفید ایسا ہو گیا — ہوتا ہی سبز توتے کے پر سے کہیں سوا
تھا پہلے کالا زرد سے اب لال وہ ہوا — گرگٹ کے خون میں اجی بیشک یہ ہو بجھا
چنبر موا بدلتا ہی جو بار بار رنگ

پارے کا رہنے والا ہی کچھ کھرپی کی ہو بات — گر ہی کھرا تو کیوں نہیں کھتا یہ وار دات
ٹکسال جب چڑھا تو یہ حرمت لگے گی ہاتھ — کھا کھا کے تاؤ گھٹتی ہو کیا تجھ کو ساری اُت
فق ہو گیا ہو منہ کا جو تیرے سنار رنگ

ہمت دوگانا عشق کی بندھوائے دل کو جو — کالا ہو یا ہو گورا پسند آئے دل کو جو
دنیا کی کیفیت اجی دکھلائے دل کو جو — مرتی ہوں میں تو اُس پہ لبھائے دل کو جو
اُس پر نثار کیجئے سنز ہزار رنگ

جوڑا کسی کے دیکھا گلے میں تھا صندلی — ہی چوٹ میرے دل پہ لگی ہم کو عشق کی

اس سر کی ہی قسم کہے جاؤنگی میں یہی ہووے کفن میں بھی کفنی ویسے رنگ کی
اب تو ہوا ہی ایسے گلے کا یہ ہار رنگ

دن رات گھیرے رہتا ہے اُس شخص کو ہراس غم کے سوا خوشی نہیں آتی ہے آس پاس
دل بے قرار ہوتا ہے اور جاتے ہیں حواس منہ زرد آنکھیں لال پھٹے کپڑے جی اُداس
عاشق کے بوجھنے کے ہوا ہیں یہ چار رنگ

بڑھیا تو دھوپ ہوگئی جاتی نہیں ہوا سوکھے گا کیا یہ شام کو استر رضائی کا
سن او جوان بیٹی مری ماں نے یہ کہا چوکھے پہ ہی پتنگ اری صبح سے چڑھا
مہرن یہ جل نجائے تو جلدی اُتار رنگ

لو آؤ بیر وگھر سے لو کیونکر نہ دل کڑھے چوبے نصے چھبّے ہونے چلے رہ گیے دوبے
ای جان اِس مثل میں گرفتار ہم ہوئے رنگریز آج دے تو ہے کل عید اوڑھیے
چوری گیا دوپٹہ - رہا در کنار رنگ

قطعۂ تاریخ طبع زاد جان صاحب مصنف دیوان

میں صدقے گئی آکے یہ قطعہ دیکھو
چھٹی نبض بیمار کی مل گئی ہے
کہا سچ یہ نرگس نے ہر شعر اس کا
بھرے اس کے مضمون میں معجزے ہیں
دوا کی ہے تاثیر ہر لفظ رکھتا
غذا قافیہ بحر ہر ایک پانی

مری جان صاحب نے لکھا ہے باجی
اگر دور سے شعر دیکھا ہے باجی
مسیحا کا عالم دکھاتا ہے باجی
کیا مجھ سے مردے کو زندہ ہے باجی
جو ہے حرف وہ قرص گویا ہے باجی
ردیفوں کو پرہیز باندھا ہے باجی

اجی اس کی تاریخ بیت الشفا ہے
یہ دیوان چاہت کا نسخہ ہے باجی

سنہ ۱۲۶۲ھ

جان صاحب کا وہ کلام جو مروجہ دیوان میں نہیں ہے صفحات آئندہ میں بطور ضمیمہ دیوان
درج ہے وہ ملاحظہ ہو

ضمیمہ دیوان جان صاحب

وہ غزلیات جو طبع اوّل میں نہیں تھیں

(ردیف الف)

(۱)

[۵] پیٹ پر پیٹ گرا پیٹ نہ میرا ٹھہرا
جان لیوا ہوا جو پیٹ میں بچا ٹھہرا

شاعری کا بھی یہ فن ناچنا گانا ٹھہرا
ریختا ریختی پتلی کا تماشا ٹھہرا

سوت کی میری بھلا اوہی نبھے گی کیونکر
ایک گھر میں اجی جب اپنا پڑا یا ٹھہرا

وہ بری بستیوں جن میں وہ ناکارہ ہوں
کوئی بازار میں گاہک نہیں میرا ٹھہرا

جی مرا چاہے گا جب تنگی میں مجھی تمکو
منہ تو دھو آؤ ذرا منہ کا نوالا ٹھہرا

میں نے سو بار کہا آپ سے ہاری ہوں زباں
منہ لگانے کی یہ خوبی ہی تقاضا ٹھہرا

جب سے باہر تو نکلنے لگی اے نیک قدم
گھر میں اک دم نہ ترا پاؤں نگوڑا ٹھہرا

چمن افزا جو مرے باغ میں کھو آئی تھی
پاس سوسن کے وہ شبنم کا دوپٹا ٹھہرا

پھول لالے کا جو تسلے میں گرا پانی کے
پھبتی گلشن نے کہی تال کٹورا ٹھہرا

روشنی صاحبو جس شب کو بڑے دن کی ہوئی
گھٹنا بڑھنا تو ہی رات کو دن کا ٹھہرا

سارے کنبے کو اجی دیکھنا میں اکٹوں گی
ایسی لپٹوں کہ کہیں جھاڑ کا کانٹا ٹھہرا

[۵] گلدستہ شعر الکھنؤ ۱۹ر دسمبر سنہ ۱۸۵۹ء

جان صاحب سے جہاں ہیجڑے [۲] دو تین لڑے
جلسہ کا ہیکو آلو ٹلے [۱] کا وہ میلا ٹھہرا

(ردیف ب)

(۲)

[۲] ہے ہے امام خاں کا رہا غم تمام شب
عشرے کے روز سے تھی نہ یہ کم تمام شب

دم پر نہ اُس کے شام سے ہیں صبح تک چڑھی
نوروز خاں نے مجھ کو تپیئے دم تمام شب

اُس روز سے ہوں سوگ میں مردہ ہے جب سے دل
کرتی ہوں اس موئے کا میں ماتم تمام شب

اِس ماں کی ماں تا کو خدا کی سنوار ہو
ق کیوں نہ ہرباد ہو نہ بپیا سم تمام شب

چھاتی پہ ہاتھ رکھ کے اجی وہ بھی مر نہ ہوا
دیکھا کیا ہے دم مرا ہمدم تمام شب

کل صبح سے جو شام برن کا چھٹا ہے پاؤں
دن بھر رکا نہ خون نہ اک دم تمام شب

ننگی بھی اس کے ساتھ میں سوئی نہ کچھ ہوا
محرم کھلے ہے مری محرم تمام شب

اے جانؔ تم تو سوئے گلے لگ کے سوت کے
تم کو ہے عید مجھکو محرم تمام شب

---

[۱] زنانوں کا ایک میلا مکان نگر (لکھنؤ) میں ہوا کرتا تھا جو اب بھی قائم ہے۔

[۲] گلدستہ شعرا لکھنؤ یکم جنوری ۱۸۸۲ء۔

(ردیف ت)

(۳)

ای صنم دیکھ تو اللہ کے گھر کی صورت[1] | تجھ سے آباد ہی دلِ رام نگر کی صورت
چشم آتی ہی نظر ابرِ بہاری کی روش | جسم گلزار ہی طاؤس کے پر کی صورت
فکرِ وصفِ دہن یار میں کیوں تنگ نہو | بن گئی یوسفِ گم گشتہ کمر کی صورت
روزِ فرقت کی سیاہی سے نہل جاؤں گا | دامنِ شب سے نہ پیدا ہو سحر کی صورت
جان کا فرقتِ جاناں میں خدا حافظ ہی | دل بھی پہلو میں پھڑکتا ہی جگر کی صورت
مہرباں مشفقِ من آپ اگر آئے ہیں | بیٹھیے کوئی گھڑی اپنے ہی گھر کی صورت
ہو گئیں چشم بنی تیغِ سیہ تاب کی شکل | میں سیہ بخت ازل سے ہوں سپر کی صورت
شوق سے آپ ہنسیں غیر ہنسیں کیا طاقت | آبرو رکھتے ہیں کچھ ہم بھی گہر کی صورت

جان صاحب جو نہیں قایلِ اشعارِ امیر
اس نے دیکھی ہی نہیں اہلِ ہنر کی صورت

(۴)

سکۂ داغ جگر اپنے ہیں پر کھائے بہت[2] | ہم نے بازارِ محبت میں بھنا کھائے بہت

[1] گلدستہ شعرا لکھنؤ جنوری ۱۸۶۰ء   [2] گلدستہ شعرا لکھنؤ ۲۶ فروری ۱۸۶۰ء

آئی ہی فصل جنوں خیز، بنا دیوانہ — بھاگ گئے ہیں مرے اب سایہ سے ہمسائے بہت

گلشنِ عشق میں جو غور سے دیکھا ہر سمت — کشتۂ نرگسِ بیمار نظر آئے بہت

نظر آیا ہی جو شاہینِ نگاہِ صیاد — ہم صفیرانِ چمن خوف سے گھبرائے بہت

کششِ حسن نے طرفہ خلل اندازی کی — ہم بڑھے حد ادب سے تو وہ گھبرائے بہت

گلشنِ حسن میں لو اور نیا گل پھولا — رنگ نے رنگ نئے رنگ جو وہ لائے بہت

سر ہی زانوئے ندامت سے اُٹھانا مشکل — دِل کو پامال جو فرما چکے پچھتائے بہت

جان صاحبؔ مرے مرنے کی انھیں عید ہوئی
قتل فرما کے پھرے گھر کو تو خوش آئے بہت

؎ جانصاحب کی زندگی میں اکثر شعرا نے ان کی شاگردی اختیار کی تھی ان کے بعض شاگرد ان کے ساتھ مشاعرہ میں جاتے اور استاد کے ہم طرح غزل پڑھتے مثال کے طور پر ان کے شاگرد شیخ محمد یوسف خضر لکھنوی کی غزل مندرجہ ذیل ملاحظہ ہو۔

وعدۂ وصل کے دن ہجر میں ٹھہرائے بہت — ایسے کلمے تو حضور آپ نے فرمائے بہت

بیوفا جانتے ایسا تو نہ عاشق بنتے — دے کے دل مشفق من آپکو پچھتائے بہت

بولے جھنجھلا کے ہیں پیروں پہ گرا جب انکے — ایسے تو کاسۂ سر ہم نے ہیں ٹھکرائے بہت

عاشقانہ ہی نہیں شعر میں معشوق پسند
شعر تھوڑے کہے ای خضرؔ مزے پائے بہت

(ردیف ث)

(۵)

دِل سے مژگاں کو ہی کاوش بہت بے تیرِ عبث
حلقۂ گیسوئے پر پیچ بھلا کیا کم تھا
نہ کمر اس کی بنے گی نہ دہن کا نقشا
منعموِ خانۂ مرقد کا ذرا دھیان نہیں
باعثِ عفوِ گنہ اپنی خموشی ہو گی
کاسۂ سر یہ رہا بھرنے اکثر خالی
حلقۂ زلفِ پری رو ہی مجھے کافی ہی
مور کو شانِ سلیماں سے بھلا کیا نسبت

بل کی لیتی ہی تری زلفِ گرہ گیر عبث
مجھ کو حدّاد نے پہنائی ہی زنجیر عبث
کھینچتے مانی و بہزاد ہیں تصویرِ عبث
کتنے غافل ہو جہاں میں ہی یہ تعمیرِ عبث
سامنے حاکمِ عادل کے ہی تقریرِ عبث
ٹھوکریں مجھکو یہ کھلواتی ہی تقدیرِ عبث
گھونٹتا ہی یہ گلا طوق گلوگیر عبث
وصلِ محبوبِ پری رو کی ہی تدبیرِ عبث

جانِ صبا یہ غزل گوئی بہت مشکل ہی
نہ پڑھو شعر کہ تم کھوتے ہو توقیرِ عبث

(ردیف ج)

(۶)

وعدے جو کل کیئے تھے وفا ہوں وہ یار آج[۲]
انکار کی سُنے گا نہ یہ جاں نثار آج

[۱] گلدستۂ شعرا لکھنؤ ۱۱ مارچ ۱۸۶۱ء
[۲] گلدستۂ شعرا لکھنؤ ۲۲ اپریل ۱۸۶۱ء

گل گشت کو نہ جائے وہ رشکِ بہار آج
سیرِ چمن دکھا تو دلِ داغدار آج

بوسہ عطا ہو یا مرا دل پھیر دیجیے
ہر طرح پر حضور کو ہے اختیار آج

اٹھا ہے ابر باغ میں کعبے کی سمت سے
لازم ہے ساقیا بطِ مے کا شکار آج

پھرتے ہیں لفِ رخ کے پھریری بروئے مژہ
گل سے زیادہ اور بھی ہے انتشار آج

نئے طرح تاکتی ہے یہ کوڑی غریب کی
اے شاہِ حسن تیری نگہ کی کٹار آج

اے جان تیری جان کی ہو خیر ہجر میں
بے چین دم بدم ہے دلِ بے قرار آج

(ردیف ح)

(ط)

بدتمیزی[1] چاہیے ہرگز نہ حیواں کی طرح
بیٹھنا انساں کو لازم ہے انساں کی طرح

قیس رہتا ساتھ لیلیٰ کے حدی خواں کی طرح
تھا وہ دیوانہ رہا جنگل میں حیواں کی طرح

روح کو ہے جسم محبس جسم کو محبس زمیں
گور بھی ہے خانۂ تاریک زنداں کی طرح

وہ شہِ ملکِ جنوں ہوں قیس تھا میرا وزیر
داغِ سودا تاج ہے تاجِ سلیماں کی طرح

دیکھ کر رویا جو داغِ حسرتِ دیدارِ یار
یہ چمن آنکھوں سے سینچا نرگستاں کی طرح

دیکھتے ہی اس نے اپنا رخ چھپایا زلف سے
بن گئی صبحِ وطن شامِ غریباں کی طرح

[1] گلدستۂ شعرائے لکھنؤ ۲۰ مئی سنہ ۱۸۶۰ء

آہ کی بتی سے روشن داغ ہائے جسم ہیں
جل رہا ہوں باغ میں سروِ چراغاں کی طرح

دل گرا چاہِ ذقن میں سبزۂ خط کے سبب
خضر نے دھوکا دیا غولِ بیاباں کی طرح

اس مہینے میں تو یادِ مصحفِ رخسار سے
جان صاحب دل کے سیپارے ہیں قرآں کی طرح

(ردیف خ)

(۸)

مقتول جراحت کے سبب ہیں ہمہ تن سرخ[۱]
تشریفِ شہادت بھی ہوئی رشکِ چمن سرخ

خوش رنگ عجب کوچۂ قاتل کی زمیں ہے
ایسی تو شفق بھی نہیں اے چرخِ کہن سرخ

گل گشت چمن زار میں کیوں پھول کے بیٹھا
بے وجہ ہے منہ غیظ سے اے غنچہ دہن سرخ

پامال کیا زخمیِ شمشیرِ ادا کو
اس مہر کی جوتی کی نہ کیونکر ہو کرن سرخ

کیا خونِ عنادل پہ کمر آج ہے باندھی
پٹکا جو لپیٹا ہے یہ اے رشکِ چمن سرخ

لالوں کی طرح لال ہیں صیاد کی آنکھیں
فتنے سے جوانی کے ہوئے ہیں پیرہن سرخ

پھیری ہے چھری حلق پہ اک آفتِ جاں نے
ہو صافیِ قصاب کی مانند کفن سرخ

کیا میری طرح دستِ حنائی کے ہیں کشتے
پہنے ہیں جو محشر میں کفن اہلِ وطن سرخ

[۱] ماخوذ از گلدستہ شعرا مطبوعہ ۳ر جون سنہ ۱۸۶۰ء۔

زلفِ ورخِ انور پہ گُلال اُن کے ملو جان
اس رنگ سے کہہ جاؤ کہ ہی چاند گہن سُرخ

(ردیف - د)

(۹)

برق وش یار کی ہو زلفِ گرہ گیر پسند
مجھ سے دیوانہ کو بجلی کی ہی زنجیر پسند

وصلِ لیلیٰ شبِ ہجر کا مجنوں میں ہوں
دِل کے ویرانے کی آئی مجھے جاگیر پسند

اپنے زنداں کو سمجھتا ہوں کہ ہی فرحت بخش
دلکشا سے ہی سوا خانۂ زنجیر پسند

سرد مہری سے شکستہ ہی چمن داغوں کا
بلبلِ روح کو ہی گلشنِ کشمیر پسند

ہیں بری پرسشِ اعمال سے ہم دیوانے
واعظو پیشِ خدا ہی ہی تقصیر پسند

مثلِ اَرگن کے ہی اس طفلِ معنّیٰ کا گلا
نور کی تانیں ہیں کیونکر نہ ہو تقریر پسند

تیغِ قاتل کے لیئے خون ہمارا تھا کسیس
اپنے جوہر سے ہوا - جوہرِ شمشیر پسند

آتشِ ہجر سے اس مہر کا دل روشن ہی
سو چراغوں سے زیادہ ہی یہ تنویر پسند

تیغِ قاتل نے گلِ زخم کھلائے ای جان
روح کو ہی چمنِ جوہرِ شمشیر پسند

۱۵ تذکرہ شعرا لکھنؤ ۱۷ ماہ جون سنہ ۱۸۶ء۔

(ردیف ذ)

(۱۰)

کھلینگے بازوؤں پر جان اِدھر اُدھر تعویذ
یہ نورتن کے عوض ہوں دل و جگر تعویذ

عزیز جان کی صورت رہے ہمارے پاس
جو ہاتھ آ رہے ترے سر کا اے قمر تعویذ

یہ مانگ کاہ کشاں ہے ثریا جھپکا ہے
نظر مہ شب گیسو میں جلوہ گر تعویذ

یہ نقش ہاتھ سے پیاب اجل کے چلتا ہے
ہر اک لحد کا ہے اے روح پر اثر تعویذ

سنہرے اور روپہلے تمہارے بازو پر
زیادہ شمس و قمر سے ہیں جلوہ گر تعویذ

کبھی نہ اس رخِ یوسف جمال کو دیکھا
کنوئیں میں چھوڑے ہیں اکثر دمِ سحر تعویذ

ہر ایک دیدۂ اخترِ فلک پہ پھوٹے نور
جو دیکھے رشک سے یہ تیرے اے قمر تعویذ

قسم ہے تجھ کو پیمبر کی یار تک پہنچے
یہ خط نہیں ہے سمجھ اس کو نامہ بر تعویذ

جلا رہی جو ہے یہ قلب جانِ صبا کو
سمجھتی بغض کا ہے آتشِ سقر تعویذ

(ردیف لا)

(۱۱)

گلوری کھانے سے دونی ہوئی دہن کی بہار
جو ہم کلام ہوں دیکھیں گلِ سخن کی بہار

لے ماخوذ از گلدستہ شعرا لکھنؤ جولائی سنہ ۱۸۸۶ء ۱۵؍ جولائی سنہ ۱۹۰۶ء کے گلدستہ شعرا لکھنؤ سے لیا گیا۔

غرورِ حسن سے پنجوں کے بَل چمن میں چلو
گلوں کو قتل کیے آج بانکپن کی بہار

بہار ہیں خطِ گلزار سے جو لکھا تھا
پسند آئی نکیرین کو کفن کی بہار

عجیب تیغ نے اس گل کے گل کھلائے ہیں
بہارِ گلشنِ جنت ہے زخمِ تن کی بہار

خجل کرو گل و بلبل کو باغ میں چل کے
دکھاؤ غنچوں کو اے غنچہ لب دہن کی بہار

کنوئیں کے پاس مناسب ہے جانِ جاں سبزہ
یہ خضرِ خط ہے تمہارا چہِ ذقن کی بہار

گلوں کی طرح سے فتراک میں بندھے ہیں ہم
عجب ہے وحشئ ہے سر حلقۂ رسن کی بہار

تمہاری زلف کے سودے نے ہاں دکھائی مجھے
خطا و تبت و تاتار اور ختن کی بہار

نہ اٹھ کے جان کے پہلو سے جا گلِ رعنا
ترے ہی فیضِ قدم سے ہے انجمن کی بہار

(ردیف ز)

(۱۲)

دشمنِ غم ہے شبِ ہجر گجر کی آواز[۱]
اس سے بڑھ کے ہے کہیں مرغِ سحر کی آواز

اس شہِ حسن نے تو کوچ کیا بہرِ شکار
کوسِ رحلت ہے مجھے کوسِ سفر کی آواز

ویسے تو شہرِ خموشاں بھی عجب بستی ہے
ایک گھر میں نہ سنی دوسرے گھر کی آواز

[۱] ماخوذ از گلدستہ شعر الکھنؤ ۱۲ اگست سنہ ۱۸۹۶ء

گوش زد جس کے ہوئی بنتِ بیدام ہوا | ان بتوں کی بخدا ہی وہ اثر کی آواز
لحن داؤد کا رتبہ نہیں جس کے آگے | ہی بھری کانوں میں وہ ایک بشر کی آواز
دل کے ماتم میں کیا روح نے جو شورِ فغاں | اور بھی بیٹھ گئی خستہ جگر کی آواز
ہوش بلبل کے اڑے غنچے چٹکنا بھولے | کیا خوش آہنگ ہی رشکِ گلِ تر کی آواز
دلِ سالک بھی بھر آیا ہی جسے سن سن کے | غم رسیدہ ہی یہ کس اہلِ سفر کی آواز

جان صاحب قفسِ جسم میں کیا کیا پھڑکا
طائرِ جاں کی سنی ہم نے نہ پر کی آواز

(ردیف س)

(۱۳)

مائل ہی قتل پہ نہیں جلّاد کی ہوس[۱] | ہم کیا بجھائیں خنجرِ فولاد کی ہوس
قمری کی طرح اس قدِ دلجو کی یاد ہی | اللہ رے نظارۂ شمشاد کی ہوس
کیوں اپنا مرغِ روح نہ پژمردہ دل رہے | دیتی ہی خارِ گلشنِ ایجاد کی ہوس
بلبل اسیرِ دام اگر ہی بہار میں | نکلے تو باغباں دلِ صیاد کی ہوس
آئی بہار جوشِ جنوں کے ہیں ولولے | پھر دم بدم ہی نشترِ فصّاد کی ہوس

۱؎ ماخوذ از گلدستہ شعرالکھنؤ ۱۲؍ اگست سنہ ۱۸۶۰ء

لو یا بہار آتے ہی سونے کے مول ہو
نکلی جنوں کے دور میں صیّاد کی ہوس

ہم سے شبِ وصال میں بھی وہ خفا ہے
ناشاد ہی رہی دلِ ناشاد کی ہوس

میٹھی زباں سے آ سکے نہ شیریں نے بات کی
سر پیٹتی گئی دلِ فرہاد کی ہوس

عشقِ کمر میں مرتے ہیں ہستی سے کوچ ہو
ای جانِ دل کو ہو عدم آباد کی ہوس

(ردیف ش)

(۱۴)

پایا نہ دل کو سینے میں سو بار کی تلاش
باقی رہی ہو کوچۂ دلدار کی تلاش

اٹھا سیاہ ابر جو کعبے کی سمت سے
ہو میکشوں کو خانۂ خمار کی تلاش

پھر دل لگائیے کسی رشکِ مسیح سے
پھر ان دنوں ہی عشق کے آزار کی تلاش

اثبات اُس دہن کا نہ ہستی میں ہو سکا
پہونچائے گی عدم کمرِ یار کی تلاش

شیریں لبوں کے عشق میں فرہاد کی طرح
رہتی ہو دل کو دامنِ کہسار کی تلاش

پہونچائے بامِ یار پہ۔ جلوہ نصیب ہو
موسیٰ کی طرح طالبِ دیدار کی تلاش

منظور امتحان ہو شمشیرِ ناز کا
زندانِ عشق میں ہو گنہگار کی تلاش

۱؎ گلدستۂ شعرا لکھنؤ ۲۶؍ اگست سنہ ۱۸۷۰ء

صیّاد نے کیئے ہیں اسیرِ قفس طلب — اب کو نسے ہی مرغِ گرفتار کی تلاش

ای جان ڈھونڈھ کوچۂ گیسوئے یار میں
مدنظر اگر ہی دلِ زار کی تلاش

ردیف ص

(۱۵)

بڑھ کے ہر وحشی سے ہی وحشت کا و لیلےٰ خواص[۱]
قیس سے پوچھ اس مرے عشقِ جنوں زا کا خواص

کیا بنے گا جب غرورِ حسن سے بگڑا خواص
اور ہی نام خدا اب تو کیا پیدا خواص

خوب ہی آگاہ شانہ تیری خوئے زلف سے
آئنے کو آشنا ہی روئے زیبا کا خواص

نیلا پیلا وہ ہوا غصّہ سے نام وصل پر
صورتِ حربہ مزاج یار کا بدلا خواص

نام تو سنتے ہیں عاشق پر نشاں ملتا نہیں
ہی کمر کا بھی دہن کی طرح تو عنقا خواص

[۱] ۹ ستمبر سنہ ۱۸۶۰ء کے گلدستہ شعرا لکھنؤ سے ماخوذ ہے۔

وصل پر راضی ہوئے تھے پھر طبیعت پھر گئی
ہے تلوّن سے کبھی سیدھا کبھی اُلٹا خواص
ایک عالم کو بنایا بے خطا وحشی خصال
اُس پری کے یہ مزاجِ زلف نے پایا خواص
عشقِ صادق کو ضرر ہے عشقِ فاسق کو فروغ
انقلابِ دہر کا یہ آج کل دیکھا خواص

موج زن طبعِ رواں ہے جانفشاں رات دن
فکر کا ہر بحر میں ہے صورتِ دریا خواص

ردیف ض

(۱۶)

گزری شبِ فراق اس آرام سے غرض[1]
عاشق کا دم لبوں پہ ہے دیکھو تو یہ کہا
منہ پر دوپٹہ تان کے آتے ہی سو رہے
اپنی تو صبح ہو گئی ظلمت میں مثلِ ہجر

رو رو کے صبح کی ہے سرِ شام سے غرض
کیا کام آفتاب لبِ بام سے غرض؟
روزِ شبِ وصال سرِ شام سے غرض
دل کو رہی حضور کے آرام سے غرض

[1] گلدستہ شعرا ۱۷ اکتوبر ۱۸۶۶ء سے ماخوذ ہے۔

بیمار دل تھا نرگسِ بیمارِ یار کا
صحت ہوئی نظارۂ بادام سے غرض

صد شکر آج منزلِ ہستی کو طے کیا
کنج لحد میں سوئیں ابد آرام سے غرض

مضمونِ سرنوشت نہ اک دن پڑھا گیا
یہ خط بھی کم نہیں ہے خط جام سے غرض

نامہ پڑھا نہ سنتے ہی قاصد سے میرا نام
بولے بگڑ کے نامہ و پیغام سے غرض

پختہ مزار جان بنانے سے فائدہ
دنیا سے بے نشان ہو۔ کیا نام سے غرض

(ردیف ط)

(۱۷)

دل آئے پیچ میں جو ہو گیسو سے ارتباط[1]
دیوانہ ہوں بڑھا کے پری رو سے ارتباط

ہے اس کو چشمِ یار پری رو سے ارتباط
آہوئے دل کو کیوں نہ ہو آہو سے ارتباط

دل لیکے مکرے مجھ سے ہے انکارِ دوستی
ثابت کرو گا سیکڑوں پہلو سے ارتباط

کوئی حسیں ہو حسن پرستی سے کام ہے
اسلام سے نہ بغض نہ ہندو سے ارتباط

پڑھوا کے کچھ کھلا یا سیانا ہے روسیاہ
پیدا کیا رقیب نے جادو سے ارتباط

اک دم تو چھوڑتا نہیں ان کو اکیلا ہے
کیونکر بڑھے رقیبِ سیہ رو سے ارتباط

[1] گلدستۂ شعرا لکھنؤ، ۱ اکتوبر ۱۸۹۱ء سے لی گئی۔

نوشعر جان تم نے کہے: نہ ہی سب بُرے
اچھا بند ھا نہ ایک بھی پہلو سے ارتباط

ردیف ظ

(۱۸)

کرم کیا ہیں ہوا میرے مہرباں۔ محظوظ[1]
لحد کو دیکھ کے یہ روح کیوں نہ ہو بشاش
پسند رنج و تعب ہو اُسے زمانہ کا
چمن چمن جو ہو فصلِ بہار کی آمد
بیان راہ میں اُس سے کیا جو قصۂ ہجر
ہزار گالیاں دیں ایک بوسہ مانگنے پر
مجھے ملال نہیں روز شوق سے جاؤ
شب فراق میں کس روز یہ نہ سیر ہوا

حضور آئیے نہ ہو کیوں یہ ناتواں محظوظ
نئے مکان سے ہو صاحب مکاں محظوظ
کسی کو دیکھ بھی سکتا ہو آسماں محظوظ؟
ترانہ سنج ہو بلبل تو باغباں محظوظ
رقیب جن کے ہوا میری امتحاں محظوظ
دلِ حزیں ہوا کیا خوب میری جاں محظوظ
تمہارا دل ہو یہ جانِ جہاں۔ جہاں محظوظ
ہمارے غم ہوا کھا کھا کے ہڈیاں محظوظ

تمہارا شیفتہ جاں باز جانثار ہے
کمال ہو جئے گا وقتِ امتحاں محظوظ

[1] گلدستہ شعرا لکھنؤ ۲۱ اکتوبر ۱۸۶۰ء

ردیف ع

(۱۹)

ہے ہر اک ہمدم عیاں دردِ نہانی وقتِ نزع[۵۱] — جورِ معشوقِ اجل ہے یارِ جانی وقتِ نزع

روح بہ نام خدا بشاش تن میں کیوں نہ ہو — اس بتِ مہرو نے کی مہربانی وقتِ نزع

کان ہیں مشتاق اپنے ذکرِ حسنِ یار کے — دوستو یہ ہو بیاں قصہ کہانی وقتِ نزع

سبزۂ جانکاہ سے ہے سبز رنگت ہو گئی — یاد اُن کی آئی جو پوشاک دھانی وقتِ نزع

پھر گیا آنکھوں کے نیچے سرمۂ دُنبالہ دار — وہ تر ہے نیچے کا مجھ کو پانی وقتِ نزع

جاں بلب دیکھا۔ دیا زلفوں کا بوسہ یار نے — چھاؤں کیا خوش آئی سنبل کی سہانی وقتِ نزع

ایسے عاشق تن ہوئے کب وامق و فرہاد و قیس — کر رہے دلسوز ہیں نوحہ خوانی وقتِ نزع

ہیں تصور میں عروسِ گور کی آرائشیں — دل کو ہے نوشہ صفت اب شادمانی وقتِ نزع

جانِ صبا آرزو ہے ہر گھڑی اللہ سے
ہو زباں پر پنجتن کی مدح خوانی وقتِ نزع

ردیف غ

(۲۰)

نہ چڑھا پھول نہ اک دو نہ چڑھائے چراغ[۵۲] — جو آئے قبر پہ جلتے ہوئے بجھائے چراغ

---

۵۱ گلدستہ شعرا لکھنؤ ۲ نومبر ۱۸۶۰ء ۵۲ ۱۸ نومبر ۱۸۶۰ء کے گلدستہ شعرالکھنؤ سے ماخوذ ہے۔

نہ کیوں ہو دل رخ روشن پہ اس کے پروانہ
پتنگ روز ازل سے ہو آشنائے چراغ

بیاں جو حال غم داغ ہجر اُن سے کیا
چراغ پا ہوے وہ سُن کے ماجرائے چراغ

وہ دل جلا ہوں کہ بعد فنا بھی جلتا ہوں
کلال نے ہیں مری خاک سے بنائے چراغ

ضیائے عارض پر نور یار وہ نہ تھی
نگاہ میں نہ مہ و مہر کے سمائے چراغ

کیے ہیں داغ جگر آہ گرم نے روشن
ہزار ایک فتیلے میں ہیں جلائے چراغ

غضب تھی کوچۂ گیسو کے دل شب تیرہ
یہ تل سے مانگ کے پیدا ہوئی ضیائے چراغ

فتیلی چار عناصر کی چشم چو ماہی ہو
کسی کے ہجر میں آہیں ہیں شعلہ ہائے چراغ

وہ تیرہ بخت ہوں ای جان ہو اگر روشن
ہوا کا جھونکا سر شام ہی بجھائے چراغ

ردیف ف

(۲۱)

غور سے دیکھا جو اُس شیریں شمائل کی طرف[۱]
میٹھا میٹھا ہی جگر میں درد کچھ دل کی طرف

کوئی دم کا اور مہماں ہے اجل بالیں پہ ہی
پاس سے دیکھوں نہ کیونکر روئے قاتل کی طرف

خضر کس بحرِ لطافت میں دھوئے اپنے ہاتھ
مچھلیاں دوڑی چلی آتی ہیں ساحل کی طرف

۱ گلدستہ شعرائے لکھنؤ ۱۶ جنوری سنہ ۱۸۹۲ء

باغ میں صیاد اور گلچیں سے کچھ جھگڑا ہوا
قمریاں ہیں سرو کی گل ہیں عنادل کی طرف

چلتے چلتے اور بھی گہتی کیا قاتل نے وار
دیکھا دزدیدہ نگہ سے اپنے بسمل کی طرف

میں نے مانگا ایک بوسہ حسن کی خیرات دو
قہر کی آنکھوں سے دیکھا اپنے سائل کی طرف

ساربان سے حکم لیلیٰ نے کیا رہ ہوشیار!
قیس دیوانہ نہ آنے پائے محمل کی طرف

وہ گراں ہیں ہوش آہنگر اُڑے غش آگیا
دیکھتے ہی ای پری طوق و سلاسل کی طرف

جان صبا ہے یہ قنبر یا ہے کعبہ میں ہلال
دیکھ کے کہتا ہوں روئے یار کے تل کی طرف

ردیف ق

(۲۲)

عاشق سے دم وصل یہ شرماتے ہیں معشوق[۱]
مانند لجالو کے سمٹ جاتے ہیں معشوق

ہم ہجر میں گھٹتے ہیں تو گھٹتے ہیں شب وصل
ہاں حلقۂ آغوش میں گھبراتے ہیں معشوق

خوں ہوتا ہے دو چار کا جب ملتے ہیں مہندی
شوخیوں سے رنگ نئے لاتے ہیں معشوق

ٹھکراؤ مری نعش کو بھی میرے مسیحا
سنتا ہوں کہ قم کہہ کے جلا جاتے ہیں معشوق

پروانہ سمجھتے ہیں جسے بزم میں اپنا
یہ شمع صفت شام سے رلواتے ہیں معشوق

۱؎ گلدستہ شعرا لکھنؤ، ۲۰ جنوری سنہ ۱۸۶۰ء

کھڑا ہاتھی ان وزوں ہے اندر کا اکھاڑا
بُت بن کے شب وصل تو مسمار ہیں کرتے
نقدِ دل عاشق کے لیئے راگ ہیں لاتے

دن رات پہ یزاد نظر آتے ہیں معشوق
پر کعبہ دل پر یہ غضب ڈھاتے ہیں معشوق
اپنے ہی یہ مطلب کی صدا گاتے ہیں معشوق

ای جان صدا ماہی نے آب کی صورت
کیا کیا دلِ عشاق کو تڑپاتے ہیں معشوق

ردیف ن

(۲۳)

کسی رات تو ہو مہرباں زہرہ جبیں۔ تو کہا۔ اوہوں
اجی دو گھڑی کو آیئے مجھ تک حسیں۔ تو کہا۔ اوہوں
غمِ ہجر ہو مری شکل سے کسی رو نہ بھی تو رقیب کو
مجھے وصل کی ہو نصیب شب مرے مہ جبیں تو کہا اوہوں
پس مرگ میرے مزار پر او پھیں کیا غرض جو وہ آئینگے
مجھے اپنی شکل دکھاؤ گے دم واپسیں تو کہا اوہوں
ابھی سر جھکاؤں میں قدموں پر کھنچے تیغ ناز حضور کی
اجی ترک ہو مرے قتل پر چڑھے آستیں تو کہا اوہوں

ف گلدستہ شعرا لکھنؤ ۱۰ اکتوبر سنہ ۱۸۹۶ء

مرا چاند تو۔ میں چکور ہوں۔ تو ہی رشکِ گل میں ہزار ہوں
تری شمع رُخ کا پتنگ ہوں میری نازنیں تو کہا اوہوں

غمِ ہجر سے میں مروں گا کیا؟ یونہیں آہ شوقِ وصال میں
اجی جانِ جاں نکلے گی یہ جانِ حزیں تو کہا۔ اوہوں

تو ہی کلمہ پڑھ رہا غیر کا۔ نہ دیا دِل تجھے بخدا عبث
بت نلے وفا ترا شیفتہ کیا میں نہیں تو کہا۔ اوہوں

ہوا ترش وہ شیریں دہن ترا قیس ہوں جب یہ کہا
ترے صدقے ہوں مری لیلیٰ پردہ نشیں تو کہا۔ اوہوں

بھلا کیا کہیں ہے جان وہ ایسا ہی ظالمِ کینہ جو
کبھی صاف بھی ہوگی تری جبینِ جبیں تو کہا۔ اوہوں

(۲۴)

چڑھی اُترے گی تیوری بھی ماہ جبیں تو کہا کہ اوہوں۔ تو کہا کہ اوہوں
ذرا ہنس کے بھی بولو گے ہم سے حسیں تو کہا اوہوں تو کہا کہ اوہوں

کروں ہجر کا درد و الم میں بیاں مرا حال سنو۔ مرا حال سنو
ملو راہ گلی میں اکیلے کہیں تو کہا کہ اوہوں۔ تو کہا کہ اوہوں

[۱] گلدستۂ شعرا لکھنؤ، اکتوبر ۱۹۰۶ء

نہ مجھے جھوٹا سمجھتے ہو ماہ لقا لگے دیکھنے منہ۔ لگے نہ دیکھنے منہ
مرے کہنے کا کچھ بھی ہی تم کو یقیں تو کہا کہ اوہوں۔ تو کہا کہ اوہوں

نہیں بات جو کرتے ہو وجہ یہ کیا ہوئے کیوں ہو خفا بتئے کیوں ہو خفا
کوئی میرا قصور خطا تو نہیں تو کہا کہ اوہوں۔ تو کہا کہ اوہوں

تری چال کا کشتہ ہوں سرو رواں۔ ہوا تجھ پہ فدا۔ ہوا تجھ پہ فدا
ملے کوچے میں بہر مزار زمیں تو کہا کہ اوہوں تو کہا کہ اوہوں

اجی شیفتہ اپنا نہ سمجھے کہوں اور تو کیا۔ کہوں اور تو کیا
کبھی رخ بھی دکھاؤگے پردہ نشیں تو کہا کہ اوہوں۔ تو کہا کہ اوہوں

مجھے بزم میں اپنے ذلیل کیا۔ کروں کیوں نہ گلا۔ کروں کیوں نہ گلا
لگا بیٹھنے جس گھڑی اُن کے قریں تو کہا کہ اوہوں۔ تو کہا کہ اوہوں

کبھی رنگ نہ جمنے دینگے مرا۔ ہیں شوخ بڑے۔ ہیں شوخ بڑے
مجھے حکم ہو مہندی لگاؤں ہیں ہی۔ تو کہا کہ اوہوں۔ تو کہا کہ اوہوں

کوئی اور وہ ہوگا اشارہ کیا۔ کہا جان نے جب۔ کہا جان نے جب
مرے خانۂ دل کے ہیں آپ مکیں تو کہا کہ اوہوں۔ تو کہا کہ اوہوں

۱ ؎ نمبر (۲۲۳ و ۲۲۴) میکل جوزیف صاحب تھانہ دار کہنہ ضلع لودھیانہ نے ایک مصرع واسطے تکمیل غزل کے مہتمم گلدستہ شعرا لکھنؤ کے پاس بھیجا تھا جان صاحب نے اس مصرعہ پر فی البدیہہ یہ دو غزلہ لکھا تھا۔ جو گلدستہ شعرا لکھنؤ مطبوعہ ۱۰ اکتوبر ۱۸۹۶ء میں شائع ہوا۔

ردیف ی

(۲۵)

عیدی

جو نواب سید محمد امین الحسینی الموسوی المعروف بہ شاہ میرزا خان بہادر المتخلص بہ آزاد رئیس لکھنؤ کی خدمت میں عید الفطر سنہ ۱۲۷۶ھ کے موقع پر پیش کی گئی

(ماخوذ از گلدستہ شعرا لکھنؤ مطبوعہ ۳ رجون سنہ ۱۸۶۰ء)

مری ذات سے طرز یہ ہی نئی
قصیدے کی صورت قصیدی کہی

پھر کار جم جم سلامت رہے
کہ ہی قدرداں مجھ سے محتاج کی

اسی گھر سے روشن ہی اختر نگر
عمارت کی قایم رہے روشنی

نہ رتی ہو کیوں آج کل زور پر
نصیبے کی ہی ان دنوں یاوری

یہاں ذرّہ پرور ہیں یہ آفتاب
نہ بولوں گی میں جھوٹ قمرن کبھی

گزر اپنا قدموں تک ان کے ہوا
ہوئے مجھ سی زہرا کے ہیں مشتری

حقیقت میں حاتم سے کیا دوں مثال
وہ ان کی سخاوت کے آگے دنی

امیروں میں سیّد ہیں عالی نسب
ازل سے ہی حصّے میں نور آوری

نہ رستم تھا ایسا نہ افراسیاب
خدا کے کرم سے یہ وہ ہیں جری

کٹے جس سے پر او ہی جبریل کے
وہ ہی تیغ قبضے میں ان کے پڑی

سواری میں ان کے بھی جا کے رہی
براق اور دُلدل سی گھوڑی اجی

یہی ہیں شہنشاہ کونین کے
انھیں کے لیے دین و دنیا بنی

محمد امین نام نام خدا — ہے وہ دُر خدا ان کا ہی جوہری
ہوا پنجتن کی ہیں اولاد ہیں — ہے نانا نبی ان کا دادا علی
یہ مشہور ہیں مرد میدان کے — بیاں کیا کروں ان کی مردانگی
ہر اک ان میں شیر خدا کا ہے شبیر — قسم پاک دامن کی سب حیدری
جو تعریف یہ سُن کے مانے بُرا — جہنم میں جائے جلے خارجی
خدا کا ہوا قہر ان کا غضب — سدا اُن سے ڈرتا رہے آدمی
زباں میری قاصر ہے ہر وصف میں — وہ شاعر ہے "آزاد" بتوذ کی
تخلص نے پیدا کیا یہ اثر — غزل ان کی ہر عیب سے ہے بری
مروت سخاوت کے سرتاج ہیں — یہ سردارِ نیشاپوری ہیں سخی
خوشی سے مبارک ہو ہر سال عید — دوگانہ خدا سے دعا ہے اجی
ہوئی فرض سے میں خدا کے ادا — بلا اب کرے میری فاقہ کشی
کروں کنگھی چوٹی میں اب رات بھر — وہاں صبح پہونچوں نکھر کر ذری

بلا لوں سنو۔ اُس کو انعام دو
یہ ہیجان صاحب نے عیدی کہی

تمام شد

فرہنگ دیوان جان صاحب

بہ ترتیب حروف تہجی

(الف)

آبرو پانی پانی ہو جانا :۔ آبرو ڈوب جانا۔
آئینہ ہو جانا :۔ روشن ہو جانا۔
آتو :۔ ترکی ہے صحیح لفظ آتوں ہے اب عورتیں بغیر نون غنہ اور بواو مجہول بولتی ہیں بمعنی اوستانی۔
ابلا پری :۔ نازک اندام اور خوبصورت عورت۔
اُتّو ہو جائے :۔ لفظی معنی کپڑے پر نقش ہونا مارتے مارتے اتو کرنے کے یہ معنی ہیں کہ اتنا مارا جائے کہ بدن کی کھال اُدھڑ جائے۔
اینٹھر :۔ اوچھا۔ خود نما۔
اٹالا :۔ سامان خانہ داری۔
آٹے دال کا بھاؤ کھلنا :۔ بعد کو کسی چیز کی قدر معلوم کرنا۔
اجرک :۔ ایک درخت جس میں پھل نہیں آتا۔
اجی :۔ حرف ندا ای جناب کا

مخفف ہے بمعنی ای حضرت۔
آڑا:۔ پہلے ایک قسم کا ریشمی کپڑا ہوتا تھا۔
استخارا آنا:۔ فال کا حسب مراد نکلنا "استخارا" کے لغوی معنی طلب خیر کے ہیں۔
آش:۔ وہ غذا جسے آسانی سے پی سکیں۔
اکل کھرا:۔ بد مزاج۔
اکھلی میں سر دیا تو دھمکیوں سے کیا ڈرا۔ جب جان بوجھکر خوف و خطر کی جگہ قدم رکھدیا تو اس کے نتیجہ کی کچھ پرواہ نہ کرنا چاہیے۔
الٹی پٹی پڑھانا:۔ الٹی تدبیر بتانا۔
الٹی سیفی:۔ لغوی معنی۔ الٹی تلوار۔ اصطلاح میں دعائے بد۔ اصل میں سیفی سم جلالی سے مراد ہے۔ جو تلوار کی پشت پر دشمن کے لیئے پڑھ پڑھ کر پھونکی جاتی ہے اگر اس کا الٹا اثر پڑھنے والے پر ہو جائے تو اُسے الٹی سیفی کہا جاتا ہے۔
اُلّو:۔ بے وقوف۔
الھڑپنے کے دن:۔ نو عمری کا زمانہ۔
امریوں کے نیچے:۔ آم کے چھوٹے درختوں کے نیچے۔
اندھا کر دیا:۔ میلا کر دیا۔ اندھا آئینہ اُس غیر شفاف آئینے کو کہتے ہیں جس میں کچھ دکھائی نہ دے۔
اندھی نگری چوپٹ راجا:۔ اندھیر کھاتا۔ مشہور ہے کہ قصبہ جھونسی نواح الہ آباد میں جسے ہر بونگ نواسی بھی کہتے ہیں ایک راجہ ہر بونگ نامی تھا اُس کی بد انتظامی اور بیوقوفی سے اس درجہ بد امنی ہوئی کہ نہ صرف اس کے وقت کی یادگار ہیں یہ نقل مشہور ہوئی۔ بلکہ اُس کا نام ہر بونگ

بدنظمی اور بدعملی کا مرادف ہو گیا۔
انکھ لگا مردوا:۔ وہ مرد جس سے آشنائی کے بعد نکاح ہوا ہو۔
انکھ مندی:۔ کنواری۔
انگیا کی چڑیاں:۔ وہ سیون جس سے دونوں کٹوریاں ملی رہتی ہیں انگیا کا گھاٹ۔ انگیا کا گریبان۔ انگیا کی دیواروں سے کٹوریوں کے نیچے کے حصّے مراد ہوتے ہیں یہ عورتوں کی اصطلاحیں ہیں۔
انگول:۔ عورتیں اُس غسل کو کہتی ہیں جس میں سر کو چھوڑ کر باقی جسم پر پانی بہایا جاتا ہے۔
اوہی:۔ حرف ندا:۔ وہ کلمہ جو عورتیں بطور تکیہ کلام دہشت تکلیف تعجب یا ناز نخرے کے وقت کہتی ہیں۔
آہ اوہی کا سالن:۔ عورتوں کے محاورے میں اُس سالن کو کہتے ہیں جس میں مرچیں زیادہ ہوں۔

(ب)

باجی:۔ خاص عورتوں کی بولی میں بڑی بہن کو کہتے ہیں۔ بہن کے علاوہ بچے جو کسی کی ابتدائی عمر میں پیدا ہوں اپنی ماں کو باجی کہتے ہیں۔
بادلہ:۔ زری کا کپڑا جو ریشم اور چاندی کے تاروں سے بنا جاتا ہے (سونے اور چاندی کے اُن تاروں کو بھی کہتے ہیں جن سے کلابتون بٹتے ہیں)
باسی کڑھی میں اُبال آنا:۔ کسی پُرانے معاملہ کو پھر اُٹھانا۔
بالاپوش:۔ لحاف۔
بال باندھا چور:۔ پورا چور۔
بال بانکا:۔ بال بیکا ہونا بھی بولتے ہیں لیکن صحیح بال بانکا ہونا ہے جس کے معنی ہیں نقصان ہونا

بال ٹیڑھا نہ ہوا:- ذرا سا بھی نقصان نہ ہوا۔

بال خورا:- ایک مرض کا نام ہے جس میں بال گر جاتے ہیں۔

بالکا:- ہندی لفظ بالک کی تصغیر ہے۔ بالک لڑکے کو کہتے ہیں یہاں چیلے سے مراد ہے۔

باندھنو باندھنا:- طوفان رکھنا۔

بانسوں کھانا:- بانسوں سے پٹنا۔

باؤ کے گھوڑے پر سوار رہتی ہے:- ہوا کے گھوڑے پر سوار رہتی ہے: دماغ غرور سے بھرا رہتا ہے باؤ ہندی میں ہوا کو کہتے ہیں۔

بتیسی کی ہنڈیاں:- بتیسا اُس حلوے کو کہتے ہیں جو عورتیں طاقت کے واسطے بعد وضع حمل استعمال کرتی ہیں اور بتیس دواؤں سے بنتا ہے۔

بُرا لیکھا کیا:- خراب حال کیا۔

بَری:- ساچق:- شادی کی وہ رسم جس میں نکاح سے قبل میوہ نوبات وغیرہ دولھا کی طرف سے دولھن کے یہاں بھیجا جائے۔

بُڑھ بھَس:- بڑھاپے میں جوانی کی باتیں جوانی کی ہوس عالم پیری ہیں۔ بڑھاپے میں عقل نہ رہنا۔

بڑی روٹی:- عورتوں کی زبان میں قرآن شریف۔ بڑی چیز بھی کہتے ہیں۔

بس کی گانٹھ:- فسادی۔ شریر (عورتیں اس موقعہ پر بس بھری بھی کہتی ہیں)

بلائیں لینا:- صدقے قربان ہونا۔

بلبل چشم:- کھیس کی بناوٹ کے ایک کپڑے کا نام ہے جس میں بلبل کی سی آنکھیں بنی ہوتی تھیں (دیکھو غزل ۱۱ صفحہ ۴۰)

بند بند کا نپنا:۔ ہر ایک عضو کا نپنا
بوا:۔ کلمہ خطاب جس سے عورتیں ایک دوسرے کو مخاطب کرتی ہیں بمعنی بہنا۔ بہن۔
بوٹا سا قد:۔ چھوٹا سا قد جو موزوں ہو۔
بودلی:۔ کمزور۔
بھاس:۔ ایک راگنی کا نام ہے
بھپکا:۔ شراب یا عرق کھینچنے کا ظرف قرنبیق۔
بہیا:۔ سیلاب۔
بھس میں چنگی ڈال جمالو الگ کھڑی:۔ جو عورت دو کو لڑوا کر آپ الگ ہو جائے اُس کے حق میں یہ مثل کہی جاتی ہے۔
بے زر مول لینا:۔ عورتوں کے محاورے میں کمال اطاعت کرنے کو کہتے ہیں مصرع:۔ اس کی میں لونڈی ہوں لیلے مول وہ بے زر مجھے)
بے ڈول:۔ بے طرح۔ بری طرح (بے ڈول پڑ گیا مجھے چسکا شراب کا)
بی بی کا دانہ:۔ صحنک جس پر بی بی فاطمہ کی فاتحہ دلا کر پاکدامن عورتیں کھاتی ہیں۔
بی بی کی جھاڑو پھرے:۔ عورتوں کے محاورے میں کوسنا ہے جس کے معنی ہیں تباہ ہو۔ برباد ہو۔
بی بی کی گڑیا:۔ گلہری۔
بیجا:۔ ایک ڈراونی شکل کا کاغذی چہرہ جسے منہ پر رکھ کر بچّے کو ڈراتے ہیں
بیٹھک دینا:۔ پریوں وغیرہ کی حاضرات دینا۔
بید کی طرح کانپنا:۔ خوف کے مارے تھر تھرانا (بید ایک درخت ہے جس کی شاخ لچکدار ہوتی ہے)
بے پیر:۔ بیدرد۔ سنگدل۔
بسوں بسوے:۔ پورے یقین کیساتھ۔
بیگا:۔ بیگ کی تانیث:۔ بیگم کے

علاوہ بنگالی عورتوں کی زبان میں عورت کو بولا جاتا ہی۔

(پ)

پانی پانی کرنا: شرمندہ کرنا۔
پانی مرنا: کچھ کھوٹ ہونا (نہ کیوں آنکھیں چرائے تجھ سے مرتا تجھ میں پانی ہی)۔
پانچ: نہایت ہوشیار اور تجربکار۔
پائینچا بھاری کرنا: عورتوں کی اصطلاح میں ایک جگہ جم کر بیٹھ جانے کو یا گوشہ نشینی اختیار کرنے کو کہتے ہیں۔
پائل کا جننا: ایسا بچہ جننا جس کی پیدائش کے وقت سب سے پہلے پاؤں باہر نکلیں۔
پتنگ: (۱) کنکوا (۲) پروانہ۔ (۳) ایک لکڑی کا نام ہی جس کو جوش دینے سے سرخ رنگ نکلتا ہی۔

پتہ بتلانا: بہانا بتانا ٹالنا۔
پتھر چلنا: ایک دوسرے کی طرف اینٹ پتھر یا ڈھیلے پھینکنا۔
پٹ: قد۔
پٹ بھیڑنا: کواڑ بند کرنا پٹ، پاٹ کا مخفف ہی
پٹیا: تکل یا کنکوے کی ڈور کا جھول جو کم ہوا یا وزنی ہونے کے باعث نمایاں ہوتا ہی۔
پچھل پائی: چڑیل۔
پدمنی: یہ سنسکرت کا لفظ ہی پدم سے نکلا ہی پدم کنول کو کہتے ہیں یعنی کنول کے پھول کے مانند نازک اندام ہندوستان کے قدیم عقلانے نے عورت کے چار درجے مقرر کیئے ہیں (۱) پدمنی (۲) چیترنی۔ (۳) سنکھنی (۴) ہستنی۔ پدمنی کا ان سب میں باعتبار خوبصورتی اعلیٰ درجہ شمار کیا گیا ہی۔ اور قدامِ ہند

کا خیال تھا کہ یہ عورت اکثر حماروں میں جنم لیتی ہے۔ اسی خیال کی طرف جناب نصاب صاحب نے اشارہ کیا ہے۔

پروان چڑھنا۔ مراد یا کمال کو پہونچنا۔

پڑاقہ:۔ لکھنؤ میں پٹاخے کو پڑاقہ بولتے ہیں۔

پشت خار:۔ لوہے یا ہاتھی دانت کا پنجہ جس سے پیٹھ کھجاتے ہیں۔

پلے سے بندھنا:۔ عقد میں آنا "سر پڑنا" "پلے بندھنا" بھی محاورہ ہے۔

پن گڈھی:۔ پتنگ کی ایک قسم

پنجیری:۔ یہ ایک مٹھائی ہوتی ہے جو پانچ اجزا سے مرکب ہونے کے سبب پنجیری کہلاتی ہے۔ سوجی شکر۔ چھوارے۔ گوند۔ مکھانے ڈال کر بنائی جاتی ہے اکثر نواسے کی تقریب میں اور بالخصوص شب نے فاف کی صبح کو دلھن کے میکے سے آتی ہے۔

پوستی:۔ کاغذ کا مخروطی کھلونا جس کا پیندا بھاری ہوتا ہے جب لڑکے اُسے زمین پر لٹاتے ہیں تو وہ کھڑا ہو جاتا ہے کیونکہ پیندا بھاری ہونے کے باعث سر اونچا اور پیندا نیچے رہ جاتا ہے۔ پوستی۔ پوست کے نشہ کرنے والے کو بھی کہتے ہیں۔

پھولا لگنا:۔ پھولا کی بیماری ہو جانا اکثر یہ بیماری پرندوں بلبل لال وغیرہ کو ہو جاتی ہے پہلے سارا بدن پھول جاتا ہے پھر سوکھ کر کانٹا ہو جاتا ہے۔

پھولام:۔ ایک قسم کا ریشمی کپڑا جس میں قسم قسم کے پھول بنے ہوتے ہیں۔

پھول کترنا:۔ کوئی نئی بات پیدا کرنا۔

پھول کی چھڑی سے مارنا۔
معشوقوں کا پھول کی چھڑی سے اپنے عاشق کو مارنا محبت کے پیرایہ میں خفیف سی سزا دینا اس جگہ مراد ہے

پیٹ رہنا۔

پیٹ سے پاؤں نکالنا:- اپنی چھپی ہوئی خباثت طبع کو ظاہر کرنا۔

پیٹ کا ہلکا۔ وہ شخص جسے بات نہ پچے جو راز نہ چھپا سکے۔

پیر بھاری ہونا:- حمل سے ہونا

پیسا نہیں پیارا کیا:- اپنے معشوق کے مقابلہ میں کبھی پیسے کو عزیز نہیں جانا۔

(ت)

تافتان:- ایک قسم کی موٹے کنارے کی خمیری روٹی صحیح لفظ تفتان ہے۔

تخت کی رات:- شب زفاف سہاگ کی رات۔

ترچھا:- ایک قسم کا ریشمین کپڑا ہوتا تھا جس کا صرف استر لگایا جاتا تھا اُسی کو جان صاحب نے باندھا ہے۔

تف:- (ع) لفظی معنی رال یا تھوک کے ہیں اُردو میں کلمہ نفرین ہے۔

تکل:- ایک قسم کا ڈوکانوں والا پتنگ جس کا سر تکہ سے اور پیٹا تیتری سے مشابہ ہوتا ہے۔

تگنی کا ناچ:- وہ ناچ جو تین شخص ملکر ناچیں ناچ نچانا اُردو میں حیران کرنے اور دق کرنے کے معنی میں مستعمل ہے دو جوروئیں جب مل کر تیسرے شخص یعنی شوہر کو دق کریں تو اُسے تگنی کا ناچ نچوانا کہتے ہیں۔

تل بھر:- ذرا سا۔

تلوار کا پھل:- تلوار کی نوک۔

تنبول:- پان کا مرکب عرق جو

شب زفاف کی صبح کو میکے سے دولھن کے پینے کو بھیجا جاتا ہے۔

توتا چشم:- بے مروت۔

توتے کی طرح آنکھ بدلنا یا پھیرنا دفعتاً بے مروتی کر بیٹھنا۔

توڑنا مروڑنا:- ملنا دلنا۔ مساس کرنا

تھالی کا بینگن:- غیر قابل اعتبار شخص۔

تھانہ ہونا:- بیٹھنا بیٹھنا "ٹیسوں کا بال بال پہ اب تھانہ ہو گیا" یعنی بال بال میں درد بیٹھ گیا۔

تھڑی بجنا:- بدنامی ہونا۔

تھتکارا:- مردود۔ تھو تھو کرنے کے قابل۔

تین پانچ آٹھ بتانا:- فریب دینا دھوکا دینا۔

(ٹ)

ٹبرّ چلنا:- ٹبرّ ہندی میں خاندان یا کنبے کو کہتے ہیں عورتوں کی زبان میں ٹبرّ چلنا سارے کنبے کے خرچ چلنے کو کہتے ہیں۔

ٹکسال:- ٹنک (سکہ) اور سال (گھر) سے مرکب ہے وہ جگہ جہاں چاندی سونے کا سکہ وغیرہ بنے۔

ٹکسال باہر ہو:- وہ روپیہ پیسا جو دارالضرب کا بنا ہوا نہ ہو مجازاً غیر مستند۔ متروک۔ ٹکسال چڑھنا کھرا کھوٹا پرکھا جانا نہایت گستاخ اور بے حیا کو بھی کہتے ہیں۔

ٹکسال کا کھوٹا:- بدذات

ٹکسالی:- کھرا۔ اصل۔ مستند۔ آزمودہ

ٹکے گز کی چال چلنا:- کفایت شعاری سے بسر کرنا۔

ٹھنڈیاں:- چیچک۔ سیتلا۔ واحد میں بھی اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے یعنی ٹھنڈی نکلنا بھی کہتے ہیں۔

ٹھنڈے میٹھوں رہنا:- آرام سے

رہنا۔

ٹھٹی لگ جانا:- ہجوم ہو جانا۔

ٹیاسی جان:- دم نقد

(ج)

جان کے لالے پڑنا:- جان خطرے میں پڑنا۔

جائی:- لڑکی۔ جایا بمعنی لڑکا یا فرزند مستعمل ہے۔

جھنتی پڑ جانا:- شکن پڑ جانا۔

جگت:- ہندی لفظ ہے اور نہایت کثیر المعنی اس کے معنی چترائی دانائی۔ تدبیر۔ طرز۔ جوڑ توڑ وغیرہ کے بھی ہیں۔ یہاں "ضلع جگت" بذلہ سنجی یا ظرافت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

جل ککڑی:- پانی کا پرند عورتوں کے محاورے میں بد مزاج عورت کو کہتے ہیں۔

جمشید کا پیالہ:- وہ پیالہ جو حکمائے فارس نے بنایا تھا جس کے ذریعہ ساتوں آسمان کا حال معلوم ہو جاتا تھا بعض کا قول ہے کہ خسرو نے بنایا تھا اس کو جام جہاں نما بھی کہتے ہیں مگر صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ جام جم یا جام جمشید۔ وہ جام تھا جس کو جمشید نے اُس وقت بنایا تھا جب اُس نے شراب ایجاد کی تھی اور یہ پیالہ طرح طرح کی صنعتوں سے تیار کیا گیا تھا مشہور ہے کہ اس میں ایسے ہندسے کندہ تھے جس سے حساب لگاکر ستاروں کی گردشیں اور اُن کا اثر معلوم ہو جاتا تھا۔

جندر:- جان۔

جندڑیا:- جان کی تصغیر۔

جنگلا:- ایک راگ کا نام ہے۔

جنیاں:- جان کی تصغیر جان من

جوت:- روشنی۔

جھپّا:- بوڑھی کلمۂ تحقیر لکھنؤ کا محاورہ ہے۔

جھپ جھالیہ:- فریبی۔

جھل:- غصہ۔ خفگی۔

جھنڈے پر چڑھانا:- شہرت دینا۔

جھوٹوں کے کان کاٹنا:- بے بنیاد باتیں کرنا۔

جھولا مارنا:- فالج ہو جانا۔ ادھر نگ ہو جانا۔ بیکار ہو جانا۔

جیا:- جی کی تصغیر ہے۔ جانی اور پیارے کے معنی میں مستعمل ہے۔

جیوڑا:- جی کی تصغیر ہے۔

(چ)

چبوترہ:- علاوہ معنی معروف کوتوالی سے مراد ہے۔

چچی بھر پانی میں ڈوب جانا:- بدرجۂ کمال شرمندہ ہونا۔

چپ لگن:- چتون۔

چخے ہو:- بمعنی چل دور ہو۔ یہ کلمہ کبھی اختلاط و ناز کبھی عتاب کبھی انکار بمنزل اقرار کے موقعہ پر بولا جاتا ہے۔

چربانک دیدہ:- نڈر عورت دیدہ دلیر

چرخا:- "کیا ہی چرخا نے کیا مال دغا سے پیدا"، یہاں چرخہ کے معنی ضعیفہ عورت کے ہیں چرخا ہو جانا بمعنی بڈھے ہو جانے کے مستعمل ہے۔

چیرے والا:- پگڑی والا بیگمات کی اصطلاح میں حکیم طبیب کو کہتے ہیں۔

چلا باندھنا:- مراد ماننا۔ کسی بزرگ کے مزار کے درخت یا علم یا تعزیئے پر اس نیت سے تاگہ باندھتے ہیں کہ جب مراد پوری ہوگی تو کھولیں گے۔

چمرخ:- چمڑے کا ٹکڑا جو چرخی میں لگایا جاتا ہے یہاں دُبلی عورت سے مراد ہے۔

چندرا کے بولنا:۔ جان بوجھ کر کوئی بات پوچھنا۔

چوسر کا پانسہ:۔ وہ شش پہلو ہڈی کا ٹکڑا جس پر عدد کی بجائے گول دائرے بنے ہوتے ہیں اور جو چوسر کی بازی میں باری باری سے ہر ایک کھلاڑی اسے پھینکتا ہے یہاں دو جوروؤں کے خصم سے پانسے کو تشبیہ دی ہے کہ کبھی وہ ایک جورو کے داؤں پر چڑھ جاتا ہے اور کبھی دوسری جورو کے۔

چونہ لگانا:۔ دھوکا دینا۔

چونڈا:۔ سر۔ چوٹی۔ جوڑا۔ وہ بالوں کا گچھا جو عورتیں سر پر ایک جگہ کر کے باندھ لیتی ہیں۔

چونے والیاں:۔ وہ ڈومنیاں جو بچہ پیدا ہوتے ہی ناچنے گانے آتی ہیں بدھائی لیکر چلی جاتی ہیں

چھاتی سر اٹھانا:۔ تاب و برداشت کی تعریف کرنا۔

چھب تختی:۔ سینہ اور جسم کی خوبصورتی

چھتیسی:۔ چھتیس ہنر جاننے والی عورت چھٹی ہوئی نہایت تجربہ کار۔

چھٹی لڑنا:۔ باہم مذاق یا لطیفہ گوئی کرنا۔

چھریاں بھونکنا:۔ ناگوار اور بری باتیں کہنا۔

چھلا اٹھانا:۔ عورتیں چھلا پاک کر کے مراد مان کر اٹھا رکھتی ہیں جب مراد پوری ہوتی ہے تو وہ چھلا خیرات کر دیا جاتا ہے۔

چھل جانا:۔ فریب دے جانا۔

چھوچھو:۔ بچوں کے پوتڑے دھونیوالی عورت۔ دایہ۔

چھو ٹم چھاٹا:۔ جھگڑ کی لڑائی۔ گالم گلوچ۔

چھیٹا دینا:۔ فریب دینا لالچ دینا۔

چیونٹی کی طرح پر نکالنا:۔ شامت کے

دن یا موت کا وقت قریب آنا۔

(ح)

حاضری:۔ حضرت عباس کی فاتحہ کا کھانا۔ دہلی کے محاورے میں اُس کھانے کو کہتے ہیں جو میت والوں کے رشتہ داروں کی طرف سے دیا جائے

حلوا کھاؤ:۔ جان کی قسم دلانے کے موقعہ پر بولتے ہیں جیسے ہمارا حلوا کھاؤ جو وہاں جاؤ۔

حمایتی کی گھوڑی عراقی کو لات مارے:۔ یہ بھی کہاوت ہی جس کے معنی یہ ہیں کہ جس کا کوئی بڑا آدمی مددگار ہوتا ہی وہ ادنی ہو کر بھی بڑوں کا سامنا کر بیٹھتا ہی۔

(خ)

خاک کا پتلا:۔ انسان۔

خانم:۔ اعلیٰ خاندان کی عورت۔

خانہ خراب:۔ آوارہ گرد۔ تباہ

خبر لینا:۔ حال پوچھنا۔ نگرانی کرنا

خراب ہو چکی:۔ برباد ہو چکی۔

خوراکی:۔ روزینہ راتب۔

خوگیر:۔ اصل میں خرگیر تھا۔ لغوی معنی گھوڑے کی وہ گدی جو کاٹھی کے نیچے پسینہ جذب کرنے اور اُس کی پیٹھ نہ چھلنے کی غرض سے رکھتے ہیں۔ مجازی معنی تکمّا۔ نالائق

خیلا:۔ عورتوں کی زبان میں پھوہڑ اور نے وقوف عورت کو کہتے ہیں غالباً فارسی لفظ خوہلہ سے بگڑ کر بنا ہی خوہلہ کے معنی کج و ناراست کے ہیں صاحب فرہنگ آصفیہ نے خیالہ (ماخوذ از خیال) اس کی اصل بتائی ہی۔ جو ان کی گھڑنت ہی۔

(د)

دال گلنا:۔ دسترس ہونا کامیاب ہونا۔

دانتا کل کل:۔ آئے دن کا جھگڑا گھر میں ہر وقت کی لڑائی۔

دائرہ:۔ حلقہ۔ مجلس۔ خانقاہ۔

دائی:۔ دایہ۔ قابلہ۔

دوا:۔ اسم مونث ترکی لفظ دوہ یا دوک سے بنا ہے بچوں کی کھلائی۔

دڑاتا چلا آتا ہے:۔ بے دھڑک چلا آتا ہے۔

درد لگنا:۔ بچہ پیدا ہونے کا درد شروع ہونا۔

دردوں کے مارے مرتی ہوں:۔ مجھے بچہ جننے کے درد کی تکلیف ہے۔

درگور:۔ کلمہ بددعا:۔ مرجائے۔ اُجڑ جائے۔

درماہہ:۔ وہ تنخواہ جو ماہ وار ملتی ہے۔

دل بھاری کرنا:۔ کسی بات کا رنج کرنا۔

دل پکانا:۔ دل کو صدمہ پہونچانا

دل شیر ہوا:۔ ہمت بندھی۔

دل مسوس کے رہ جانا:۔ صدمے کے مارے بول نہ سکنا دل پکڑ کر رہ جانا۔

دن پھر جانا:۔ غریب سے امیر ہو جانا۔

دوالی بھرنا:۔ دیوالی ہندوؤں کا ایک تیوہار ہے جس میں لچھمی کی پوجا ہوتی ہے اور روشنی کی جاتی ہے ہندوؤں کی دیکھا دیکھی مسلمان عورتوں اور لڑکیوں میں بھی یہ تیوہار صرف اس قدر منایا جاتا ہے کہ لڑکیاں اپنے اپنے گھروُں کو سجاتی اور ان پر چراغ جلاتی ہیں اور مٹی کی

چھوٹی چھوٹی کٹھیوں کو کھیلیں اور
شکر کے بنے ہوئے کھلونوں سے پُر
کرتی ہیں اس کو جان صاحب نے
دوالی بھرنا لکھا ہے۔

دوجیا :- حاملہ۔

دوگانا :- جڑواں یا دوہری چیز یعنی
یک جان دو قالب عورتوں کی
زبان میں سہیلی کو کہتے ہیں۔

دولہ بھیا :- یا دولہ بھائی۔ بہن کا
دولہ یا بہنوئی۔

دوہاجو :- وہ مرد جس نے پہلی بیوی
کے مرجانے کے بعد دوسری شادی
کی ہو۔ جس بیوہ نے دوسرا نکاح کیا
ہو اس کو بھی دوہاجو کہتے ہیں۔

دھوپ میں سر سفید کرنا :- ناتجربہ کاری
میں بوڑھا ہو جانا۔

دھاک سے کلیجہ ہونا :- ناگہانی خوف
سے دل دھڑکنا۔

دھگڑا :- آشنا۔

دہل جانا :- ڈر جانا۔

دھینگا مشتی :- زور آزمائی کشتی۔

دیدے پٹم ہوں :- اندھی ہو جائے۔

دیدے کا پانی ڈھل جانا :-
بے حیا ہو جانا۔

دین بھائی :- وہ شخص جسے ہم مذہب
ہونے کی نسبت بھائی بنا لیا جائے
یہ ایک قسم کا بھائی چارہ ہے۔

(ڈ)

ڈاب :- پرنالا (لکھنؤ کا محاورہ ہے)

ڈال کا ٹوٹا :- انوکھا قابل قدر۔

ڈھلکا :- آنکھ سے پانی بہنے کی بیماری۔

ڈولہ اچھلنا :- کسی عورت کا دوسری
عورت کے خاوند سے نکاح یا آشنائی کرنا۔

ڈگی :- ایک قسم کا باجا۔

(ر)

راگ لانا :-

رال کی بڑھیا:- لعاب دہن اور چیڑ کے گوند کو بھی کہتے ہیں۔

رسّی جل گئی بل نہ گیا:- دلی میں بل نہ جلا بولتے ہیں) ضرب المثل ہے یعنی دولت چلی گئی مگر غرور نہ گیا یا ہر چند سزا پائی مگر بری عادت نہ چھوٹی۔

رموزیں:- کسی بات میں باریکیاں نکالنا۔ رمز پھینکنا آوازہ توازہ پھینکنا

رنڈی:- اصل لفظ رانڈی تھا۔ (۱) عورت استری (۲) ایک بے تکلفی کا کلمہ جو اکثر عورتیں ایک دوسرے کو کہتی ہیں۔ بیسوا یا فاحشہ عورت کسبی۔ اس لفظ کو جان صاحب نے مختلف موقعوں پر ہر معنی میں استعمال کیا ہے ہر موقعہ پر اس کے معنی محل استعمال سے سمجھے جا سکتے ہیں۔

رنگ لانا:- ناراض ہونا۔ بگڑنا۔

رنگیں باتیں:- دلچسپ کلام

روزہ کشائی:- روزہ کھلوانے کی تقریب۔ افطاری۔ روزہ کھولنے کی چیزیں

رومال ہوا:- زکام ہوا (لکھنؤ کا زنانہ محاورہ ہے)

رونّہ:- مال کی راہداری کا پروانہ۔

ریلا:- دھکا۔

(ز)

زچ ہونا:- عاری ہونا۔

زناخی:- قلعہ کی عورتیں جب دوسری عورتوں سے بہناپے کا رشتہ جوڑتیں تو ان رشتوں کے مختلف نام رکھ لیتیں انھیں رشتوں میں ایک زناخی کا رشتہ تھا اور رشتوں سے مضبوط سمجھا جاتا۔ جب کسی کو زناخی بنانا منظور ہوتا تو زناخ (مرغ یا کبوتر کے سینے کی ہڈی جو دو شاخ ہوتی ہے) کو توڑا کرتی تھیں گویا یہ رشتہ کو مضبوط بنانے کا نشان تھا۔

(س)

سات پیڑھیوں کے بعد:- سات پشتوں کے بعد (یہ پیڑھی جس کے معنی پشت یا نسل کے لیئے جاتے ہیں اس کا مادہ پیٹھ ہی)

ساچق:- بری (برات سے ایک روز پہلے کی رسم جس میں دولہا کے یہاں سے مصری میوہ وغیرہ دُلہن کے یہاں جاتا ہی)

سامری:- شہر سامرہ کے رہنے والے جادوگر۔

سانپ کا منہ دیکھنا:- دھار رکھے جانے کی نوبت آنا۔

سایہ کا بخار:- وہ بخار جو جن یا پری کے اثر سے آجائے۔

سبز باغ دکھانا:- فریب دینا۔

سبز قدم:- نامبارک منحوس قدم

سپہرھا:- تیسرا پہر دوپہر اور شام کے درمیان کا وقت)

سجن:- ہندی لفظ ساجن کا مخفف ہی نیک شخص مجازاً خاوند کو کہتے ہیں یہاں بھی مجازی معنی مراد ہیں۔

سر چوٹ ہیں:- حد درجہ دُکھ پہونچانے والی ہیں۔

سر ڈھانکنا:- کوار پت اُتارنا۔

سر منڈوانا:- عورتوں کی زبان میں بدنام کرنا۔ چونکہ عورت کا سر مونڈا جانا اُس کی انتہائی ذلت ہی اسی سے یہ محاورہ بنا ہی۔

سکھپال:- ایک قسم کی زنانہ پالکی سکھپال ہونا آرام ملنا۔

سگھڑ:- سلیقہ مند

سنجھی:- چراغ روشن کرنے کا وقت۔

سنجوگ:- قران السعدین (جوڑا ملنا)

سورما:- بہادر۔

سوکھے دھانوں پانی پڑنا: وقت پر پانی برسنا از سر نو زندگی پانا بُری حالت سے اچھی حالت ہو جانا۔

سوم: بخیل کنجوس فارسی میں شوم صحیح ہے لیکن اُردو میں سوم فصیح ہے۔

سہال: ایک قسم کی خستہ اور روغنی میٹھی روٹی۔

سہرے اور جلوے کی جورو: نکاحی بیوی۔

سید جلال: ایک بزرگ کا نام اکثر عورتیں اِن کی نیاز کا کونڈا مانتی ہیں۔

سیلا: ریشمی چادر۔ عمامہ۔ (ہندی لفظ ہے)

(ص)

صحنک: مونث (۱) رکابی۔ طباق۔ حضرت بی بی فاطمہؓ کی نیاز کا کھانا۔ یا فاتحہ۔

صرفہ کرنا: کفایت شعاری کرنا کمی کرنا۔ صرفہ بمعنی دریغ اور افسوس بھی آتا ہے۔

صرّہ: تھیلی۔

(ط)

طوطے کی طرح آنکھیں بدلنا: دیکھو ردیف ت (توتے کی طرح آنکھ بدلنا)

طوفان جوڑنا: اتہام لگانا۔

(ع)

علی بند: ایک زیور کا نام ہے جس کو لکھنؤ میں شیعہ عورتیں بازو پر باندھتی ہیں۔

علی بندوق: توڑے دار بندوق کی ایک قسم ہے۔

(غ)

غرور ڈھی جانا:- غرور کا سر نیچا ہونا۔

(ف)

فال کھولنا:- فال دیکھنا اعمال و عزایم کی کتاب کھول کر اچھے بُرے حال کا دریافت کرنا۔

فتح پیچ:- عورتوں کے بالوں کی ایک قسم کی گندھاوٹ جو لکھنؤ وغیرہ پورب کی طرف رائج ہی لکھنؤ کی زبان ہی۔

فلک سیر:- ایک غشی لانے والی دوا جس کو عیاش استعمال کرتے ہیں۔

(ق)

قرق کرنا:- قرق بٹھانا بھی بولتے ہیں بمعنی حکم چلانا روک ٹوک کرنا

قور:- ترکی لفظ ہی بمعنی سلاح (ہتھیار)

(ک)

کال کا مارا ہوا:- قحط کے دنوں کا ٹوٹا ہوا۔

کان میں ٹو کرنا:- بچوں کو ڈرانے کو ان کے کان میں زور سے کنا کنا ٹو کی آواز لگانے کو ٹو کرنا کہتے ہیں۔

کٹر:- بلا تشدید خاص عورتوں کا محاورہ بمعنی بے رحم سنگدل۔

کرسی کے احمق:- نہایت احمق بالکل گاؤدی کرسی ایک قصبہ ہی یہاں کے لوگ کسی زمانہ میں سیدھے اور بے وقوف ہوتے تھے اسی سے یہ محاورہ پیدا ہوا۔

کروٹیں بدلنا:- کروٹیں بدلیں (اپنا محاورہ ہی)

کسالا نہیں لہتا:- تکلیف اٹھانی نہیں پڑتی" کسالا کس سے بنا ہی

کس بمعنی سستی کسالا مصیبت اور بپتا کے معنی میں مستعمل ہے۔
کشتی کا گوکھرو:- گوکھرو کے مختلف معنی ہیں عورتوں کی زبان میں اُس گوٹے کو کہتے ہیں جو سہ گوشہ توڑ کر مقیش سے بنایا جاتا ہے (کشتی کا گوکھرو جو کشتی کی صورت موڑا جائے)
لکڑی کا چور:- اچکا چھوٹی چیزوں کا چور۔
کل جیبھی:- وہ عورت جس کی بددعا لگ جاتی ہے (کالی جیب یعنی سیاہ زبان والی)
کونڈا ماناتھا:- جاگتی نوبت کا کونڈا کرنے کا عہد تھا عورتیں کوئی اچھا کھانا پکا کر کورے کونڈے میں رکھتی ہیں اور اُس پر کسی ولی کی نیاز دلاتی ہیں اسے کونڈا کونا کہتے ہیں۔ جاگتی نوبت کا کونڈا جس میں رات بھر گیت گاتی رہتی ہیں اور صبح کو نیاز دلاتی ہیں اسے رت جگا بھی کہتے ہیں۔
کنوئیں جھکانا:- نہایت جستجو اور تلاش کرانا۔ حیران و پریشان ہونا
کوارے پھل اتارنا:- (کنوار پھل بھی کہتے ہیں لیکن بلا نون بھی صحیح ہے) کوارت اُتارنا بھی بولتے ہیں بمعنی سرفراز کرنا۔
کواسہ:- نواسہ کے لڑکے کو عورتوں کی زبان میں کواسہ کہتے ہیں۔
کوڑیوں دیلے پڑھنا:- مفت پڑھنا یا کم خرچ کر کے پڑھنا ناقص تعلیم پانا۔
کورا پنڈا:- لفظی معنی اچھوتا جسم بن بیاہی عورت یا بن بیاہے مرد کو کہتے ہیں۔
کوٹے استرے سے سر مونڈنا:- قرار واقعی سزا دینا کوڑی پاس نہ چھوڑنا۔ خوب ٹھگنا۔
کوڑا کرنا:- تنبیہ کرنا۔ گوشمالی کرنا۔
کوکہ:- انّا کا بیٹا۔

کوکھ جلی:- وہ عورت جس کے بچے زندہ نہ رہتے ہوں۔

کولا کاٹنا:- سزا دینا۔ کچھ کر لینا کسی طرح کا صدمہ پہونچانا۔

کہاری:- کہار کی عورت۔ کہار کی مزدوری کو بھی کہاری کہتے ہیں۔

کھجوری چوٹی:- ایک قسم کے لہریہ دار گندھے ہوئے بال مضبوط چوٹی۔

کھال ادھیڑ:- وہ قرضخواہ جو لیکر ہی چھوڑے لفظی معنی کھال اُدھیڑنے والا۔

کھل کھیلنا:- آزاد ہو جانا۔

کھوجڑے پیٹیا:- خانہ خراب ستیاناس کھوجڑا کھوج کی تصغیر ہے کھوج بمعنی نشان۔

کھیرا ککڑی کرنا:- بیدردی سے کوسنا۔

گ

گات:- جسامت عورتوں کا اوپر کا دھڑ شخص وضع کے معنی میں بھی آتا ہے۔

گپ چپ:- ایک قسم کی مٹھائی جو منہ میں رکھتے ہی گھل جاتی ہے۔

گدڑے:- "گدڑے کیا جیتے ہوئے ہتھے وہ ذرا سے پیدا" اس مصرعہ میں شاعر نے گدڑے سے خوبصورت بچہ مراد لی ہے۔

گڑیا سنواروں گی:- اپنے مقدور بھر بیٹی کا بیاہ کروں گی۔

گل پھولنا:- پھول کھلنا کسی عجیب غریب بات کا ظہور میں آنا۔

گلے پڑنا:- بر گردن افتادن کا ترجمہ ہے بمعنی ذمہ پڑنا۔

گلے میں کھٹکا ہونا:- آواز میں لوچ ہونا۔

گنگن پھول:- ایک گھاس ہوتی ہے جس کو کان کے درد میں استعمال کرتے ہیں۔

گودڑ کا لال:- جو شخص باوجود افلاس صورت شکل کا اچھا ہو۔

گوئیاں:۔ سہیلی۔ ہم عمر لڑکی۔

گویا کیا:۔ نطق گویائی بخشی۔

گھاتیا:۔ خود غرض۔

گھٹنوں چلنا:۔ سستی کے ساتھ ترقی کرنا۔

گھر کھوج میرا ہو گیا:۔ میرا گھر برباد ہو گیا۔

گھر گھالنا:۔ گھر برباد کرنا۔

گھروندا:۔ مٹی کا چھوٹا گھر جو بچے بناتے ہیں۔

(ل)

لاڈو:۔ نازپروردہ۔ عورتیں اُس لڑکی کو مخاطب کر کے کہتی ہیں جو محبت کے سبب سست ہو گئی ہو۔

لاکھ کا گھر خاک کرنا:۔ اپنی دولت کو اُڑا دینا۔

لاگو:۔ پرسان حال۔ حامی۔ مددگار چاہنے والا۔

لٹورا:۔ ہندی میں ایک ابلق رنگ کے شکاری پرندہ کا نام ہی جو فاختہ سے چھوٹا ہوتا ہی۔

لجالو:۔ درخت کا نام ہی جو آدمی کے ہاتھ لگانے سے مرجھا جاتا ہی مجازاً باحیا شخص کو کہتے ہیں۔

لولو بنانا:۔ احمق بنانا۔

لہو لگا کے شہیدوں میں ملنا:۔ زبردستی ناموروں میں داخل ہونا تھوڑی مناسبت سے اپنے کو پورا مستحق سمجھنا۔

لہو ہلکا کرنا:۔ نرم دل ہونا۔ دل کا کچا ہونا۔

لیلوٹ:۔ کھل اور یار کا نقیض وہ شخص جو قرض لیکر ادا نہ کرنا چاہے۔

(م)

ماتھا ٹھنکنا:۔ اندیشہ کا گمان ہونا خیال بد گزرنا۔

ماجو:۔ فارسی میں مازو۔ اُردو میں ماجو مستعمل ہی۔ ایک تخم کا نام ہی۔ جو مزے میں چرپرا ہوتا ہی مسّی لگانے کے بعد عورتیں اس کو منہ میں ڈالتی ہیں عربی میں اس کو عفص کہتے ہیں۔

ماما پخنتی:۔ بے مشقت ہاتھ آئی ہوئی روٹیاں۔

مامی پینا:۔ یہ لفظ ماں اور پینا سے مل کر بنا ہی جس کے معنی ہیں ماں کیسی طرفداری کرنا۔ مامی مجرد حمایت کرنے کے معنی میں مستعمل ہی۔

مانگ جلی:۔ رانڈ۔

مانگدار:۔ کنکوے کی ایک قسم ہی۔ جو دو رنگ کے کاغذ سے بنایا جاتا ہی۔

مائیوں بیٹھنا:۔ شادی سے قبل ایک بند جگہ میں دولھن کو چند مقررہ دنوں تک بٹھاتے ہیں اور زرد جوڑا پہناتے ہیں۔

مچھی:۔ لکھنؤ کی زبان میں بوسہ کو کہتے ہیں۔ دہلی کی زبان میں مٹھی کہتے ہیں۔

مرّی کا جال:۔ مروری کا جال

مسیں بھیگنا:۔ موچھوں کی علامت کا ظاہر ہونا آغاز شباب ہونا۔

مشاطہ:۔ کنگھی چوٹی کرنے والی پیشہ ور عورت (۲) وہ عورت جو لڑکیوں کا رشتہ نسبت کرانے کا پیشہ کرے۔

مغلانی:۔ امرا میں کپڑا سینے والی عورت ہوتی ہی۔

منہ تھوتھانا:۔ منہ پھولانا۔ رنجیدہ ہو کر خفگی کی صورت بنانا۔

منہ دیکھے کی محبت۔ ظاہرداری کی محبت۔

منہ کالا ہونا:۔ بدنامی ہونا۔

منہ کی راہ شفتالو نکلنا:۔ کسی چیز کا خمیازہ بھگتنا۔

منہ کی کھائے گا:۔ ذلیل ہوگا۔

منہ کی کھلانا:- زک دلوانا شرمندہ کرنا
منیم:- منیب کا بگڑا ہوا ہے کوٹھی کا منشی
منیجر۔ ایجنٹ۔
مودی:- وہ بقال جس کی دکان سے
اجناس لیں۔
موم کی مریم:- وہ عورت جو ایسی
نازک ہو جس کو ہاتھ لگانے کی بھی
برداشت نہ ہو۔ چھوئی موئی۔
مہتابی:- ایک اونچا کھلا ہوا چبوترہ
جو اکثر محل کے سامنے یا صحن باغ میں
بنایا جائے۔
مہندی کا چور:- وہ سفیدی جو مہندی
لگانے کے بعد رہ جائے فاہی میں
دزد حنا کہتے ہیں۔
میرا کام ہو گیا:- میرا کام بن گیا۔
مقصد حاصل ہو گیا لیکن اس مصرعہ میں
"پوشش سے تری جو مرا کام ہو گیا"
یہ مطلب ہے کہ میرا کام تمام ہو گیا۔
میر بحری:- بندرگاہ کا منتظم۔

میٹھا برس:- عورتیں اٹھارویں
برس کو جو جوانی میں بھر جانے کا سال
ہے میٹھا برس کہتی ہیں۔
میٹھا مہینہ:- حمل کا آٹھواں مہینہ۔
میٹھی مراد:- اچھی مراد۔
میری:- سب پر سبقت لے جانے
والا۔
میلے سر ہونا:- عوام کی عورتیں حالت
حیض کے موقعہ پر بولتی ہیں بیگمات
دہلی کے محاورہ میں گود میں پھول
جھڑنا کہتے ہیں۔

(ن)

ناک چوٹی میں گرفتار ہونا:- فکر
معیشت میں گرفتار ہونا۔ اپنے ہی
بکھیڑوں سے فرصت نہ ہونا۔
نادر:- جلاد اور قاتل سے مراد ہے۔
نادر:- وہ شاہ جس نے دہلی میں قتل
عام کرایا تھا۔

ناک میں تیر کرنا:۔ خوب تنگ کرنا۔
ناک گھسنا:۔ عاجزی کرنا۔
نبختی:۔ بدنصیب۔
ناڑا:۔ گنواری زبان میں ازار بند کو کہتے ہیں۔
نس کٹا:۔ خواجہ سرا۔
نفا خنا:۔ مکار۔ دوغلا۔ منافق (خ کی جگہ ق بھی بولا جاتا ہے) عورتوں کا محاورہ ہے۔
نکھٹو:۔ وہ شخص جو کماؤ نہ ہو ناکارہ۔
نگوڑا:۔ کلمہ تنفر۔ نکما۔ کم بخت۔ منحوس اصل میں نہ گوڑا تھا جس کے معنی بغیر گوڑے بمعنی بغیر گھٹنوں کا۔
نوج:۔ نعوذ باللہ۔ عورتوں کی زبان میں نوج ہو گیا ہے بمعنی خدا نہ کرے
نوچندی:۔ چاند کی پہلی جمعرات۔
نئی نویلی:۔ نئی بیاہی ہوئی۔
نیگ لینا:۔ شادی کے موقع پر رشتہ داروں وغیرہ کو اپنی حیثیت کچھ نقدی دینا۔

(و)

ولی کنگھرا:۔ ولی خنگر بھی بولتے ہیں بمعنی حمایتی۔ دعویدارِ ولایت۔

(ہ)

ہر بونگ:۔ بلوہ۔ بدعملی۔ ہل چل
ہستی بجھی:۔ زندگی خاک میں مل گئی۔
ہف دیدوں:۔ غالب اور حالی وغیرہ نے ہف نظر لکھا ہے۔ جان صاحب نے ریختی میں اس کا ترجمہ ہف دیدوں کر دیا ہے بمعنی چشم بد دور۔ لفظ ہف کو عربی خیال کرکے اس کو حائے حطی سے لکھنا غلط ہے۔ حف عربی میں پرندوں کے پر پھڑپھڑانے یا نمایاں کرنے کو کہتے ہیں اس حف سے یہاں کچھ علاقہ نہیں یہ اردو کا محاورہ ہے۔

جس کی اصل معلوم نہیں لیکن غالب وغیرہ جیسے اُستادوں نے اس کا املا ہائے ہوز سے لکھا ہے۔

ہلکا کرنا:۔ معنی معروف کے علاوہ انزال کرانا۔ خفیف کرنا۔ نادم کرنا

ہلاکو:۔ چنگیز خاں کے پوتے کا نام جو بڑا ظالم تھا یہاں جلاد و سفاک سے مراد ہے۔

ہوادار بندوق:۔ وہ بندوق جو ہوا میں دور تک فیر کرتی ہے۔

ہوا بتانا:۔ ٹالنا۔ دھتا بتانا۔

ہوک:۔ وہ درد جو سینہ میں یکا یک رہ رہ کر ٹھہر ٹھہر کے اٹھے۔

ہونٹھوں کا دودھ نہیں سوکھا۔ بچپن کی باتیں نہیں گئیں۔

نظامی پریس نے اس کے پانچ ایڈیشن چھاپے
اور ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوگئے اب مع فوٹو اور
عکس خط مرزا غالب. نہایت صحت کے
ساتھ چھٹی مرتبہ چھپا ہے جلد نہایت
خوبصورت قیمت عا

دیوان غالب کا لائبریری اڈیشن

دیوان غالب جلی قلم لائبریری ایڈیشن بالانج
معہ فوٹو اور خود نوشتہ سوانح عمری غالب مشکل
الفاظ اور غالبی محاورات کی فرہنگ بھی دی
گئی ہے قیمت غیر مجلد عہ مجلد عا

نکات غالب

مرزا اسد اللہ خاں دہلوی کی خود نوشتہ
سوانح عمری تصوف اخلاق اور شاعری
کے متعلق وہ نکات جو انھوں نے وقتاً
فوقتاً اپنے شاگردوں کو بتلائے اور ان
کے لطائف مع فوٹو. قیمت مجلد عہ

رشحات التخیل

پنڈت نند لال ایم اے. طالب کشمیری
کا صاف ستھرا کلام مختلف عنوانوں پر
حالیہ نظموں کا مجموعہ. لکھائی چھپائی عمدہ قیمت
ایک روپیہ آٹھ آنہ. (عہ)

مراثی انیس جلد اول

میر صاحب کی آخری عمر کا مشتاقانہ کلام مرتبہ
مولانا علی حیدر طباطبائی مع ایک دلچسپ
مقدمہ کے اس جلد میں میر صاحب کا فوٹو
بھی شامل ہے جلد سنہری اعلیٰ قسم قیمت ۵
معمولی جلد ہیعہ

مراثی انیس جلد دوم

میر صاحب کے متوسط عمر کا کلام ہے جس
کے آخر میں ختام المسک کے عنوان سے
مولینا طباطبائی صاحب مولف نے میر صاحب
کے کلام پر دلچسپ تبصرہ کیا ہے قیمت غیر مجلد

خطبۂ ابلیس

مسلمانان ہند کی پچاس برس کی تعلیمی کوشش نیٹل غلطیاں لیڈروں کی کمزوریاں علیگڑھ کالج
کے بعض رازہائے سربستہ کا انکشاف شیطان کی زبان سے. قیمت ۸ر

ملنے کا پتہ:- منیجر نظامی پریس بک ایجنسی بدایوں - یو - پی -

زیر نگرانی محمد احید الدین ایف آر-ایس اے
نظامی پریس بدایوں میں چھپا
۱۹۲۷ء

(۱) جان صاحب - حیدر یار علی -

(۲) کامل -

(۳) شگفتہ -

(۴) نظامی بدایونی - مرتب

(۵) اردو شاعری -